www.KitaboSunnat.com

اضافہ شدہ جدید اڈیشن

استاذ المناظرین

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ

(۱۹۰۰ء — ۱۹۷۳ء)

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

دار ابی الطیب
للنشر والتوزیع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب .....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

اضافہ شدہ جدید اڈیشن

استاذ المناظرین

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ

(۱۹۰۰ء — ۱۹۷۳ء)

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

دار ابی الطیب
للنشر و التوزیع

گل روڈ، حمید کالونی، گلی نمبر 5، گوجرانوالہ
055-3823990, 0321-6466422

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

استاذ المناظرین

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ

(۱۹۰۰ء — ۱۹۷۳ء)

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ

اشاعت اول ..... مارچ 2015

تعداد 1100

دار ابی الطیب
للنشر والتوزیع
مکتبۃ الرحمان
لاہور
لسبر .....

گل روڈ، حمید کالونی، گلی نمبر 5، گوجرانوالہ

055-3823990, 0321-6466422

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

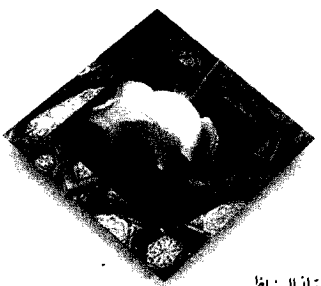

استاذ المناظرین

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- پیشِ لفظ (طبع دوم) ---------- 13
- پیشِ گفتار از مولانا عبدالخالق مدنی ---------- 18
- حرفے چند (طبع اول) ---------- 28
- متحدہ پنجاب کے بعض اضلاع کے چند علمائے کرام ---------- 48
- گوجراں والا کے چند علمائے کرام ---------- 57

1. مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) ---------- 57
2. حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ ---------- 58
3. مولانا عمرالدین ---------- 58
4. مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی ---------- 59
5. صوفی عبداللہ ---------- 60
6. مولانا غلام نبی ربانی سوہدروی ---------- 61
7. مولانا عبدالحکیم سوہدروی ---------- 61
8. مولانا عبدالحمید سوہدروی ---------- 62
9. مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی ---------- 62
10. حضرت حافظ محمد گوندلوی ---------- 63
11. مولانا محمد اسماعیل سلفی ---------- 64

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

12 قاضی عبدالرحیم ---------- 65

13 مولانا محمد حنیف ندوی ---------- 65

14 مولانا عبدالعزیز ---------- 66

15 قاضی شمس الدین ---------- 66

16 قاضی نور محمد ---------- 67

17 مولانا محمد سرفراز خاں صفدر ---------- 68

18 مولانا محمد چراغ ---------- 69

19 مولانا محمد حسین ---------- 71

20 مفتی جعفر حسین ---------- 71

❁ خاندانی پسِ منظر ---------- 73

❁ خاندانی سلسلہ ---------- 74

❁ ولادت، حصولِ علم اور اساتذہ ---------- 80

❁ حصولِ علم ---------- 81

❁ اساتذہ ---------- 81

1 میاں محکم الدین ---------- 81

2 سید محمد حسین ---------- 82

3 مولانا علاء الدین ---------- 82

4 مولانا سلطان احمد ---------- 82

5 مولانا علاء الدین ---------- 84

6 مولانا شریف اللہ خاں ---------- 85

7 حضرت حافظ عبداللہ روپڑی ---------- 87

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- مولانا احمد الدین مناظر کی حیثیت سے ---------- 90
- علماے احناف سے مناظرے ---------- 94
  - ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں میں مناظرہ ---------- 94
  - ویرو وال (ضلع سیالکوٹ) ---------- 98
  - مناظرہ گوجراں والا ---------- 98
  - داد والی (ضلع گوجراں والا) ---------- 99
  - مولانا محمد سرفراز سے گفتگو ---------- 100
  - نندو وال ضلع گجرات کا مناظرہ ---------- 101
  - گوجراں والا کا ایک اور مناظرہ ---------- 102
  - موضع سگھے ضلع امرتسر ---------- 103
  - مناظرۂ لالہ موسیٰ ---------- 104
  - منڈی روڈالا روڈ (ضلع فیصل آباد) ---------- 108
  - فاروق آباد کا قصہ ---------- 109
  - مولانا احمد الدین گکھڑوی کا خوف ---------- 110
  - مناظرہ قلاچی، ڈیرہ اسماعیل خاں ---------- 111
- مرزائیوں کے ساتھ مناظرے ---------- 113
  1. مناظرہ روپڑ ---------- 113
  2. مناظرہ اجنالہ ---------- 114
  3. مناظرہ بمبو ---------- 114
  4. تحصیل اجنالہ کا ایک اور مناظرہ ---------- 115

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

5 چک نمبر 37 جنوبی (ضلع سرگودھا) ---------- 116

6 مناظرہ سیالکوٹ ---------- 116

7 مناظرہ پونچھ (کشمیر) ---------- 118

8 مکیانہ ضلع گجرات ---------- 118

9 شملہ ---------- 119

10 مناظرہ گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ ---------- 119

11 مناظرہ گھرپنڈا ضلع امرتسر ---------- 120

12 مباحثہ مغل پورہ لاہور ---------- 120

❁ شیعہ حضرات سے مناظرے ---------- 122

❁ منکرینِ حدیث کے ساتھ ایک مناظرہ ---------- 125

❁ عیسائی پادریوں سے مناظرے اور مباحثے ---------- 127

❁ حضرت مولانا حافظ عبدالستار دہلوی سے مناظرہ ---------- 138

❁ چند رفقائے کرام ---------- 148

1 حافظ محمد یوسف گکھڑوی رحمہ اللہ ---------- 148

2 مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ ---------- 149

3 حافظ اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ ---------- 150

4 حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ ---------- 150

5 مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ ---------- 151

6 مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمہ اللہ ---------- 152

7 مولانا عبداللہ ثانی رحمہ اللہ ---------- 153

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- چند واقعات و لطائف ---------- 155
- خطیب کی حیثیت سے ---------- 163
  - جامع مسجد اہلِ حدیث وزیر آباد ---------- 164
  - جامع مسجد اہلِ حدیث فیصل آباد ---------- 165
  - مسجد مبارک (فیصل آباد) ---------- 167
  - محلّہ مومن آباد کی مسجد اہلِ حدیث میں خطابت ---------- 168
  - نظام آباد (وزیر آباد) ---------- 168
- مدرس کی حیثیت سے ---------- 171
- اخلاق و عادات ---------- 177
- تصانیف ---------- 183
  - 1 برہان الحق ---------- 183
    - دلیلِ اول ---------- 189
    - دلیلِ دوم ---------- 189
    - دلیلِ سوم ---------- 189
    - دلیلِ چہارم ---------- 190
  - 2 سیرت سید العالمین ---------- 193
  - 3 تقدیس سید الابرار عن مطاعن الذنادقۃ والکفار ---------- 198
  - 4 نجات الاسلام ---------- 199
  - 5 قدامت اہلِ سنت والجماعت یعنی اہلِ حدیث ---------- 205

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

6 فضائل سید العالمین ---------- 207

تمہید از مصنف ---------- 208

تقریظ بر کتاب صلاۃ الرسول ---------- 212

واقعات و معمولات کی ایک جھلک ---------- 215

مولانا گکھڑوی کے دس واقعات ---------- 227

حکیم محمد عتیق الرحمٰن کا مکتوبِ گرامی ---------- 235

مولانا گکھڑوی کے تین واقعات ---------- 245

مولانا احمد الدین کے متعلق مولانا محمد ابراہیم کی معلومات ---------- 249

1 ڈچکوٹ کا مناظرہ ---------- 250

2 مناظرہ ڈھرکی (سندھ) ---------- 252

3 سانگلہ ہل میں مناظرہ ---------- 253

4 سنجورو ضلع سانگھڑ (سندھ) ---------- 255

5 سنجورو میں ایک اور مناظرہ ---------- 255

6 نارووال میں مناظرہ ---------- 256

7 ایک اور مناظرہ ---------- 257

8 ڈچکوٹ کا ایک اور مناظرہ ---------- 258

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے چند واقعات ---------- 261

وفات ---------- 272

مولانا گکھڑوی کے دو خواب ---------- 283

پہلا خواب ---------- 284

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- دوسرا خواب ---------- 285
- چودھری عبدالواحد گوندل کے تین مکتوباتِ گرامی ---------- 290
- اللہ دا شیر ---------- 301
- تبصرہ بر کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ'' ---------- 309
- حافظ محمد یوسف گکھڑوی ---------- 315
  - حافظ صاحب کے اولیں دیدار ---------- 315
  - جماعتِ اسلامی کی تاسیس کا دن ---------- 317
  - ولادت اور مسلک ---------- 318
  - بریلویت سے اہلِ حدیثیت کی طرف ---------- 319
  - حفظِ قرآن اور حدیث کی تعلیم ---------- 321
  - مساجد کی تعمیر ---------- 321
  - کتاب وسنت کی تبلیغ کا جذبہ ---------- 322
  - تعمیرِ مسجد اور مدرسہ ---------- 322
  - گفتار و کردار کی ہم آہنگی ---------- 323
  - مسجد کا افتتاح اور مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا خطبہ جمعہ ---------- 323
  - چند مزید واقعات ---------- 330
    - قبولیتِ دعا ---------- 330
    - تقوی شعاری ---------- 331
    - راقم الحروف پر شفقت ---------- 332
    - عمل بالحدیث کا جذبۂ صادقہ ---------- 332

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- ایک قصائی کا جنازہ ---------- 333
- مولانا سلفی کا جنازہ ---------- 334
- مولانا غزنوی کے مکتوباتِ سامی ---------- 335
- اساتذہ گرامی ---------- 338
- وفات ---------- 340
- نرینہ اولاد ---------- 341
- مولانا احمد الدین گکھڑوی کی ایک علمی یادگار ---------- 343
- مولانا محمد رفیق سلفی ---------- 348
- مولانا احمد الدین گکھڑوی کی وفات پر تعزیتی قرارداد یں ---------- 356
- مسجد توحید گنج کی قرارداد ---------- 356
- وفاتِ حسرت آیات ---------- 357
- موت العالِم موت العالَم ---------- 357
- ایک ناقابلِ تلافی نقصان ---------- 358

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

(طبع دوم)

کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی'' پہلی مرتبہ 2011ء میں مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ اس کے چند صفحات میں کچھ ایسی خرابی نے راہ پالی تھی کہ حواشی اچھل کر متن میں جا گھسے تھے اور انھیں تلاش کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ یہ صفحات دوبارہ شائع کیے گئے، لیکن پھر بھی اس خرابی کے کچھ ناگوار اثرات باقی رہے، جنھوں نے قارئین کو پریشانی میں مبتلا کیے رکھا اور ہمیں شرمندگی میں۔ تاہم اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے کتاب کا اولین ایڈیشن جلد ہی ختم ہو گیا تھا۔

اس کتاب کی تصنیف و اشاعت کا مرحلہ ہمارے دوست مولانا عارف جاوید محمدی (مقیم کویت) کی سعی و تحریک سے طے ہوا تھا۔ وہ تقریباً ڈیڑھ سال سے مجھے کہہ رہے تھے کہ کتاب دوبارہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، اس میں کہیں اضافے یا کسی مقام پر وضاحت کی ضرورت ہے تو یہ کام کر لیا جائے، لیکن میں اپنی دو کتابوں ''چمنستانِ حدیث'' اور اس کے ساتھ ''بوستانِ حدیث'' کی تصنیف و ترتیب میں مصروف تھا۔ اللہ نے کرم فرمایا کہ ''چمنستانِ حدیث'' بڑے سائز کے آٹھ سو سے زائد صفحات میں تکمیل کو پہنچی اور اس کی پروف خوانی کر کے اسے ناشر (مکتبہ قدوسیہ) کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ کتاب برصغیر کے ایک 100 مرحومین و موجودین علماے حدیث کے تذکار پر محیط ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''بوستانِ حدیث'' بھی اسی کتاب کا حصہ ہے اور اس کے کم و بیش پانچ سو صفحات کی کمپوزنگ ہو چکی ہے اور آگے کمپوزنگ کا سلسلہ جاری ہے۔ یہ بھی ان شاء اللہ مکمل ہو جائے گی۔

اسی دوران میں ''تذکرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی'' کا دوسرا ایڈیشن بھی الحمدللہ شب و روز کی محنت سے اشاعت کے لیے تکمیل کی منزل کو پہنچ گیا، اس میں مندرجہ ذیل اضافے کیے گئے ہیں:

1. فیصل آباد کے پنجابی کے مشہور و مقبولِ عام شاعر مرحوم شیخ محمد سعید الفت نے اپنے ایک مجموعہ کلام ''کونپلاں'' میں مولانا احمد الدین گکھڑوی پر ''اللہ دا شیر'' کے عنوان سے طویل نظم بہ صورتِ مرثیہ لکھی تھی، وہ پوری نظم اس ایڈیشن میں شامل کر دی گئی ہے۔

2. چودھری عبدالواحد گوندل جو گوجراں والا کے پرانے دور کے علم دوست اور علمائے کرام سے تعلق رکھنے والے ہیں، ان کا شمار اس فقیر کے دیرینہ کرم فرماؤں میں ہوتا ہے، انھوں نے ''مولانا احمد الدین گکھڑوی'' سے متعلق کتاب پڑھ کر دسمبر 2011ء کو مجھے ایک طویل خط لکھا تھا جس میں گوجراں والا کے ایک مناظرے کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے جو اہلِ حدیث اور بریلوی حضرات کے درمیان ہوا تھا۔ یہ گوجراں والا کی مذہبی تاریخ کا مشہور مناظرہ تھا۔ اس مناظرے کے علاوہ اس شہر کی ایک بہت علمی شخصیت مولانا علاء الدین کا تذکرہ بھی اس مکتوب گرامی میں کیا گیا ہے۔ یہ طویل مکتوب بڑا دل چسپ اور متعدد واقعات پر مشتمل ہے جو اس ایڈیشن میں درج ہے۔

3. اسلام آباد سے ''نقطہ نظر'' کے نام سے ایک ششماہی مجلّہ ہمارے فاضل دوست

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پروفیسر ڈاکٹر سفیر اختر کی ادارت میں شائع ہوتا ہے، اس کے شمارہ نمبر 33 (اکتوبر 2012 / مارچ 2013) میں نامور دیو بندی اہلِ قلم میاں محمد الیاس صاحب نے کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی'' پر تبصرہ کیا ہے۔ یہ تبصرہ اس ایڈیشن میں درج کر دیا گیا ہے۔ ''نقطہ نظر'' کا ہر شمارہ کم و بیش ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہوتا ہے، جس میں مختلف موضوعات کی کتابوں پر تبصرے شائع کیے جاتے ہیں اور اس میں شائع شدہ تبصروں کو اصحابِ علم میں بے حد اہمیت دی جاتی ہے۔

4. اس ایڈیشن میں ایک اہم تحریر حافظ ریاض احمد عاقب (نائب شیخ الحدیث مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان) کی شائع کی گئی ہے، جس کا تعلق مولانا احمد الدین گکھڑوی سے ہے۔

5. حافظ محمد یوسف گکھڑوی معروف عالمِ دین تھے اور مولانا احمد الدین کے رفیق کار اور شاگرد۔ ان کے حالات میں طویل مضمون اس ایڈیشن میں مندرج ہے۔ اس مضمون میں حافظ صاحب کے واقعاتِ حیات کے ساتھ ساتھ اور بھی بعض شخصیات کے تذکار آ گئے ہیں۔

6. مولانا سید محمد داؤد غزنوی کا خطبہ جمعۃ المبارک بھی اس میں شامل ہے جو انھوں نے گکھڑ میں حافظ محمد یوسف صاحب کی تعمیر کردہ مسجد میں ارشاد فرمایا۔ یہ اس مسجد کا افتتاحی خطبہ ہے جو چودھری عبد الواحد گوندل نے مرتب کیا۔

7. مولانا محمد رفیق سلفی بھی مولانا مولانا احمد الدین گکھڑوی اور حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے لائق شاگردوں میں سے تھے۔ اس ایڈیشن میں ان کے سوانح کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

مذکورہ تحریرات کے اندراج کی بنا پر مولانا احمد الدین گکھڑوی سے متعلق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب کا یہ نقشِ ثانی ایک قسم کی جدید شکل اختیار کر گیا ہے، اس کے مطالعے سے خوانندگانِ محترم کو بہت سی نئی اور دلچسپ معلومات حاصل ہوں گی۔

یہاں یہ خوش خبری بھی سنتے جایئے کہ مکتبہ دار ابی الطیب حمید کالونی گل روڈ، گوجراں والا جس نے گزشتہ تھوڑے عرصے میں علمی اور تحقیقی اعتبار سے متعدد گراں قدر کتابیں شائع کی ہیں، اب وہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کی تمام تصنیفات ایک ہی مجموعے میں خوب صورت انداز سے شائع کر رہا ہے۔

مولانا ممدوح کی تصانیف کا تعارف اس کتاب کے ایک باب میں تفصیل سے کرایا گیا ہے۔ ان کا اسلوبِ تحریر خالص عالمانہ ہے۔ کوئی ہلکی اور تحقیق سے عاری بات ان کے قلم سے نہیں نکلی۔ انھوں نے جو کچھ لکھا اور جس موضوع پر لکھا، کامل تحقیق سے لکھا۔ جہاں وہ اپنے عہد کے نامور مناظر اور خطیب تھے، وہاں ممتاز مصنف اور محقق اہلِ قلم بھی تھے۔ انھیں گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان کہنا چاہیے۔ اس قسم کے صاف گفتار اور پاکیزہ کردار لوگ اس مادیت زدہ دنیا میں اب کہاں پیدا ہوں گے۔ نہ وہ دور رہا ہے اور نہ اس معاشرے کی کوئی جھلک کہیں دکھائی دیتی ہے جس میں وہ عالمِ وجود میں آئے تھے۔ وقت کی رفتار نے ایسا رخ اختیار کر لیا ہے کہ پہلی سب باتیں خواب و خیال معلوم ہوتی ہیں۔

قارئینِ کرام مولانا احمد الدین گکھڑوی کے حالاتِ زندگی سے تو مطلع ہو ہی گئے ہیں، اب ان شاء اللہ ان کی تصانیف سے بھی فیض یاب ہوں گے۔

ہم دار ابی الطیب گوجراں والا کے اربابِ اختیار مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ اور ان کے رفقائے کار کے شکر گزار ہیں کہ ان کی کوشش سے خالص علمی کتابیں معرضِ اشاعت میں آ رہی ہیں، جن میں حضرت نواب سید محمد صدیق حسن خان،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی، مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہم اللہ اور دیگر بہت سے مصنفینِ ذی وقار کی تصانیف شامل ہیں۔

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی، ساندہ لاہور

5 جون 2014ء

6 شعبان 1435ھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالخالق مدنی (کویت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد الأنبياء والمرسلين نبينا محمد وعلىٰ آله وصحبه أجمعين ومن تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين.

نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«من لم يشكر الناس لم يشكر الله»

''جو لوگوں کا ممنون احسان نہیں ہوتا، وہ اللہ تعالیٰ کا شکرگزار بھی نہیں ہوسکتا۔'' (الجامع الصغیر: 5641)

تذکرۂ اسلاف سے جہاں تاریخی حقائق سے آگاہی ہوتی اور جماعتوں کی تاریخ رقم کی جاتی ہے، وہاں اس سے روحوں کو جلا ملتی، عزائم جواں ہوتے اور طرزِ اسلاف کو اپنانے کے لیے جذبۂ صادقہ بیدار ہوتا ہے۔

مورخِ اہلِ حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی۔ متعنا اللّٰہ بطول حیاتہ۔ اپنے اسلاف و اکابرین کے سوانح حیات اور زندگی کے احوال و واقعات کو بڑے حسین پیرائے میں مرتب کرکے ایسی قابلِ قدر خدمت سرانجام دینے میں مصروف ہیں کہ جس کی ماضی قریب میں نظیر نہیں ملتی، کیوں کہ وہ اس عمل جلیل اور زریں کارنامے کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہمیت سے بخوبی آگاہ ہیں، جیسا کہ وہ خود رقم طراز ہیں:

''زندہ و بااصول اور منظّم وباقاعدہ جماعتیں اپنی ابتدائی تاریخ اور اولیں ریکارڈ ہر قیمت پر محفوظ رکھتی اور اس کا چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتیں۔'' (ہفت اقلیم صفحہ: 35)

تاریخ نویسی اور خاکہ نگاری ان کا فطری ذوق ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ میں خود پرانا آدمی ہوں اور پرانے لوگوں سے تعلقات قائم کرنے اور قائم رکھنے کا عادی ہوں، ان کی باتیں بڑے غور سے سنتا ہوں اور پھر انھیں یاد رکھنا ضروری سمجھتا ہوں، ان کی صحبت ورفاقت میں بیتے ہوئے لمحات کو زندگی کی قیمتی متاع قرار دیتا ہوں، یہی وجہ ہے کہ بہت سے پرانے لوگوں کے چھوٹے موٹے بہت سے واقعات میری لوح ذہن پر مرتسم ہیں جن کو بیان کرنے سے بے حد خوشی محسوس کرتا ہوں۔'' (ہفت اقلیم صفحہ: 98)

محترم بھٹی صاحب وقائع نگاری اور تاریخ نویسی کے اصول وضوابط کو جس اہتمام سے ملحوظ رکھتے اور ان کی پابندی کرتے ہیں، اس کا اندازہ ان کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

''تاریخ کا یہ ایک بنیادی اصول ہے کہ اس کے واقعات ایک خاص انداز اور رفتار سے اپنا سفر طے کرتے ہیں، اس میں خلل ڈالنا اور اسے بدل کر اپنی مرضی کے مطابق چلانے کی سعی کرنا اس کے مزاج وفطرت کے قطعاً منافی ہے۔'' (ہفت اقلیم صفحہ: 366)

وہ کامل احتیاط اور جدوجہد کے ساتھ حقائق کو منظر عام پر لاتے ہیں، لیکن اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود ان کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمایئے جو ان کی تواضع کا ثبوت اور عظمت کی دلیل ہے۔ ''کاروانِ سلف'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''میں نے اپنی کسی تحقیقی اور تحریری کاوش کو کبھی حرفِ آخر نہیں سمجھا۔ ہر لکھنے والے سے لغزشِ قلم اور لغزشِ فکر ہو سکتی ہے، مجھ سے بھی ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ اس کتاب میں بھی بے حد احتیاط کے باوجود کہیں نہ کہیں میں نے ضرور ٹھوکر کھائی ہوگی۔ اگر کسی صاحب کو اس میں کوئی اچھی بات نظر آئے تو اسے محض اللہ کا فضل قرار دیا جائے کہ اس نے مجھے اظہار وبیان کی توفیق مرحمت فرمائی اور اگر کہیں کوئی نقص دکھائی دے تو اسے میری کوتاہی اور کم نظری پر محمول کیا جائے۔''

(کاروانِ سلف صفحہ: 12، 13)

بھٹی صاحب، جس ذوق وشوق سے اپنے اکابرین کی مساعیٔ جمیلہ کو اجاگر کرتے اور ان کے تذکارِ حسین کو جس سلیقے اور قرینے سے قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، اس کا اندازہ ان کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے:

''میں نے اپنے طور پر اس کتاب کے صفحات میں علمائے اہلِ حدیث کی ایک چھوٹی سی کہکشاں سجانے کی کوشش کی ہے۔ اس کہکشاں کے ہر تارے نے اندھیروں میں اجالا کیا اور ظلمات کو روشنی بخشی ہے۔ ان سے استفادہ کرنے والے حضرات اس روشنی کی حدود کو اپنے انداز سے برابر آگے بڑھا رہے ہیں، میں اس کوشش میں کہاں تک کامیاب رہا ہوں، اس کا فیصلہ خوانندگانِ محترم کے ذوقِ مطالعہ پر چھوڑتا ہوں۔''

(کاروانِ سلف صفحہ: 12)

الحمدللہ! وہ یقیناً اس عظیم کاوش میں کامیاب ہیں اور ان کی مساعی قابلِ رشک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور جس عمدہ اسلوب اور خوبی سے انھوں نے وقائع نگاری کی ہے، اسے پڑھتے ہوئے ان کا قاری یوں محسوس کرتا ہے کہ وہ اسی دور میں رہ رہا ہے اور انہی شخصیات کے درمیان موجود ہے۔ مختلف لوگوں کے عرف وعادات، مختلف مقامات کے جغرافیائی وموسمی احوال اور سیاسی ومعاشرتی کوائف اور وجوہِ تسمیہ جیسی نادر معلومات فراہم کر کے وہ قارئینِ کرام کی معلومات میں اضافے کا سامان پیدا کرتے ہیں، کیوں کہ انھیں یقین ہے:

''اگر آئینہ قلب صاف ہو اور نیت زنگ آلود نہ ہو چکی ہو تو قدم خود بخود کامرانی کی طرف بڑھنے لگتے ہیں اور مستقبل کی راہ بہت جلد متعین ہو جاتی ہے۔'' (نقوشِ عظمتِ رفتہ صفحہ: 266)

قارئینِ کرام! ہمارے بہت سے نامور اکابرین اور جید علماے عظام جنھیں اللہ تعالیٰ نے بوقلموں اوصاف اور گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے، مختلف علوم وفنون میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، لیکن ان کے بعض اوصاف اور خوبیاں ان کی پہچان کی علامت بن گئی ہیں، مثلاً: شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کو لیجیے، کم وبیش دو سو بہترین کتب کی تصنیف اور اخبار ''اہلِ حدیث'' میں ہزاروں مضامین لکھنے کے باوجود ان کی پہچان فنِ مناظرہ میں ان کی وہ مہارت ہے، جو اور کسی کے حصے میں نہ آئی۔ شہیدِ اسلام حضرت علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ اردو وعربی کے ایک صاحبِ طرز ادیب اور مصنف ہیں، لیکن ان کی پہچان کی علامت ان کی خطابت ہے کہ اپنے دور کے لاجواب خطیب ہونے کی بنا پر انھیں ''خطیبِ ملت'' کہا جاتا تھا۔ مولانا محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ شیخ الحدیث اور ایک کامیاب خطیب تھے، لیکن اس کے باوجود ان کی پہچان کی علامت فنِ مناظرہ بن گیا تھا۔ اسی طرح حضرت مولانا احمد الدین گکھڑوی ایک محقق عالمِ دین اور خطیب بھی تھے، لیکن فنِ مناظرہ ان کی پہچان بن چکا تھا۔ جب ہم نے ہوش سنبھالا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تو ہم حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ کے بارے میں بڑی بڑی کانفرنسوں اور جلسوں کے اشتہارات میں سلطان المناظرین کا لقب لکھا ہوا دیکھتے اور لوگوں کی زبان سے ''شیر بہادر، شیر بہادر، عبدالقادر، عبدالقادر'' کے نعرہ ہائے پُر جوش سنا کرتے تھے۔ اسی طرح مولانا احمد الدین گکھڑوی کے شدید المعارضہ ہونے اور حاضر جوابی کے چرچے بھی سنتے تھے اور لوگ انھیں امام المناظرین اور استاذ المناظرین کے القاب سے یاد کیا کرتے تھے۔ بلاشبہہ وہ جماعت اہلِ حدیث کے ممتاز مناظرین میں سے تھے، جیسا کہ مورخِ اہلِ حدیث تحریر فرماتے ہیں:

''مسلکِ اہلِ حدیث سے وابستہ مناظر حضرات کی وسیع فہرست میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا محمد ابرہیم میر سیالکوٹی، مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا احمد الدین گکھڑوی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا عبداللہ معمار، مولانا نور حسین گرجاکھی رحمہم اللہ اور دیگر متعدد بزرگانِ دین شامل ہیں۔'' (قافلۂ حدیث صفحہ: 492)

دوسرے بہت سے اکابرین کی طرح مولانا گکھڑوی مرحوم کی، جدوجہد سے بھرپور زندگی کے بہت سے گوشے عصرِ حاضر کے زیادہ تر لوگوں کی نگاہ سے اوجھل تھے۔ ان کی حاضر جوابی، طرزِ استدلال اور زورِ بیان کے واقعات سننے والا ہر شخص متمنی تھا کہ اپنے دور کی اس عبقری شخصیت کے حالات زندگی سے آگاہی حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ مورخِ اہلِ حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے یہ عظیم کارنامہ سرانجام دے کر جہاں تذکرہ اسلاف میں ایک اور باب کا اضافہ کر دیا ہے، وہاں بہت سے شائقین کی تشنگی دور کرنے اور تسکین طبع کا سامان بہم پہنچانے کا اہتمام بھی کر دیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ اپنی بہترین جزاؤں سے نوازے کویت میں مرکز دعوۃ الجالیات کے رئیس برادر مکرم عارف جاوید محمدی صاحب کو جو کہ اس کارِ خیر کی تکمیل کے اصل محرک ہیں۔ انھوں نے بڑی دلچسپی اور کامل رغبت کے ساتھ اس موضوع کی متابعت کی اور بہ اصرار بھٹی صاحب سے اس کتاب کی ترتیب وتکمیل کا مطالبہ جاری رکھا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ علمائے اہلِ حدیث کی خدمات اور زریں کارناموں سے متعلق معلومات جمع کرنے اور ان کی علمی خدمات کی اشاعت کا اہتمام کرنے کا انھیں جنون کی حد تک شوق ہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بہت سی معلومات جمع کر رکھی ہیں جو ان کے ''عجائب خانہ'' میں موجود ہیں۔اسی طرح "إجازة الرواية" سے متعلق مسند علمائے کرام کے بارے میں ان کے پاس ایسی معلومات ہیں جو کہ میری ناقص رائے کے مطابق شاید ہی کسی اور کے پاس ہوں۔ حال ہی میں ان کی کوششوں سے "أهل حديث في شبه القارة الهندية وعلاقتهم بالمملكة العربية السعودية وغيرها من الدول" کے نام سے ایک کتاب مکمل ہوئی ہے اور ماشاء اللہ اب زیرِ طبع ہے، جس کا مواد انھوں نے فراہم کیا ہے ،لیکن اس کی ترتیب وتقدیم اور تعریب کا کام نامور علمی شخصیت فضیلہ الشیخ صلاح الدین مقبول احمد حفظہ اللہ نے کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس کتاب کی تکمیل کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے ساتھ مولانا عارف جاوید محمدی حفظہ اللہ کا قرابت داری کا تعلق بھی ہے۔ وہ مولانا سے اپنے تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مولانا احمد الدین رحمہ اللہ سے بالمشافہ ملاقات مولانا کے بھتیجے محمد یعقوب کی شادی پر قلعہ دیدار سنگھ میں ہوئی۔ اس شادی میں نکاح مولانا احمد الدین نے خود پڑھایا تھا اور دلہن ہمارے قریبی عزیزوں میں سے تھیں۔ مولانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتہائی سادہ مزاج اور کم گو تھے۔ قمیص کے بٹن اکثر کھلے رکھتے اور تہبند باندھتے، سر پر بید کی ٹوپی اور ہاتھ میں لاٹھی .....! جب بھی قلعہ میں تشریف لاتے تو اگر جمعہ کا دن ہوتا تو خطبہ جمعہ وہی ارشاد فرمایا کرتے اور اگر جمعہ کے علاوہ کسی دن تشریف لاتے تو درسِ قرآن ضرور ارشاد فرماتے۔ ایک دفعہ مولانا ایک شادی میں شرکت کے لیے قلعہ دیدار سنگھ تشریف لائے تو بطور تکریم وہ لوگوں کے آگے آگے تھے اور ان کی لاٹھی میں (عارف جاوید محمدی) نے پکڑی ہوئی تھی۔ شادی والے گھر گئے تو وہاں نکاح خوانی کے لیے اس نواح کے حنفی عالمِ دین قاضی عصمت اللہ مدعو تھے۔ جب مولانا وہاں پہنچے تو قاضی صاحب نے جلدی جلدی نکاح پڑھایا اور فوراً وہاں سے رخصت ہو گئے۔

نکاح کے بعد مولانا نے پوچھا: ''کیا عصمت اللہ چلے گئے ہیں؟''

میں نے جواب دیا: ''جی ہاں! وہ تشریف لے گئے ہیں۔''

فرمانے لگے: ''اس نے چلے ہی جانا تھا، کیوں کہ اسے پتا چل گیا تھا کہ احمد الدین آ گیا ہے۔''

اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا احمد الدین کی تمام مسالک کے علما پر ایک ہیبت تھی اور رعب تھا۔

مولانا گکھڑوی کے علمی شغف اور اہلِ علم سے وابستگی کا تذکرہ کرتے ہوئے مولانا عارف جاوید محمدی بیان کرتے ہیں کہ جب مولانا عبدالخالق قدوسی کویت تشریف لائے تو اثنائے گفتگو میں مولانا گکھڑوی مرحوم کا ذکرِ خیر آ گیا۔ مولانا قدوسی نے فرمایا:

''وہ میرے ہم جماعت تھے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے تعجب سے پوچھا: ''وہ آپ کے ہم جماعت کیسے ہو سکتے ہیں؟''

قدوسی صاحب نے فرمایا:

''جب ہم حضرت العلام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ سے سراجی (علم فرائض) کا درس لیا کرتے تھے تو اس دوران مولانا گکھڑوی بھی شریک درس ہوا کرتے تھے اور بڑے انہماک سے درس سنا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے وہ ہمارے ہم جماعت ہیں اور مجھے اس پر فخر ہے۔''

پھر فرمانے لگے کہ میں نے مولانا گکھڑوی کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''الحمد للہ! مجھے کسی مناظرے میں شکست نہیں ہوئی۔''

محترم عارف جاوید محمدی، شیخ الحدیث مولانا حافظ مسعود عالم حفظہ اللہ (جامعہ سلفیہ فیصل آباد) کے حوالے سے مولانا گکھڑوی کے ایک مناظرے کی روداد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''حافظ مسعود عالم صاحب ملک حسن علی جامعی مرحوم کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ شرق پور کے قریب دریائے راوی کے کنارے ایک مقام ''موضع بھینی'' میں کسی زمانے میں قادیانی کافی تعداد میں آباد تھے اور اس گاؤں میں دیوبندی مسلک کے بھی بہت سے گھرانے سکونت پذیر تھے۔ ایک دفعہ فریقین کے مابین مناظرہ طے ہوا، تو دیوبندی حضرات نے قادیانی مناظر کے مقابلے میں جالندھر سے ممتاز عالم دین مولانا خیر محمد جالندھری (معروف عالمِ دین مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کے والدِ گرامی) کو بلایا۔ دو تین دن مناظرہ جاری رہا، لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا، بالآخر وہاں کے لوگوں نے مشورہ دیا کہ اہلِ حدیث عالمِ دین مولانا احمد الدین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گکھڑوی کو دعوت دی جائے۔ چنانچہ مولانا احمد الدین کو بلایا گیا اور مولانا نے اللہ کے فضل سے مناظرہ جیت لیا اور قادیانیوں کو شکستِ فاش ہوئی۔ لوگ جب فاتحانہ جلوس کی شکل میں بھینی سے شرق پور آئے تو نمازِ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ سب نے عقیدت واکرام سے مولانا احمد الدین گکھڑوی کو امامت کے لیے اصرار کیا اور مولانا نے نمازِ مغرب کی امامت کرائی، لیکن وائے افسوس! محترم مولانا خیر محمد جالندھری مرحوم نے ان کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھی اور فرمایا: ''میں غیر مقلد کے پیچھے نماز نہیں پڑھ سکتا۔''

زیرِ نظر کتاب میں مورخِ اہلِ حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی نے بڑے سلیقے اور ادبی اسلوب سے امام المناظرین مولانا احمد الدین گکھڑوی کی سوانح نگاری فرمائی ہے۔ اور ان کی زندگی کے تمام علمی پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ہم اس عظیم کارنامے کی انجام دہی پر بھٹی صاحب کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور تاریخِ اہلِ حدیث میں ایک زریں باب کے اضافے پر ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم لجنة القارة الهنديه کویت کے رئیس فضیلۃ الشیخ ابو خالد فلاح خالد المطیری حفظہ اللہ اور محترم شیخ عارف جاوید محمدی رئیس مرکز دعوۃ الجالیات کویت کے بھی شکرگزار ہیں کہ جن کی خصوصی توجہ اور دلچسپی سے ہمیں ایک اہم اور عظیم شخصیت کے حالات زندگی سے آگاہی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو اپنی نیک جزاؤں سے نوازے۔ آمین

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ بھٹی صاحب نے ماشاء اللہ کتابیں تو بہت لکھی ہیں لیکن لجنة القارة الهنديه کے لیے اب تک ان کی پانچ کتابیں شائع ہوئی ہیں جو نہایت اہم ہیں اور مندرجہ ذیل ہیں۔

- پہلی کتاب ''برصغیر میں اہلِ حدیث کی آمد'' کے نام سے موسوم ہے۔ یہ اپنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نوعیت کی اولیں کتاب ہے جو 338 صفحات پر مشتمل ہے۔

- دوسری کتاب ''برصغیر کے اہلِ حدیث خدامِ قرآن'' ہے۔ سات سو صفحات میں پھیلی ہوئی اس کتاب میں برصغیر کے ان 185 حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے، جنھوں نے اردو، فارسی، انگریزی، پشتو، بلوچی، سندھی، پنجابی، سرائیکی، ہندی وغیرہ زبانوں میں بہ صورت نظم یا نثر پورے قرآن یا قرآن کے کسی حصے کا ترجمہ کیا یا اس کی تفسیر لکھی۔ یہ نہایت محنت طلب کام ہے جو بھٹی صاحب نے کیا۔ ہر مترجم اور مفسر کے ضروری حالات بھی لکھے گئے ہیں۔
- تیسری کتاب جو بھٹی صاحب نے تصنیف فرمائی ''دبستانِ حدیث'' ہے۔ یہ کتاب بڑے سائز کے 673 صفحات پر محیط ہے۔اس میں برصغیر کے ان ساٹھ حضرات کے حالات قلم بند کیے گئے ہیں، جنھوں نے تصنیفی اور تدریسی صورت میں نبی اکرم ﷺ کی حدیث کی خدمت کی۔
- چوتھی کتاب ''گلستانِ حدیث'' ہے۔ اس میں بھی خدامِ حدیث کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے جو بڑے سائز کے 555 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔
- پانچویں کتاب یہی ''استاذ المناظرین مولانا احمد الدین گکھڑوی'' ہے جو قارئینِ کرام کے زیرِ مطالعہ ہے۔
- چھٹی کتاب ''چمنستانِ حدیث'' کے نام سے زیرِ تصنیف ہے۔ ان شاء اللہ یہ بھی جلد ہی خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔

خادم العلم والعلما

عبدالخالق بن محمد صادق (کویت)

7 جنوری 2011ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرفے چند

(طبع اوّل)

مولانا احمد الدین گکھڑوی نے جس خاندان میں جنم لیا اور جس گھرانے میں شعور کی دہلیز پر قدم رکھا، اس خاندان میں صالحیت کے آثار تو موجود تھے، لیکن خاندان کے کسی فرد کو علم سے شناسائی نہ تھی۔ احمد الدین اس خاندان کے پہلے اور واحد فرد تھے، جنھوں نے اپنی ذاتی کوشش اور بھاگ دوڑ سے حصولِ علم کی راہ اپنائی اور پھر ان کے سلسلۂ تقریر و خطابت اور مناظرات نے وہ رنگ باندھا کہ اس سے ایک دنیا متاثر و محظوظ ہوئی۔ جہاں گئے کامیابی نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔

بے شک وہ مصنف بھی تھے اور انھوں نے جو کتابیں تصنیف کیں، وہ اپنے موضوع کی نہایت تحقیقی کتابیں ہیں، جن کا تذکرہ اس کتاب کے ایک مستقل باب میں کیا گیا ہے اور آیندہ صفحات میں قارئین کے مطالعہ میں آئے گا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر عالم و محقق نے ان پر تقریظیں لکھیں۔ لیکن ان کی شہرت کا اصل باعث ان کے مناظرے اور مباحثے ہوئے اور تقریر و خطابت کا وہ خاص انداز ہوا جو انھوں نے اختیار کیا۔ وہ متحدہ ہندوستان کا زمانہ تھا اور تمام مذاہب و مسالک کے لوگ اس ملک میں آباد تھے۔ ان کے اہلِ علم کے درمیان مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ لوگ دیکھتے تھے کہ کہیں ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے آریہ سماجی اور سناتن دھرمی باہم ٹکرا رہے ہیں، کہیں مسلمان اور آریہ سماجی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظر پنجہ آزمائی میں مشغول ہیں، کہیں عیسائی پادریوں اور مسلمان عالموں میں سلسلۂ بحث جاری ہے، کہیں مرزائی اور مسلمان ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہیں، کہیں اہلِ حدیث اور بریلوی حضرات آمنے سامنے سٹیج لگائے ہوئے ہیں، کہیں شیعہ اور اہلِ سنت ایک دوسرے کو للکار رہے ہیں۔ وہ علمی اعتبار سے دلچسپ اور مذہبی لحاظ سے معلومات افزا دور تھا، جس میں جگہ جگہ علم کی ورزش اور تحقیق کی کشتی کے اکھاڑے جمے ہوئے تھے۔اس دور میں ایک عجیب تر اور مسرت آمیز بات یہ تھی کہ ہر طرف کے لوگ نہایت اطمینان وتحمل اور ہنسی خوشی سے ایک دوسرے کی باتیں سنتے تھے۔ کسی جانب سے کسی قسم کی ہنگامہ آرائی نہیں ہوتی تھی۔ نہ مناظرے سے پہلے کوئی فریق کسی فریق سے جھگڑتا تھا، نہ اثنائے مناظرہ میں کسی جانب سے سختی کی فضا پیدا کی جاتی تھی اور نہ مناظرے کے بعد ہاتھا پائی تک نوبت آتی تھی۔ بات علمی لحاظ سے افہام وتفہیم کے دائرے میں رہتی تھی۔ اس سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ لڑائی جھگڑا کرنے والوں کو شکست خوردہ سمجھا جاتا تھا اور کہا جاتا تھا کہ یہ لوگ علمی بات کا جواب علمی اسلوب میں نہیں دے سکتے، اس لیے لڑائی جھگڑے پر اتر آئے ہیں۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی اگرچہ طالب علمی کے زمانے میں بھی اپنے مذہب ومسلک کے مخالفین سے بحث ومباحثہ جاری رکھتے تھے، لیکن تعلیم سے فراغت کے بعد وہ باقاعدہ طور سے 1920ء کے پس وپیش مناظرے اور تقریر کے میدان میں اترے۔ پھر عیسائیوں، شیعوں، مرزائیوں اور بریلویوں سے ان کے بے شمار مناظرے ہوئے اور اس زمانے میں ان کے مناظروں کی سامعہ نواز گونج دور دور تک سنی گئی۔ لیکن اتنے بڑے اور کامیاب مناظر کے تاریخی طور سے ترتیب وار مناظرات کی تفصیل ہمارے علم میں نہیں آتی۔ میرے خیال میں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نہ ان کے رشتے داروں میں کسی شخص کو علم ودانش سے اتنا تعلق تھا کہ وہ ان کے مناظرات ومباحث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اہم نکات خاص ترتیب سے ضبطِ تحریر میں لاسکتا، نہ ان کے کسی دوست اور شاگرد نے اس پر غور کیا اور نہ خود ان کا اپنا دھیان اس طرف گیا کہ تاریخ وار ان مناظرات کی روداد قلم بند کی جائے۔ اس دور میں ذرائع ابلاغ کا بھی اتنا پھیلاؤ نہ تھا اور جماعت اہلِ حدیث کے بھی زیادہ اخبار نہ تھے۔ پورے برصغیر میں صرف دو تین ہفت روزے اور ماہنامے ہوں گے۔ ان میں ان کے مناظروں کے تمام ضروری اور بنیادی پہلو ضبطِ تحریر میں نہیں آسکتے تھے۔ پھر مناظرے بھی جگہ جگہ ہو رہے تھے اور مسلسل ہو رہے تھے، اخباروں میں کس کس مناظرے کا ذکر کیا جاتا۔ اسے لوگ معمول کا واقعہ قرار دیتے تھے۔ علاوہ ازیں وہ ان کی جوانی کا دور تھا اور جوانی میں بے پروائی کا عنصر ہمیشہ غالب رہتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ درویش منش مناظر تھے۔ ہر مناظرے میں ان کا مقصد کتاب وسنت کی تبلیغ اور اپنے مسلک کی حقانیت کا اظہار و اثبات ہوتا تھا اور وہ مقصد نہایت اچھے طریقے سے حاصل ہوجاتا تھا۔ حالات بتاتے ہیں کہ انھوں نے اس مسئلے پر کبھی غور نہیں فرمایا کہ مذہبی طور پر ان کے مناظرے خاص تاریخی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کی حفاظت ضروری ہے۔ یہ محفوظ رہیں گے تو آیندہ نسل ان سے فائدہ اٹھائے گی۔ وہ ہر مناظرے کو ایک وقتی اور ہنگامی تبلیغی معاملہ سمجھتے رہے اور اسی پر عمل پیرا رہے۔

میں نے چھوٹی عمر میں تقسیم ملک سے بہت سال پہلے ان کے دو مناظرے سنے تھے۔ ایک مناظرہ دیہات میں جمعہ پڑھنے کے متعلق ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں میں بریلوی عالم مولانا محمد حسین (ساکن گوندلاں والا) سے ہوا تھا اور دوسرا مناظرہ انھوں نے ضلع فیروز پور ہی کے مشہور تدریسی مرکز ''لکھو کے'' کے قریب موضع ڈھنڈیاں میں مولانا حافظ عبدالستار دہلوی سے کیا تھا۔ ان دونوں مناظروں کی تفصیل مجھے یاد ہے، جس کے بعض اہم حصے آیندہ صفحات میں خوانندگانِ محترم کے مطالعہ میں آئیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے وہ رفقائے کرام اور علمائے عظام جو مختلف مقامات کے جلسوں اور مناظروں میں ان کے ساتھ رہے، وہ ان کی تقریروں اور مناظروں کی تحسین تو کرتے ہیں، لیکن ان کی تفصیل ان میں سے کوئی صاحب بیان نہیں فرماتے۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ ان کے مناظروں کی تفصیل کیوں بیان نہیں کی گئی؟ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ کے بقول وہ استاذ المناظرین تھے۔ استاذ المناظرین کے مناظروں کے موضوع اور ان کی تفصیل ضبطِ تحریر میں آنا چاہیے تھی۔

معلوم ہوتا ہے زندگی کے آخری دور میں انھیں یہ احساس ہوگیا تھا کہ انھوں نے خطابتی اور مناظراتی صورت میں جو خدمات سرانجام دی ہیں، وہ تحریری طور پر بھی محفوظ ہوجانی چاہئیں، چنانچہ اپنے آخری ایامِ مرض میں وفات سے کچھ دن پہلے انھوں نے اخبار ''الاعتصام'' کے عملۂ ادارت کے مرحوم رکن مولانا محمد سلیمان انصاری کو خط لکھا اور ان سے ملاقات کی خواہش ظاہر فرمائی۔ مولانا محمد سلیمان انصاری ان کی خدمت میں گکھڑ گئے تو انھوں نے اس قسم کی باتیں کیں کہ ہماری جماعت کے نوجوانوں کو اپنے بزرگوں کے کارنامے جمع کرنے کا شوق نہیں ہے۔ اپنے خاندان کے نوجوانوں کے متعلق کہا کہ حصولِ علم کی طرف ان کی توجہ نہیں۔

مولانا محمد سلیمان انصاری سے انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ موجودہ دور کے علما ہم جیسے تجربہ کار لوگوں سے استفادہ نہیں کرتے، حالاں کہ ہماری باتیں ہمارے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد انہی کے کام آنے والی ہیں۔

ظاہر ہے اس قسم کی گفتگو کا مطلب یہی تھا اور بالکل صحیح تھا کہ انھوں نے اپنے طور پر جماعت کی جو خدمت کی ہے، افادۂ عام کے لیے اسے کسی صورت میں محفوظ و مرتب کیا جائے۔ مولانا محمد سلیمان انصاری بھی عرصہ ہوا دنیا سے رخصت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو گئے..... یہ ایک المیہ ہے کہ جس انداز اور جس سلیقے سے کتابی صورت میں یا مضامین کی صورت میں مولانا احمدالدین کے حالات و خدمات مرتب ہونا چاہئیں تھے، کسی صاحب نے نہ کیے۔ اس کتاب میں یہ خلا پُر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ان شاء اللہ قارئین کو اس سے کافی مواد مل جائے گا۔

قابلِ غور بات یہ ہے کہ زندگی کے آخری دور میں مولانا احمد الدین نے اپنے کسی پرانے ساتھی کو اپنے ہاں تشریف لانے کی دعوت نہیں دی۔ جن حضرات کی رفاقت میں وہ مختلف مقامات کے جلسوں اور مناظروں میں شرکت فرماتے رہے، ان میں سے کسی کو خط لکھ کر نہیں بلایا۔ اپنے سے بہت کم عمر ایک جماعتی اخبار کے رکن کو بلایا جو کبھی ان کے ساتھ کسی جلسے یا مناظرے میں نہیں گئے ہوں گے۔ اس کی وجہ شاید یہی تھی کہ ان کے مناظرات کے اہم پہلوؤں کو حیطۂ تحریر میں لا کر اخبار میں شائع کیا جائے تاکہ لوگ ان سے استفادہ کر سکیں، لیکن حالات کی رفتار کچھ ایسی رہی کہ مولانا محمد سلیمان انصاری کو بھی ان کے واقعاتِ حیات اور مناظرات کے اہم پہلوؤں کو جمع کرنے اور ترتیب دینے کی فرصت نہ ملی اور پھر اس ملاقات کے چند روز بعد خود مولانا احمد الدین بھی اس دنیا کو چھوڑ کر عالمِ آخرت میں جا پہنچے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی تاریخ کو بھلا دیا ہے یا اس سے بے رخی اختیار کر لی ہے۔ ہمارے اسلاف نے جو تحریری، تصنیفی، مناظراتی اور تدریسی خدمات سرانجام دیں، ہم بہت حد تک اس سے نا آشنا ہیں۔ ہمارے وہ بزرگ جو تمام عمر تصنیف و تالیف میں مصروف رہے، جنھوں نے بے شمار لوگوں کو علم کی دولت سے مالا مال کیا اور جن کے شب و روز خطابت و مناظرات کی صورت میں تبلیغِ دین میں بسر ہوئے، ان میں سے کتنے ہی بزرگوں سے ہم نے رشتہ توڑ لیا ہے۔ ان کی زندگیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں ان کی جہدِ مسلسل کے جو نقوش ہر آن ابھرے رہے، ہماری عدمِ توجہ سے اب وہ نقوش مدہم پڑ گئے ہیں۔ ان بزرگانِ عالی مرتبت میں سے ایک جلیل المنزلت شخصیت انہی مولانا احمد الدین گکھڑوی کی تھی۔ ان کی وفات پر ابھی چالیس برس بھی نہیں گزرے اور ان سے ملنے والے بہت سے اصحابِ علم اللہ کی مہربانی سے موجود ہیں، لیکن ہماری حرماں نصیبی ملاحظہ ہو کہ ہم ان کی خدماتِ دینی کی تفصیل سے پوری طرح واقف نہیں۔ کچھ اور بزرگ بھی ہیں جو ہماری لوحِ ذہن سے تقریباً محو ہو گئے ہیں۔

مثال کے طور پر مولانا عبداللہ معمار اور حبیب اللہ کلرک کو لیجیے۔ ان دونوں کا تعلق امرتسر سے تھا اور مرزائیت کی مخالفت میں انھوں نے جو تحریری مواد جمع کیا اور خاص ترتیب کے ساتھ شائع کرایا، وہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ مولانا عبداللہ معمار مزدوری کرتے اور لوگوں کے مکان بناتے تھے۔ اپنی مزدوری کے اوقات سے وقت نکال کر وہ مرزائیوں سے مناظرے بھی کرتے تھے اور اس موضوع پر کتابیں بھی لکھتے تھے۔ اس سلسلے میں ان کی ایک مشہور اور ضخیم کتاب ''محمدیہ پاکٹ'' ہے، جو تقسیم ملک سے پہلے بھی چھپی اور بعد میں بھی چھپی۔ مرزائیت کے بارے میں یہ کتاب کتب حوالہ میں سے ہے۔ لیکن مولانا عبداللہ معمار کا کبھی کسی نے تذکرہ نہیں کیا۔ وہ 1950ء میں فوت ہوئے تھے اور میں نے انہی دنوں ''الاعتصام'' میں ان پر مضمون لکھا تھا۔ اس کے بعد کسی نے ان کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔

حبیب اللہ کلرک امرتسر میں محکمۂ انہار میں کلرک تھے۔ مرزائیت سے متعلق بہت معلومات رکھتے تھے۔ اس سلسلے کے وہ بہت بڑے مقرر بھی تھے اور کئی اہم رسائل کے مصنف بھی۔ تقسیم ملک سے قبل ان کی بڑی شہرت اور بہت مانگ تھی، لیکن اب ہماری یادوں کے کسی ورق کی کسی سطر میں کہیں ان کا نام اور کام دکھائی نہیں دیتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم خادم، مولانا علی محمد صمصام اور مولانا حافظ اسماعیل روپڑی رحمۃ اللہ علیہم کے بارے میں بھی کسی صاحب کا کوئی قابلِ ذکر مضمون نہیں چھپا۔ اور بھی بہت لوگ ہیں، جن کی شخصیت سے ہم باخبر ہیں، لیکن ان کے حالات سے بے خبر۔

مولانا احمد الدین کی تو کوئی اولاد بھی نہ تھی اور ان کے قریبی رشتے داروں میں بھی کوئی شخص ایسی صلاحیت کا مالک نہ تھا جو ان کی زندگی میں یا ان کے بعد ان کے حالات قلم بند کرتا، جن علمائے ذی مرتبت کے اخلاف کو اللہ تعالیٰ نے علم وعمل کی نعمتِ بے بہا سے نوازا ہے اور وہ قلم وقرطاس کے فن سے بھی آگاہ ہیں، وہ بھی اپنے آبا و اجداد کے حالات لکھنے میں متامّل ہیں۔ میں اس باب میں کسی اہلِ علم کو مطعون نہیں ٹھہراتا۔ نہ میرا یہ مطلب ہے کہ ان کے اخلاف میں سے کسی وجہ سے کوئی شخص یہ خدمت سرانجام نہیں دے سکا تو کوئی اور بھی نہ دے۔ وہ اہلِ علم بزرگ یقیناً ہمارے بھی بزرگ تھے۔ ہم نے ان سے فیض حاصل کیا ہے اور ان کی تصانیف اور ان کی اولاد کی مساعیِ تدریس کے ذریعے سے اب بھی حاصل کر رہے ہیں، ہم سب کا فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان کے حالات قلم بند کرنے کی کوشش کریں، چنانچہ یہ فقیر اپنے طور پر کسی نہ کسی نہج سے بزرگانِ دین کے احوالِ زندگی حوالۂ قلم کرنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق بھی جو کچھ میسر آیا، لکھ دیا گیا۔

یہ ضروری نہیں کہ علمائے سلف کے ورثا اپنے آباواجداد کے ہر کارنامے سے آگاہ ہوں اور دوسرے لوگ ان کے بارے میں بالکل ناواقف ہوں۔ جو کچھ کسی کو معلوم ہے اس کا بہتر طریقے سے اظہار کرنا چاہیے۔ بعض مشہور علمی خاندانوں کے اسلاف کے بعض اہم واقعات سے ان کے بہت لکھے پڑھے اخلاف آگاہ نہیں اور اللہ کے فضل سے یہ فقیر آگاہ ہے۔ میرا فرض ہے کہ میں ان اہم واقعات کو ذہن کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تہ خانے سے نکال کر کاغذ پر مرتسم کروں، اور بحمد اللہ حتی الامکان میں یہ کام کرتا رہتا ہوں اور مجھے کرنا بھی چاہیے۔

میں ہرگز یہ دعوی نہیں کرتا کہ میں سب کچھ جانتا ہوں اور کسی بزرگ کے بارے میں جو واقعات بیان کرتا ہوں، وہ سب واقعات مجھے حفظ ہیں۔ میں بھی کسی صاحب کے متعلق کچھ لکھتا ہوں تو بسا اوقات مختلف اہلِ علم سے روابط قائم کرتا ہوں اور پوچھ پوچھ کر اور بچ بچ کر اپنی دانست میں احتیاط سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہیں غلطی بھی ہوجاتی ہے جو انسانی فطرت کا خاصہ، بلکہ تقاضا ہے۔

مولانا احمدالدین گکھڑوی کے متعلق بھی جو کچھ لکھا گیا ہے، بہت سے دروازوں پر دستک دے دے کر لکھا گیا ہے اور یہ بھی ہمارے عزیز القدر دوست مولانا عارف جاوید محمدی (مقیم کویت) کی سعیِ پرُخلوص کا نتیجہ ہے۔ ان کی بار بار کی تاکید سے کچھ مواد جمع ہوگیا، جسے کتابی ''شکل'' دے دی گئی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس شکل میں کچھ جان بھی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کی نبض اب لائقِ احترام قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی فیصلہ کریں گے کہ اس میں تھوڑی یا بہت جان ہے یا نہیں ہے۔

مولانا عارف جاوید محمدی کے بارے میں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرحومین و موجودین علماے کرام سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور ان کے واقعاتِ زندگی سے انھیں خاص دلچسپی ہے۔ یہ کتاب جیسی بھی ہے، ان کی عقیدت و محبت اور دلچسپی کی وجہ سے ہی معرضِ کتابت میں آئی ہے۔

اس کا مواد جمع کرنے میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے مینجر جناب محمد سلیم چینوٹی کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ انھوں نے اخبار میں بھی بار بار اعلان کیا اور لاہور سے باہر جا کر بھی بعض حضرات سے ملاقات کی۔ جو کچھ کسی دوست سے ملا، کاغذ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پر منتقل کر دیا گیا۔ اس سے خوانندگانِ محترم ان شاء اللہ اپنے پسند کی تھوڑی بہت چیزیں حاصل کر سکیں گے۔

حکیم عتیق الرحمٰن اور ڈاکٹر محمد یوسف فاروق نے بھی بڑی مدد کی۔ یہ دونوں بھائی ہمارے مخلص ترین عزیز دوست ہیں۔ حکیم عتیق الرحمٰن اس سلسلے میں گکھڑ بھی گئے اور گوجراں والا کا چکر بھی لگایا اور بعض لوگوں سے ملاقات کی۔ حکیم صاحب گوجراں والا جا کر مولانا محمد ابراہیم سے بھی ملے جو برادری میں مولانا احمد الدین کے بھتیجے ہیں۔ مولانا ممدوح سے انھیں جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ اس کتاب میں درج ہیں۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی کا رسالہ ''قدامتِ اہلِ حدیث'' بھی مجھے حکیم صاحب نے ارسال فرمایا۔ دونوں بھائی حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے بھتیجے اور ہمارے مرحوم کرم فرما حکیم عبدالمجید صاحب کے فرزندانِ ذی قدر ہیں۔ ان کا ذکر آگے بھی آئے گا۔

مولانا احمد الدین کی تمام کتابیں حافظ محمد یوسف گکھڑوی مرحوم کے قائم کردہ سکول بک ڈپو گوجراں والا کی طرف سے شائع ہوئی تھیں۔ ان کے صاحب زادہ گرامی جناب عطاء السلام صاحب سے ٹیلی فون پر بات ہوئی تو وہ 17 ستمبر 2010ء کو لاہور تشریف لائے اور مجھے مولانا احمد الدین کی دو کتابوں (برہان الحق اور سیرت سید العالمین ﷺ) کی فوٹو کاپیاں عنایت کیں۔ اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔

مولانا گکھڑوی کی ایک کتاب ''فضائلِ سید المرسلین'' ہے۔ اس کی فوٹو کاپی مجھے گوجراں والا سے عزیزی شاہد فاروق ناگی نے بذریعہ ڈاک بھجوائی۔ اللہ انھیں خوش رکھے۔ جب بھی میں نے ان سے کوئی کتاب طلب کی، انھوں نے کسی نہ کسی طرح مہیا کر دی۔ جزاہ اللہ خیراً

مولانا محمد یوسف انور (خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار فیصل آباد)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے والد مکرم حاجی عبدالرحمٰن مرحوم علماے کرام سے بے حد عقیدت سے پیش آتے تھے۔ تقسیم ملک سے قبل ان کا تعلقِ سکونت قصبہ پٹی (ضلع لاہور) سے تھا۔ تقسیم کے نتیجے میں یہ قصبہ ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب ہندوستان) میں شامل ہوا۔ حاجی عبدالرحمٰن اپنے اہل وعیال سمیت پٹی سے فیصل آباد آ گئے۔ پٹی میں بھی یہ اہلِ علم کو ذاتی مہمان قرار دے کر اپنے گھر ٹھہراتے تھے۔ فیصل آباد میں بھی ان کا یہی معمول رہا۔ مجھے اور مولانا محمد حنیف ندوی کو بھی وہ ایک مرتبہ اپنی دکان پر لے گئے تھے اور ہماری مہمان نوازی کی تھی۔ مولانا احمدالدین کا قیام اکثر ان کے گھر پر ہوتا تھا۔ میری درخواست پر مولانا کا تذکرہ حاجی صاحب مرحوم کے عالمِ دین فرزند مولانا محمد یوسف انور نے خاصی تفصیل سے کیا ہے۔ مولانا محمد یوسف انور سے میرے دوستانہ مراسم طویل مدت سے قائم ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے میری درخواست کو شرفِ قبول بخشا اور مولانا احمد الدین گکھڑوی سے متعلق بعض اہم باتوں سے آگاہ فرمایا۔ ان کی تحریر میں کچھ تبدیلی کر کے اسے کتاب کا الگ سے (سترھواں) باب بنا دیا گیا ہے۔

حافظ ریاض احمد عاقب (مدرس مرکز ابن القاسم الاسلامی ملتان) نے مولانا گکھڑوی کی عربی زبان کی ایک تقریظ بذریعہ ڈاک بھجوائی جو انھوں نے کسی زمانے میں حضرت سید بدیع الدین شاہ راشدی رحمہ اللہ کی عربی کتاب "المرآة لطرق حديث من كان له إمام فقرأة الامام له قرأة" پر تحریر فرمائی تھی۔ یہ کتاب ابھی تک چھپی نہیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری کا شمار میرے بے تکلف عزیز دوستوں میں ہوتا ہے۔ وہ جماعت اہلِ حدیث کے نامور محقق ہیں۔ بہت سی عربی اور اردو کتابوں کے مرتب و مصنف۔ انھوں نے مولانا احمد الدین صاحب کے چند واقعات لکھ کر بھجوائے جنھیں کتاب کا ایک مستقل (اٹھارھواں) باب بنا دیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میرے دوست ملک عبدالرشید عراقی نے بھی چند واقعات لکھ بھیجے ہیں جو کتاب میں ایک باب کی صورت میں درج ہیں۔ عراقی صاحب جماعت اہلِ حدیث کے مشہور مصنف ہیں اور ان کے مضامین اخبارات میں بھی چھپتے رہتے ہیں۔

حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی (مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد) کئی کتابوں کے مصنف اور بہت اچھے مقرر ہیں۔ مسلکِ اہلِ حدیث کی تبلیغ اور علماے اہلِ حدیث کی خدمت ان کا معمولِ حیات ہے۔ پھر جو شخص کسی سطح پر اس عمل میں تھوڑا بہت حصہ لیتا ہے، اس سے یہ باقاعدہ رابطہ رکھتے ہیں۔ مجھ سے بھی ان کا یہی تعلق ہے۔ میں چونکہ اپنی بساط کے مطابق کسی نہ کسی صورت میں یہ کام کرتا رہتا ہوں یا کرنے کی کوشش کرتا ہوں، اس لیے عزیز القدر حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی مجھ سے رابطہ رکھتے ہیں اور میں اس موضوع کے متعلق جو کام ان کے سپرد کروں، وہ اسے نہایت خوشی سے سرانجام دیتے ہیں۔ اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔

پچھلے دنوں وہ میری درخواست پر موضع راہوالی (ضلع گوجراں والا) میں مولانا محمد رفیق سلفی کی خدمت میں گئے اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کیں جو اس کتاب میں بائیسویں باب کی صورت میں مندرج ہیں۔

مولانا محمد رفیق جماعت کے رفیع المرتبت عالم اور ممتاز خطیب تھے۔ انھوں نے راہوالی اور اس کے قرب وجوار میں کتاب وسنت کی تادیر تبلیغ کی۔ ان کے مختصر حالات حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی نے لکھ بھیجے ہیں جو اس کتاب کے بائیسویں باب میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کے واقعات سے پہلے قارئین کے مطالعہ میں آئیں گے۔ اس پر میں حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی کا بھی شکرگزار ہوں اور مولانا محمد رفیق سلفی صاحب کا بھی۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں قرآن وحدیث کی خدمت کے زیادہ سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زیادہ مواقع عطا فرمائے اور عمل و اخلاص کی نعمت سے نوازے۔

یہ فقیر ان تمام حضرات کا بے حد شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہاں ایک اور عرض کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی اور بہت سے دیگر علمائے کرام نے اپنے اپنے انداز میں جماعت اہلِ حدیث اور مسلک اہلِ حدیث کی بے حد خدمت کی اور اسی خدمت میں عمر گزار دی، لیکن ان کی زندگی کے آخری دور میں جماعت کے کسی گروہ نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہ کی کہ وہ کس حال میں ہیں، نہ کسی نے ان کے ایامِ مرض میں پتا کیا کہ ان کی مالی اور معاشی حالت کیسی ہے اور مسلک و جماعت کے یہ عمر بھر کے ہمہ وقتی خادم کس حال میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اکثر اکابرِ جماعت نے تو کبھی ان کی عیادت کی ضرورت بھی محسوس نہ فرمائی۔

وہ نہایت خود دار اہلِ علم تھے۔ انھوں نے نہ کسی کو کبھی اپنی کسی ضرورت کے متعلق کچھ کہا، نہ کسی کے سامنے کبھی ایسا انداز اختیار کیا، جس سے ان کی کسی احتیاج کی طرف کسی قسم کے اشارے کا شبہہ پڑ سکتا ہو۔

ان کے آخری ایامِ مرض میں خصوصیت کے ساتھ جماعت کے یکے بعد دیگرے دو اصحابِ علم نے ان سے ملاقات کی۔ پہلے مولانا ارشاد الحق اثری نے (جیسا کہ اس کتاب کے باب نمبر اٹھارہ میں بتایا گیا ہے) اس سے کچھ دن بعد مولانا محمد سلیمان انصاری مرحوم نے ان کی خدمت میں حاضری دی، جس کی ضروری تفصیل کا قارئینِ کرام کو کتاب کے آخر میں پتا چلے گا۔ ان ملاقاتوں کے مطالعے سے ہمیں مولانا مرحوم کے ہر قسم کے حالات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ ان کی مریضانہ حالت کا بھی پتا چل جاتا ہے اور معاشی حالت کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے بھتیجوں کے ساتھ رہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رہے تھے اور بھتیجے خود مزدوری کر کے زندگی گزارتے تھے، ظاہر ہے وہ ان کی زیادہ خدمت کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے۔ تاہم جو کچھ ان سے ہو سکا، وہ فراخ دلی سے کرتے رہے۔ سوال یہ ہے کہ اپنے جلسوں میں ان سے تقریریں اور مناظرے کرانے والے اس وقت کہاں تھے؟

مولانا محمد سلیمان انصاری نے لکھا ہے کہ میں ان کی خدمت میں گیا اور چند باتیں کیں۔ لیکن ان کے کوائف حیات تو ان کے ہم عصر حضرات ہی لکھ سکتے ہیں اور وہی لکھیں گے۔ مولانا سلیمان انصاری کی یہ بات بالکل صحیح ہے، مگر ان کے ہم عصر و ہم سفر، ہم تقریر و ہم مناظر اور ہم کلام و ہم مذاق حضرات میں سے ان کے متعلق کسی نے کچھ نہیں لکھا۔ وہ سب حضرات وفات پا چکے ہیں۔ اب اس بے اعتنائی کا شکوہ کس سے کیا جائے؟

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی سے میرا زیادہ تعلق نہ تھا۔ اسے میری دوں ہمتی سمجھیے یا بدنصیبی سے تعبیر کیجیے کہ میں خاص عزم کے ساتھ کبھی ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ نہ کبھی استفادے کے لیے ان کی مجلس میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی تقریریں بھی زیادہ نہیں سن سکا۔ تقسیم ملک سے کئی سال پہلے ان کے دو مناظرے ضرور سنے، جن میں سے ایک مناظرے کا ذکر زیرِ مطالعہ کتاب کے چھٹے اور دوسرے کا دسویں باب میں کیا گیا ہے، لیکن تقسیمِ ملک سے پہلے یا اس کے بعد جس طرح بہت سے اہلِ حدیث اور غیر اہلِ حدیث علمائے کرام سے میرا میل ملاقات کا سلسلہ رہا، اس طرح مولانا ممدوح سے نہیں رہا۔ اس کا ان کی زندگی میں تو احساس نہیں ہوا، البتہ اب ہو رہا ہے اور بہت ہو رہا ہے۔ اگر مجھے ان کی مجلسوں میں حاضری کے مواقع میسر آئے ہوتے تو میں ان کے متعلق کچھ دوسرے انداز سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لکھنے کی کوشش کرتا اور ان کے احوالِ زندگی جمع کرنے کے لیے مجھے زیادہ دوستوں کو زحمت دینے کی ضرورت نہ پڑتی، لیکن اب اس قسم کی باتیں کرنے یا باتیں بنانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ یہ بعد از مرگ واویلا ہے۔ بلاشبہہ ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب مقررہ وقت آجاتا ہے تو کام ہو جاتا ہے۔ اس کام کا بھی وقت مقرر تھا اور خوشی کی بات یہ ہے کہ اللہ کے فضل سے توقع سے کہیں زیادہ ہوگیا ؎

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

اس کتاب کے لیے معلومات حاصل کرنے کی غرض سے متعدد دوستوں سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ان دوستوں نے مہربانی فرمائی اور معلومات بہم پہنچائیں۔ بعض معلومات میں قدرے تکرار کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے، لیکن یہ تکرار فائدے سے خالی نہیں، اس لیے کہ دو تین مقامات میں جہاں تکرار کا احساس ہوتا ہے، وہاں معلومات میں کمی بیشی بھی پائی جاتی ہے۔ یعنی کوئی واقعہ ایک جگہ اختصار سے بیان ہوا ہے اور دوسری جگہ اسی واقعہ کی تفصیل آگئی ہے، اس لیے اسے ایسی تکرار نہیں کہا جاسکتا جس سے قاری کے ذہن میں تکدر پیدا ہوتا ہو، بلکہ اسے ایک سے زائد راویوں کا بیان کردہ واقعہ قرار دیا جائے گا، کسی نے کم الفاظ میں بیان کر دیا، کسی نے زیادہ الفاظ میں! راویوں کا زیادہ ہونا واقعہ کی صحت پر دلالت کرتا ہے۔ لطیفے کے طور پر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہم لوگ قرآن و حدیث پر عمل کے دعوے دار ہیں اور قرآن و حدیث میں بہت سے واقعات بہ تکرار بیان فرمائے گئے ہیں اور ہر تکرار میں موقع و محل کے مطابق ایسا خوب صورت اور دل نشین انداز اختیار فرمایا گیا ہے کہ پڑھنے والا اس سے بے حد محظوظ ہوتا ہے اور نئے سے نئے مسائل سے آگاہی حاصل کرتا ہے۔ ہماری تکرار میں وہ بات تو ہرگز نہیں آسکتی، لیکن تکرار کے جواز کا ثبوت مل جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کتاب کی تکمیل میں دوستوں نے میری مدد تو کی، جس سے مانگا، اس نے انکار نہیں کیا، کچھ نہ کچھ دے دیا، لیکن سچی بات یہ ہے کہ مانگنا بہت مشکل ہے۔ گھر گھر کا دروازہ کھٹکھٹانا بڑے دل گردے کا کام ہے۔ بعض لوگوں کے بارے میں یہ حسنِ ظن ہوتا ہے کہ وہ بڑے سخی ہیں، جاتے ہی کشکول بھر دیں گے، لیکن وہاں سے صاف جواب ملتا ہے۔ بعض لوگ جھگڑنا شروع کر دیتے ہیں کہ اب آ گئے ہو۔ اس سے پہلے اس طرف کیوں توجہ نہیں کی۔ ان کے ہاں سے بجز ڈانٹ ڈپٹ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مگر مانگنے والا بھی ڈھیٹ ہوتا ہے، صاف جواب کے باوجود وہیں کھڑا رہتا ہے اور دعا کرتا ہے، جو دے اس کا بھی بھلا، جو نہ دے اس کا بھی بھلا۔

اگر قارئینِ کرام کا ذوقِ تدین مجروح نہ ہو اور وہ تھوڑا سا خوش دلی کا مظاہرہ فرمائیں تو یہ عرض کرنے کی جسارت کروں کہ مانگنے والے کا معاملہ بسا اوقات رانجھے کا سا ہوتا ہے۔ ہیر کو جب کھیڑے جھنگ سے بیاہ کر رنگ پور کھیڑیاں لے گئے تو اس کا عاشق دھیدو (رانجھا) جوگیوں کی سی شکل بنا کر اور انہی کا سا بھیس بدل کر ہیر سے ملنے کے لیے رنگ پور کھیڑیاں پہنچا۔ گاؤں کے باہر ڈیرا لگایا اور دھونی رمائی۔ پھر کشکول پکڑا جسے پنجابی میں ''ٹھوٹھا'' کہا جاتا ہے اور بھیک مانگنے کے لیے رنگ پور کھیڑیاں (گاؤں) میں داخل ہوا۔ مانگتے مانگتے ہیر کے سسرال کے دروازے پر جا صدا لگائی۔ اسے دراصل جانا بھی وہیں تھا۔

اندر ہیر کی نند سہتی بیٹھی تھی۔ وہ بڑی اکھڑ مزاج عورت تھی۔ اس نے صدا لگانے والے جوگی (رانجھے) کو سخت الفاظ میں ڈانٹا تو وارث شاہ کے بقول رانجھے نے کہا ؎

گھر وسدا ویکھ سوال کیتا
ایتھے ہور ای گھسور مسوریے جی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''ہم نے تو آباد گھر دیکھ کر روٹی کے ایک ٹکڑے کا سوال کیا تھا، لیکن یہاں کچھ اور ہی قسم کے جھگڑے جھمیلے ہو رہے ہیں۔''

ہمارے ساتھ کبھی اس قسم کا معاملہ تو نہیں ہوا، اس لیے کہ نہ ہم رانجھا تھے اور نہ کبھی کسی سہتی سے واسطہ پڑا۔ اب تک کا تجربہ یہ ہے کہ جس دروازے پر دستک دی اور صدا لگائی، کوئی نہ کوئی سخی ضرور مل گیا اور کشکول اگر بھرا نہیں تو اللہ کی مہربانی سے خالی بھی نہیں لوٹایا گیا، لیکن جب مانگنے کو پیشہ ہی بنا لیا جائے، اپنی کوئی چیز بھی نہ ہو اور مانگنے پر ہی گزارا ہو تو جواب میں انکار کا اندیشہ تو بہر حال رہتا ہے۔

یہاں یہ عرض کر دوں کہ مولانا عارف جاوید محمدی یوں تو ایک مدت سے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے سوانح حیات لکھنے کے لیے کہہ رہے تھے اور میں معذرت کر رہا تھا، لیکن جب انھوں نے زور دے کر فیصلہ کن انداز میں کہا تو بڑی پریشانی ہوئی، اس لیے کہ ان کے متعلق لکھنے کے لیے میرے پاس کچھ بھی نہ تھا، صرف تین چار چھوٹے چھوٹے واقعات تھے جو قیامِ پاکستان سے بہت پیشتر سے ذہن کے کسی گوشے میں اٹکے ہوئے تھے۔ یہ واقعات زیادہ سے زیادہ بیس صفحات کے ہوں گے۔ میں نے یہ مجبوری انھیں بتائی، لیکن انھوں نے میری اس مجبوری کو قابلِ پذیرائی نہیں گردانا۔ اس کے بعد ان کے صاحب زادے حافظ عبدالرحمٰن کویت سے آئے۔ انھوں نے اپنے والدِ گرامی کا پیغام بھی دیا اور برخوردانہ لہجے میں اپنی طرف سے بھی کہا کہ یہ کام ضرور ہونا چاہیے۔

مولانا عارف جاوید محمدی سے تو میں شاید پھر بھی کسی نہ کسی طرح دامن چھڑا لیتا، لیکن اس بچے کو جواب دینا مشکل ہو گیا۔ بچہ مدینہ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرتا ہے، یعنی ہم دیہاتیوں کی بولی میں ''مکے مدینے'' رہتا ہے۔ ہم ان دونوں مقدس تریں شہروں کا اسی طرح تلفظ کیا کرتے ہیں۔ کوئی مکے میں رہتا ہو یا مدینے میں، ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نزدیک وہ بہ یک وقت دونوں شہروں میں مقیم ہے یعنی اس کا قیام ''مکہ مدینہ'' میں ہے۔ اب تو لوگوں کی معلومات کا سلسلہ بہت بدل گیا ہے، ورنہ کچھ عرصہ پہلے ہر عرب ملک کو ''مکہ مدینہ'' کہا جاتا تھا، بلکہ یہ بھی تھا کہ جس شخص کو عربی بولتے ہوئے دیکھا، فوراً کہہ دیا یہ مکے مدینے رہتا ہے..... ''مکہ مدینہ'' میں قیام کے ساتھ ساتھ عبدالرحمٰن طالب علم بھی ہے اور حافظِ قرآن بھی! طالب علم اور حافظ قرآن کی شریعت میں بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، اس لیے، اس کے سامنے حرفِ انکار مشکل ہوگیا، چنانچہ ہم نے ان باپ بیٹے کے فرمان پر کشکول پکڑا اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کے حالات کا کھوج لگانے اور انھیں قلم بند کرنے کے لیے ہر اس دروازے پر پہنچے جہاں سے کچھ خیر خیرات ملنے کی توقع تھی۔

اس سلسلے میں پہلا کام یہ کیا کہ اخبار ''الاعتصام'' کے مینجر جناب محمد سلیم چنیوٹی کے نام سے اخباروں میں اعلان کرایا گیا کہ جو صاحبان مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بارے میں کچھ معلومات رکھتے ہوں، وہ ان معلومات سے مطلع فرمائیں۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں کسی جگہ بتایا گیا۔ میں نے بعض قابلِ احترام دوستوں کو ٹیلی فون بھی کیے اور بالمشافہ بھی بات کی۔ میرا خیال یہ تھا کہ سو صفحات بلکہ حشو و زواید سے پاک اسی (80) صفحات کا مواد بھی مل جائے تو غنیمت ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا کہ دوستوں کے مخلصانہ تعاون سے اس مردِ درویش کے متعلق پونے تین سو صفحات سے بھی زیادہ صفحات کا مواد جمع ہوگیا، جسے مختلف ابواب میں تقسیم کر کے خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔ الحمد لله علیٰ ذلك.

اسے مولانا احمد الدین کی کرامت قرار دیجیے یا مولانا عارف جاوید محمدی کے اخلاص سے تعبیر کیجیے یا ہم گناہ گاروں کی کوشش کا نتیجہ کہیے، جو مرضی اس کا نام رکھیے،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ توقع سے بڑھ کر معلومات میسر آ گئیں۔

بہر کیف جو مجھ سے ہوسکتا تھا، اللہ کی مہربانی سے ہوگیا، بلکہ میرا یہ کہنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ اللہ کے فضل سے اب مولانا احمد الدین سے متعلق معلومات میں کمی نہیں رہی، لیکن اگر کچھ کمی رہ بھی گئی ہے تو عین ممکن ہے آیندہ کوئی ایسے لائق اور محنتی اہلِ علم میدان تحریر میں آئیں جو قارئین کو مجھ سے بہتر اسلوب میں زیادہ معلومات فراہم کردیں۔ نہ تحقیق کا دروازہ کبھی بند ہوا ہے اور نہ حصولِ معلومات میں کبھی رکاوٹ پیدا ہوئی ہے۔ علم سے دلچسپی رکھنے والے لوگ آگے بڑھتے اور تحقیق کی نئی سے نئی وادیوں کو طے کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ ﴿فَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ﴾ کے قرآنی الفاظ میں اسی حقیقت کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

اس سلسلے میں ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ مولانا احمد الدین نے جن مسلمان اور غیر مسلم مذہبی فرقوں کے اہلِ علم سے مناظرے کیے، ان کا الگ الگ ابواب میں ذکر کیا گیا ہے، مثلاً شیعہ، بریلوی، آریہ سماجی، عیسائی، مرزائی وغیرہ، لیکن ان ابواب کے علاوہ ان کے مزید مناظروں کا ذکر ان دوستوں کے حوالے سے بھی آ گیا ہے جنھوں نے ان کے متعلق معلومات فراہم کیں۔ اللہ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔ آمین

اس موقع پر لجنة القارة الهندية کے قابلِ احترام رئیس شیخ ابو خالد فلاح المطیری حفظہ اللہ کا ذکرِ خیر نہایت ضروری ہے۔ شیخ ممدوح کو موجودین اور مرحومین سلفی المسلک علمائے کرام سے بے حد تعلقِ خاطر ہے۔ اس فقیر کی ملاقات ان سے لاہور میں بھی ہوئی اور کویت میں بھی۔ ان ملاقاتوں میں محترم المقام شیخ نے برصغیر کے متعدد سلفی علمائے ذی شان کے بارے میں بعض باتیں دریافت فرمائیں اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتہائی تکریم کے لہجے میں ان کا تذکرہ کیا۔ ان علما نے تصنیفی، تدریسی اور خطابتی انداز میں جو خدمات سرانجام دیں اور اپنے مسلک کی نشرواشاعت کے لیے جو تگ و تاز کی اس کی تفصیلات سے شیخ ابو خالد المطیری خاص دلچسپی رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کی زندگی کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔

اب آخر میں دو باتیں اور عرض کرنا چاہتا ہوں:

پہلی عرض جماعت اہلِ حدیث کے لائق احترام اصحابِ قلم سے کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ان علما و زعما پر تو لکھتے ہیں، جن کے حالات آسانی سے میسر آجاتے ہیں، کیوں کہ متعدد حضرات نے ان کی علمی خدمات کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور بے شمار مضامین بھی لکھے ہیں۔ بے شک اس کے باوجود بھی ان پر لکھنا چاہیے اور ضرور لکھیں، لیکن محنت کر کے انھیں ان علماے کرام کی خدمات کو بھی اجاگر کرنا چاہیے، جن پر یا تو لکھا ہی نہیں گیا یا بہت کم لکھا گیا ہے۔ ان حضرات نے دور دراز کے پیدل سفر کر کے مختلف دیہات میں جا کر وہاں کے لوگوں کی زبان میں ان کے فہم کے مطابق تقریریں کیں اور انھیں کتاب وسنت کے احکام و مسائل سمجھانے کی کوشش کی۔ ان کی مخلصانہ کوششوں سے دیہات میں اسلام کی بے حد ترویج ہوئی اور بے شمار لوگ دین اسلام کی صراطِ مستقیم پر قدم زن ہوئے۔

دوسری گزارش جماعت اہلِ حدیث کے اربابِ اختیار کی خدمت میں پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ وہ اہلِ علم کے مالی اور معاشی حالات کا پتا کرتے رہیں۔ وعظ وتقریر یا کسی اور صورت میں وہ جماعت کی خدمت کرتے ہیں تو جماعت کے اصحابِ اختیار کو بھی اس کا احساس کرنا چاہیے۔

انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان اہلِ علم کے نہ کارخانے چلتے ہیں، نہ ملیں اور نہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ زمینوں اور مربعوں کے مالک ہیں۔ یاد رکھیے مسلمانوں کے اصل ''خادمِ اعلیٰ'' یہی لوگ ہیں جو انھیں احکامِ الٰہی کا درس دیتے اور برائیوں کے ارتکاب سے روکتے ہیں۔ ان کی معاشی حالت کا خیال رکھنا چاہیے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمالِ خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بندۂ عاجز

محمد اسحاق بھٹی

اسلامیہ کالونی، سانده لاہور

ٹیلی فون: 37143677

13 ستمبر 2010ء

3 شوال 1431ھ

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پہلا باب

متحدہ پنجاب کے بعض اضلاع کے چند علمائے کرام

تقسیمِ ملک سے قبل صوبہ پنجاب انتیس اضلاع پر مشتمل تھا اور ہر ضلعے میں ہر فقہی مسلک کے علمائے کرام موجود تھے۔ کسی ضلعے میں کم تعداد میں اور کسی میں زیادہ تعداد میں۔ یہ تمام علمائے کرام طویل مدت سے حالات کے مطابق دینی خدمات سرانجام دیتے آرہے تھے۔

پنجاب کے انتیس اضلاع میں سے جن اضلاع میں علمائے کرام بہت بڑی تعداد میں آباد تھے اور جن کی خدمات بہت نمایاں تھیں اور دائرہ کار بہت وسیع تھا، ان میں فیروز پور، امرتسر، لاہور، گوجراں والا، سیالکوٹ اور ملتان کے اضلاع خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں فیروز پور اور امرتسر کے ضلعے ہندوستان کے حصے میں آئے۔ ضلع لاہور کا بھی خاصا علاقہ ہندوستان کو ملا۔ ضلع فیروز پور کے صرف ایک چھوٹے سے گاؤں ''لکھو کے'' میں ایک ہی خاندان کے بہت سے جلیل المرتبت اصحابِ علم فروکش تھے، جن کی تصنیفی تگ وتاز کا سلسلہ بھی بہت وسیع تھا اور تدریسی مساعی کا حلقہ بھی نہایت وسعت پذیر تھا۔ پنجاب میں اہلِ حدیث کا پہلا دینی مدرسہ 1720ء کے پس و پیش اسی محدود آبادی کے گاؤں میں جاری ہوا تھا، جس نے ملک میں بڑی شہرت پائی اور بے شمار طلبا و علما نے اس میں تحصیلِ علم کی۔ اس کے جاری کرنے والے تھے حافظ احمد۔ ان کے بعد ان کے بیٹے حافظ بارک اللہ لکھوی اور ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے فرزندِ ذی منزلت حافظ محمد لکھوی نے اس سلسلے کو آگے بڑھایا۔

پنجابی زبان میں قرآن مجید کی مفصل تفسیر جو سات ضخیم جلدوں پر محیط ہے، اسی گاؤں کے رفیع القدر عالم حافظ محمد لکھوی نے ''تفسیر محمدی'' کے نام سے لکھی جو کئی مرتبہ چھپی اور بہت مقبول ہوئی۔ یہ اولین مفسر تھے جنھوں نے پنجابی نظم میں قرآن مجید کی تفسیر رقم فرمائی۔ انھوں نے متنِ قرآن کے دو ترجمے کیے۔ پہلا پنجابی میں دوسرا فارسی میں۔ اس اعتبار سے حافظ محمد لکھوی پنجاب کے پہلے اور اب تک آخری عالم ہیں جنھوں نے پنجابی کے علاوہ قرآن کا فارسی ترجمہ کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ہندوستان کے دوسرے عالم ہیں جنھوں نے بہ زبان فارسی اتنی اہم ترین خدمت سرانجام دی۔

قرآنِ مجید کا سب سے پہلا اردو ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ نے کیا۔ پھر تھوڑے بہت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ان کے بڑے بھائی حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا۔ اردو زبان نے زیادہ ترقی کی تو سید احمد حسن دہلوی رحمہ اللہ کا ترجمہ ظہور میں آیا۔ اسی طرح ڈپٹی نذیر احمد، نواب وحید الزمان خاں، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابوالکلام آزاد اور دیگر بے شمار اہلِ علم کے تراجم قرآن ہمارے سامنے آئے۔ یعنی تغیرِ الفاظ کے باعث لاتعداد ترجموں سے ہم مستفید ہوئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے فارسی ترجمے میں حافظ محمد لکھوی نے بھی کچھ تغیر کیا اور ایک نیا فارسی ترجمہ وجود میں آ گیا، لیکن حافظ صاحب نے اسے اپنا ترجمہ نہیں قرار دیا، شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ قرار دیا جو انھوں نے فتح الرحمٰن کے نام سے کیا۔ چنانچہ تفسیر محمدی کی پہلی جلد کے پنجابی منظوم دیباچے میں فرماتے ہیں ؎

پہلی سطر زبان جو فارس ہے فتح الرحمانوں
پروچ عبارت کجھ تغیر جہت آسان زبانوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ ان کا انکسار ہے کہ الفاظِ ترجمہ کو ''تغیر'' سے تعبیر فرمایا، جب کہ ہر ترجمہ تغیر الفاظ ہی سے نئے قالب میں ڈھلتا ہے۔

میں نے مختلف مقامات سے شاہ صاحب اور حافظ صاحب کے ترجموں کا تقابل کیا ہے، حافظ صاحب کا ترجمہ جسے وہ ''کچھ تغیر'' قرار دیتے ہیں، الفاظِ قرآن کے زیادہ قریب ہے۔ بہر حال یہ الگ موضوع ہے، جس پر قدرے تفصیل سے ان شاء اللہ اپنی زیرِ تصنیف کتاب ''چمنستانِ حدیث'' کے اس مضمون میں عرض کیا جائے گا جو حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔ یہاں ضلع فیروز پور کے قدیم اصحابِ علم کے ضمن میں چند الفاظ نوکِ قلم پر آ گئے ہیں۔

حافظ محمد لکھوی کی پنجاب میں بہت سی تحریری اولیات ہیں۔ وہ اس صوبے کے اولین عالم ہیں، جنھوں نے عربی میں حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کے حواشی تحریر کیے۔ یہ حواشی انھوں نے 1271ھ میں لکھے اور 1272ھ (1856ء) میں مطبع قادری دہلی سے شائع ہوئے۔ اس کے بعد کان پور میں چھپے۔

حضرت مولانا شمس الحق ڈیانوی نے ابو داؤد کی شرح عون المعبود لکھنا شروع کی تو جو کتابیں اس وقت ان کے پیش نگاہ تھیں، ان میں حافظ محمد لکھوی کے رقم فرمودہ یہ حواشی بھی تھے۔ چنانچہ مولانا ڈیانوی فرماتے ہیں:

النسخة الدهلوية المطبوعة فى سنة 1272هـ باهتمام الفاضل العالم محمد بن بارك الله الفنجابي.[1]

انہی حضرت حافظ محمد لکھوی نے 1272ھ میں مشکاۃ شریف کے حواشی بہ زبان عربی تحریر فرمائے۔ اس کے آخر میں حافظ صاحب رقم فرماتے ہیں:

[1] عون المعبود جلد رابع صفحه: ٥٥٣

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تم تحرير حواشي هذا الكتاب يوم الخميس السادس والعشرين من ذى الحجة سنة 1272هـ بيد أضعف عباد الله محمد بن مخدومي بارك الله.

یعنی ان حواشی کی تحریر کا سلسلہ جمعرات کے روز 26 ذی الحجہ 1272ھ کو اللہ کے کم زور ترین بندے محمد بن مخدومی بارک اللہ کے ہاتھ سے اختتام کو پہنچا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ محمد لکھوی کے لکھنے کی رفتار بھی تیز تھی کہ صرف دو سال (1271ھ اور 1272ھ) میں ابوداؤد اور مشکاۃ کے حواشی مکمل کر دیے اور ان کی تصنیفات کو اہلِ علم میں اتنی مقبولیت بھی حاصل تھی کہ فوراً چھپ بھی گئیں۔

میں عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ صوبہ پنجاب کے بعض اضلاع میں بہت سے علمائے دین موجود تھے اور ان کی خدماتِ دینی کے دائرے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں ایک ضلع فیروز پور تھا، جس کی اس وقت پانچ تحصیلیں تھیں:

1. تحصیل فیروز پور
2. تحصیل فاضل کا
3. تحصیل زیرہ
4. تحصیل مکتسر
5. تحصیل موگا

ان پانچوں تحصیلوں کے مختلف مقامات میں علمائے کرام بہت بڑی تعداد میں سکونت پذیر تھے۔

قیام پاکستان کے زمانے میں پنجاب کی جو کتر بیونت ہوئی، اس کے نتیجے میں ضلع امرتسر بھی ہندوستان کے حوالے کر دیا گیا۔ امرتسر شہر کے پہلے اہلِ حدیث عالم مولانا غلام العلی قصوری رحمہ اللہ تھے، جنھوں نے اپنا قصور شہر کا ملکیتی مکان فروخت کر کے امرتسر میں زمین خریدی اور اس میں مسجد تعمیر کرائی۔ مسجد میں مدرسہ بھی جاری فرمایا، جس میں مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے تحصیلِ علم کا آغاز کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا ثناء اللہ امرتسری پنجاب کے اولیں عالم ہیں جنھوں نے اردو زبان میں ''تفسیر ثنائی'' کے نام سے پورے قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ عربی میں مکمل قرآن کی تفسیر لکھنے والے بھی وہ پہلے پنجابی عالم ہیں۔ ''اہلِ حدیث'' نام سے پہلا اخبار انھی نے جاری فرمایا۔ ان کی دینی اور علمی خدمات کا سلسلہ بے حد وسیع، بلکہ ہمہ گیر ہے۔

امرتسر ہی میں علماے غزنویہ نے تصنیفی اور تدریسی شکل میں دین کی تبلیغ کو اپنا مقصدِ حیات قرار دیا۔ ان سے فیض یاب ہونے والوں کو گنتی شمار میں لانا ممکن نہیں۔ روپڑی اصحابِ علم بھی اسی شہر میں دین کی خدمت میں مشغول ہوئے۔

شہر امرتسر کے علاوہ ضلع امرتسر کے بھی متعدد دیہات وقصبات میں بہت سے علماے عظام نے جنم لیا اور اپنی بساط کے مطابق قرآن و حدیث کی نشر و اشاعت کے لیے بہ درجہ غایت جدوجہد کی۔ مثلاً بھوجیاں، کمیر پور، ویرو وال، بھینی سندھواں اور دیگر کئی مقامات میں کتنے ہی علما پیدا ہوئے، جنھوں نے اپنے آپ کو ہمیشہ خدمتِ دین کے لیے وقف کیے رکھا۔ پھر اسی راہ میں وفات پا گئے۔ اس شہر اور ضلع کے متعدد علما نے اگست 1947ء میں سکھوں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کیا۔

تقسیمِ ملک سے پہلے پنجاب کے ان دو اضلاع (فیروز پور اور امرتسر) کے علاوہ جو اضلاع اہلِ علم کے مراکز تھے، وہ تھے لاہور، ملتان، سیالکوٹ اور گوجراں والا۔ یہ چار اضلاع پاکستان میں شامل ہوئے۔

آج سے ایک سو پندرہ بیس سال قبل لاہور شہر میں اہلِ حدیث کی تعداد بہت کم تھی۔ ان کی مسجدیں بھی صرف دو تھیں۔ چینیاں والی مسجد اور لسوڑے والی مسجد۔ ابتدائی دور میں خاص طور سے یہاں جن حضرات نے اس مسلک کی ترویج واشاعت کے لیے کمرِ ہمت باندھی اور جن کی سعیِ مسلسل سے لاہور شہر اور ضلع لاہور میں کتاب وسنت کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نشو ونما ہوئی، وہ تھے غزنوی علمائے کرام، مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا رحیم بخش رحمہ اللہ (مصنفِ اسلام کی کتاب پہلا حصہ تا چودھواں حصہ) ان کے علاوہ اس وقت کے ضلع لاہور کی تحصیل چونیاں میں بالخصوص لکھوی علما نے بے حد خدمات سرانجام دیں اور اس نواح کے لوگ ان سے بہت متاثر ہوئے۔ اس تاثر کے آثار اب بھی اس علاقے میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

اس دینی تاثر نے سیاسی تاثر کی شکل بھی اختیار کی، چنانچہ 1951ء کے انتخابات میں یہاں سے مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا محی الدین لکھوی پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب کیے گئے۔ اس کے بعد تین مرتبہ انہی حلقوں سے قومی اسمبلی کے لیے مولانا معین الدین لکھوی کا انتخاب عمل میں آیا۔

ملتان میں بھی کم وبیش دو سو سال قبل علمائے حدیث کا ورود ہوا۔ ابتدا میں انھیں بڑی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر آہستہ آہستہ حالات کا رخ بدل گیا اور تقسیم ملک تک اس شہر اور ضلعے کے مختلف مقامات میں عاملینِ کتاب وسنت کی تعداد میں اللہ کے فضل سے بہت اضافہ ہوگیا تھا۔

سیالکوٹ شہر اور ضلعے میں تقسیم ملک سے بہت پیشتر سے قرآن وحدیث کے متبعین ومبلغین کا ایک مضبوط گروہ موجود تھا۔ اس علاقے میں علمائے حدیث کی صدائے حق بھی توانا تھی اور لوگ ان کی تدریسی اور تصنیفی کوششوں کے معترف بھی تھے اور ان سے بہ درجۂ غایت متاثر بھی تھے۔ مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور بعض دیگر بزرگانِ گرامی کے مواعظِ حسنہ کا ان اطراف کے باشندوں پر بڑا اثر تھا جو اب تک قائم ہے اور لوگ ان کی مساعی کا بڑی مسرت سے تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ تاریخِ عاملینِ حدیث کا ایک نہایت موثر حصہ تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اسی شہر کے باشندے تھے، جنھوں نے اپنی خدمات دینی کے لحاظ سے پورے برصغیر میں شہرت پائی۔ وہ بہت بڑے مصنف اور بہت بڑے مفسر تھے۔ اسی (80) سے زائد کتابیں ان کی تصانیف میں شامل ہیں اور یہ بے حد تحقیقی کتابیں ہیں۔ یہ فقیر پہلا شخص ہے، جسے ان کے حالاتِ زندگی لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ (ملاحظہ ہو قافلۂ حدیث صفحہ: 78 تا 123)

اسی علاقے سے حضرت مولانا محمد ابوالحسن رحمہ اللہ کا تعلق تھا۔ ان کی تصنیف فیض الباری شرح اردو صحیح بخاری دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے جو ہزاروں صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ صحیح بخاری کی اس اردو شرح میں فاضل مصنف نے فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری، کواکب الدراری، تیسیر القاری، منح الباری اور حاشیۂ سندھی کا انتخاب جمع فرما دیا ہے اور اپنے موضوع کی یہ نہایت اہم کتاب قرار پا گئی ہے۔ مولانا محمد ابوالحسن سیالکوٹی کو حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔

مولانا ہدایت اللہ نوشہروی بھی ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں ''نوشہرہ ککّے زیاں'' کے رہنے والے تھے۔ انھوں نے حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی اور حضرت سید عبداللہ غزنوی سے حصولِ فیض کیا۔ اس عالم دین نے قرآن مجید کا پنجابی زبان میں ترجمہ کیا۔

شہیدِ ملت علامہ احسان الٰہی ظہیر کا مولد بھی یہی شہر تھا۔ اس مردِ مجاہد نے اپنی بلند آہنگ خطابت اور عربی و اُردو تصانیف کی بنا پر پوری اسلامی دنیا میں شہرت پائی۔

مولانا محمد علی جانباز مرحوم و مغفور نے بھی اسی شہر میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں انھوں نے جامعہ رحمانیہ کے نام سے دارالعلوم جاری کیا جو اب بھی کامیابی سے جاری ہے۔ ان کا بہت بڑا تصنیفی کارنامہ سنن ابن ماجہ کی شرح انجاز الحاجہ ہے جو عربی زبان میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کئی ہزار صفحات کی بارہ جلدوں پر محیط ہے۔ اردو میں بھی انھوں نے متعدد کتابیں لکھیں۔

حکیم محمد صادق مرحوم کا مولد و مسکن بھی سیالکوٹ تھا۔ حکیم صاحب مرحوم بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔

حافظ محمد شریف مرحوم بھی اسی شہر سے تعلق رکھتے تھے، انھوں نے وعظ و خطابت اور درس و تدریس کی صورت میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔

اب آیئے متحدہ پنجاب کے علماے احناف کی طرف، جن میں دیو بندی بزرگ بھی شامل ہیں اور بریلوی نقطۂ فکر سے وابستہ حضرات بھی۔

ان میں ایک جلیل القدر عالم واں بھچراں کے رہنے والے مولانا حسین علی تھے، جن کی نیکی اور علمیت کی بڑی دھوم تھی، علما و طلبا کی کثیر تعداد نے ان سے استفادہ کیا۔ علماے دیو بند میں انھیں بہت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

ایک معروف عالم مولانا غلام اللہ خاں صاحب (راولپنڈی) والے تھے۔ تفسیرِ قرآن کے سلسلے میں ان کی بڑی شہرت تھی، بہت سے اہلِ حدیث علما نے تفسیری نکات سمجھنے کے لیے ان کی خدمت میں حاضری دی۔ اس فقیر پر شفقت فرماتے تھے۔ میرے اخبار ''الاعتصام'' کے زمانہ ادارت میں وہ میرے دفتر بھی تشریف لاتے رہے۔ مسئلہ توحید پر بالخصوص نہایت موثر تقریر کرتے تھے۔ مجھے کبھی راولپنڈی جانے کا موقع ملتا تو ان کو سلام کرنے کی سعادت حاصل کرتا۔

مولانا احمد علی لاہوری دیو بندی مکتبِ فکر کے چوٹی کے علما میں گردانے جاتے تھے۔ 1917ء میں لاہور میں اک ورود ہوا اور پھر شیراں والا گیٹ کی مسجد میں جمعہ و جماعت اور درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا، پوری زندگی جاری رہا۔ عیدین کی نماز وہ پہلے مولانا عبد الواحد غزنوی کی اقتدا میں پڑھتے رہے، پھر ان کی وفات کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بعد مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی اقتدا میں۔ تفسیرِ قرآن کے سلسلے میں احناف کے علاوہ بہت سے اہلِ حدیث طلبا ان سے مستفید ہوئے۔

مولانا مفتی محمد حسن امرتسری مشہور دیوبندی عالم تھے۔ حضرت مولانا سید عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے۔ تقسیمِ ملک سے قبل امرتسر میں ان کا سلسلہ تدریس جاری تھا، تقسیم کے بعد لاہور آ گئے اور جامعہ اشرفیہ کے نام سے درس گاہ جاری کی، جس سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں متعدد اہلِ حدیث حضرات کے نام آتے ہیں۔

بریلوی مکتبِ فکر کے علما میں فیصل آباد کے مولانا سردار احمد مشہور عالم تھے، لیکن وہ اہلِ حدیث اور دیوبندیوں کے سخت مخالف تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوسرا باب

گوجراں والا کے چند علمائے کرام

اب آیئے گوجراں والا کی طرف! گوجراں والا علم و عمل کے اعتبار سے ہمیشہ پُرثروت علاقہ رہا۔ اس شہر اور ضلعے کے بے شمار علما و صلحا میں سے بعض وہ ہیں جو دیگر علاقوں سے تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو رہے اور بعض وہ ہیں جو اسی علاقے میں پیدا ہوئے۔ ان سب حضرات نے اپنے اپنے مطالعہ و فکر کی روشنی میں بہ درجہ غایت علمی خدمات سرانجام دیں اور لاتعداد لوگوں نے ان سے فیض حاصل کیا۔ ان رفیع المنزلت حضرات میں سے چند بزرگانِ عالی قدر کے اسمائے گرامی آیندہ سطور میں درج کیے جاتے ہیں۔

1 مولانا غلام رسول رحمہ اللہ (ساکن قلعہ میہاں سنگھ):

عالم و فاضل اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ ان کی کرامتوں کے ظہور اور قبولیتِ دعا کے حیرت انگیز واقعات لوگوں میں مشہور اور کتابوں میں مرقوم ہیں۔ ان کی تذکیر و تبلیغ اور ان کے مواعظِ حسنہ سے غیر مسلموں کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا اور ان گنت مسلمانوں نے خلافِ شرع رسوم کو ترک کر کے صحیح اسلامی راہ اختیار کی۔ وہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے معاصر اور طلبِ حدیث میں ان کے ہم درس تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے انھوں نے روحانی فیض بھی پایا۔ مشہور بزرگ حضرت سید محمد امیر (کوٹھا والا) سے باقاعدہ بیعت تھے۔ اس سراپا زہد اور پیکرِ حسنات عالمِ دین نے 15 محرم 1291ھ (4 مارچ 1874ء) کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے مسکن (قلعہ میہاں سنگھ) میں وفات پائی۔ اس فقیر نے ان کے حالات میں تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی کے نام سے کتاب لکھی ہے جو چار سو سے زاید صفحات پر مشتمل ہے۔

2 حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ:

اسی ضلع کے ایک جلیل القدر عالم حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی تھے، جنھوں نے مختلف علماے عظام سے استفادے کے بعد دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے علمِ حدیث پڑھا اور سند لی۔ فارغ التحصیل ہوئے تو ضلع گوجراں والا کے شہر وزیر آباد میں مسندِ درس بچھائی اور محدثِ پنجاب کے پُراعزاز لقب سے شہرت پائی۔

ہزاروں تشنگانِ علومِ قرآن وحدیث ان کے حلقۂ شاگردی میں داخل ہوئے، جن میں پنجاب کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں کے طالبانِ علم بھی شامل تھے، بلکہ افغانستان اور عرب ممالک کے بھی متعدد طلبا نے ان کے حضور زانوئے تلمذ تہ کیے۔ صالحیت اور تقویٰ شعاری میں بھی وہ اپنا ایک مقام رکھتے تھے۔ ضلع گوجراں والا کے اس محدث جلیل نے 18 جولائی 1916ء (16 رمضان المبارک 1334ھ) کو وزیر آباد میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

3 مولانا عمرالدین:

حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے شاگردوں کی طویل فہرست میں ایک نام مولانا عمرالدین کا مرقوم ہے۔ یہ بزرگ جسمانی طور سے معذور تھے۔ جسم کا نیچے کا حصہ حرکت نہیں کرتا تھا اور چلنے پھرنے کی سکت نہ تھی، لیکن اوپر کا حصہ بالکل ٹھیک تھا۔ تمام علومِ متداولہ میں مہارت رکھتے تھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان کے زمانے میں بھی طلبا کو تعلیم دیتے رہے اور بعد میں بھی یہ سلسلہ جاری رکھا۔ بہت اچھے خطیب اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہت اچھے مدرس تھے۔ تدریس اور مسجد کی خطابت کا کسی سے کوئی پیسا نہیں لیتے تھے۔ دن کو طالبانِ علم کو پڑھاتے اور رات کو چاندی اور سونے کے ورق بناتے تھے۔ یہی ان کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ ان سے طلبا کی کثیر تعداد نے استفادہ کیا۔ 9 جنوری 1941ء (9 ذی الحجہ 1359ھ) کو جمعۃ المبارک کے روز وزیر آباد میں وفات پائی اور اپنے استاذِ گرامی حضرت حافظ عبدالمنان کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

ان کے بعد یکے بعد دیگرے جن حضراتِ علما نے اس مسجد میں خطابت و امامت کا فریضہ انجام دیا، ان میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کا نامِ نامی بھی شامل ہے۔ لیکن ان کا تذکرہ آگے تفصیل سے آئے گا۔

4 مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی:

اسی شہر وزیر آباد کے ایک معروف عالم مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ تھے جو 27 رمضان المبارک 1299ھ (12 اگست 1882ء) کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام میراں بخش تھا اور وہ ریلوے کے محکمے میں ملازم تھے۔

مولانا فضل الٰہی کو ان کے والد نے وزیر آباد کے مشن ہائی سکول میں داخل کرایا۔ سکول کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ حافظ عبدالمنان سے مسجد میں دینیات کی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ 1900ء میں میٹرک پاس کر کے ریلوے میں بہ طور کلرک ملازمت کرنے لگے۔

حافظ عبدالمنان کے پاس سید احمد شہید اور مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کی جماعت مجاہدین کے لوگ بھی آتے تھے۔ مولانا فضل الٰہی کو وہیں دینیات کی تعلیم کے دوران میں اس جماعت کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہوئیں اور اس میں وہ دلچسپی لینے لگے۔ پھر آہستہ آہستہ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ اسی جماعت سے وابستگی اختیار کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لی۔ سرکاری ملازمت ختم ہوگئی۔ جیل میں بھی رہے۔ آخر مرکزِ مجاہدین میں اسمست پہنچ گئے۔ ایک وقت آیا کہ امیرالمجاہدین کی طرف سے ''امیرالمجاہدین ہند'' مقرر کر دیے گئے۔ خفیہ طور سے ملک کے بے شمار سیاسی رہنماؤں سے ملے اور برصغیر کی آزادی کے لیے بے حد کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں ان کا کاروانِ حیات بہت سی منزلوں سے گزرا۔ 5 مئی 1951ء کو اپنے آبائی وطن وزیرآباد میں وفات پائی۔

5 صوفی عبداللہ:

اس مردِ ذی شان کا تعلق بھی وزیرآباد سے تھا۔ اعوان برادری کے فرد تھے۔ والد کا نام ملک قادر بخش تھا۔ ملک قادر بخش کے ایک بیٹے کا نام محمد سلطان تھا جو 1887ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ محمد سلطان کچھ بڑے ہوئے تو ان کے مراسم مولانا فضل الٰہی وزیرآبادی سے ہوگئے۔ ان مراسم کی وجہ سے ان کا تعلق بھی جماعت مجاہدین سے ہوگیا۔ پھر یہ بھی مرکزِ مجاہدین میں چلے گئے اور وہاں انھیں صوفی عبداللہ کے عرفی نام سے موسوم کیا گیا۔ اس جماعت سے وابستگی کی بنا پر انگریزی حکومت نے انھیں بہت سی تکلیفوں میں مبتلا کیا۔ 1922ء کے لگ بھگ یہ چک نمبر 493 گ ب اوڈاں والا (ضلع فیصل آباد) آگئے۔ انگریزی حکومت کی خفیہ پولیس کے لوگ ان کے تعاقب میں رہتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اوڈاں والا میں تعلیم الاسلام کے نام سے دینی مدرسہ قائم کر لیا۔ اس مدرسے نے دینیات کے تدریسی حلقوں میں بڑی شہرت پائی۔ صوفی صاحب نہایت نیک اور ولی اللہ بزرگ تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔ انھوں نے اوڈاں والا کے بعد ماموں کانجن میں بھی دارالعلوم قائم کیا، جس کا نام جامعہ تعلیم الاسلام رکھا گیا۔ اس دارالعلوم سے لاتعداد علما وطلبا نے تعلیم حاصل کی۔ صوفی صاحب کا حلقہ ارادت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بہت وسیع تھا۔ انھوں نے 29 اپریل 1975ء کو وفات پائی۔[1]

6 مولانا غلام نبی ربانی سوہدروی:

وزیرآباد سے چند میل کے فاصلے پر ایک مشہور قصبہ سوہدرہ ہے۔ ضلع گوجراں والا کے اس قصبے میں متعدد اصحابِ علم پیدا ہوئے۔ ان میں ایک بزرگ مولانا غلام نبی ربانی صاحب تھے، جن کی تاریخ ولادت 23 رمضان المبارک 1263ھ (4 ستمبر 1848ء) ہے۔ انھوں نے مختلف علما سے حصولِ علم کیا۔ لکھو کے جا کر حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے کتبِ حدیث پڑھیں اور سند لی۔ پھر دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت میاں سید نذیر حسین سے استفادہ کیا اور سندِ حدیث کے مستحق قرار پائے۔ امرتسر میں حضرت سید عبداللہ غزنوی سے بھی مستفیض ہوئے۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد اپنے وطن واپس آئے اور تصنیف وتدریس اور وعظ و خطابت کی صورت میں بڑی خدمات سرانجام دیں۔ مولانا ممدوح نے 4 ذالحجہ 1348ھ (3 مئی 1930ء) کو عیسوی حساب سے تقریباً بہ عمر 83 سال اور قمری حساب سے 85 سال کے لگ بھگ سوہدرہ میں وفات پائی۔

7 مولانا عبدالحکیم سوہدروی:

یہ مولانا غلام نبی کے لائق ترین فرزند تھے۔ 1873ء (1290ھ) کو پیدا ہوئے۔ درسِ نظامی کی تکمیل والد محترم سے کی۔ علمِ حدیث کی کتابیں حضرت حافظ عبدالمنان سے وزیرآباد میں پڑھیں۔ اپنے علاقے کے مشہور مبلغ اور واعظ تھے۔ عین عالمِ جوانی میں 1902ء (1320ھ) کو وفات پا گئے۔ جوان بیٹے کی میت باپ نے

[1] ان کے حالات میں میں نے ''صوفی محمد عبداللہ'' کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے ہاتھوں قبر میں اتاری۔

8 مولانا عبدالحمید سوہدروی:

یہ بھی مولانا غلام نبی کے لائق ترین فرزند تھے۔ سال ولادت 1882ء (1300ھ) ہے۔ ابتدائی درسی کتابیں والدِ عالی قدر سے پڑھیں۔ پھر حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے۔ صحاح ستہ سمیت تمام مروجہ علوم کی تحصیل انہی سے کی اور سند لی۔ حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے آستانۂ علم پر بھی پہنچے، ان سے اخذِ فیض کیا اور سند سے مفتخر ہوئے۔ حضرت میاں صاحب کے جلیل المرتبت شاگرد مولانا شمس الحق محدث ڈیانوی سے بھی استفادہ کیا۔ بعد ازاں بھوپال کو روانہ ہوئے جسے اس زمانے میں علم وفضل کے مرکز کی حیثیت حاصل تھی۔ وہاں شیخ حسین بن محسن انصاری کا حلقۂ درس قائم تھا۔ ان سے فیض یاب ہوئے اور سند لی۔ واپس سوہدرہ تشریف لائے تو اپنے نام سے مدرسہ حمیدیہ جاری کیا اور فریضۂ تدریس انجام دینے لگے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی نے ان کی قابلیت اور علمی سرگرمیوں سے متاثر ہوکر اپنی بیٹی ان کے عقد میں دے دی۔ مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ نے صرف تیس سال عمر پائی۔ 24 مئی 1912ء (7 جمادی الاخری 1330ھ) کو انتقال کر گئے۔ مولانا غلام نبی نے اپنے اس دوسرے جوان بیٹے کی نمازِ جنازہ بھی پڑھائی اور خود ہی تجہیز وتکفین کی۔ بیٹے کی وفات کے بعد وہ ان کے قائم کردہ مدرسہ حمیدیہ میں خدمتِ تدریس انجام دینے لگے۔ اس سے اٹھارہ سال بعد وہ خود بھی سفرِ آخرت پر روانہ ہوگئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

9 مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی:

سوہدرہ کے یہ عالم دین تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت کی وجہ سے پورے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں مشہور ہوئے۔ یہ مولانا غلام نبی ربانی کے پوتے، مولانا عبدالحمید سوہدروی کے بیٹے اور حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے نواسے تھے۔ جنوری 1901ء (رمضان 1318ھ) کو پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں سایۂ پدری سے محروم ہوگئے تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے جدِ امجد مولانا غلام نبی کی آغوشِ شفقت میں پائی۔ پھر سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے دامنِ فضیلت سے وابستہ ہوئے۔ دینیات کی تعلیم کے علاوہ علمِ طب پڑھا اور تکمیل تعلیم کے بعد تحریر و نگارش سے رابطہ قائم کیا اور تقریر وخطابت میں بڑا نام پایا۔ سوہدرہ میں درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ دینی صحافت کے میدان میں ہمیشہ سرگرمِ عمل رہے۔ ان کی وجہ سے قصبہ سوہدرہ کا نام متحدہ ہندوستان کے مذہبی اور دینی حلقوں میں پہنچا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی نے 6 نومبر 1959ء (5 جمادی الاولیٰ 1379ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور ان کی میت لاہور سے ان کے وطن سوہدرے لے جائی گئی اور وہیں دفن کیے گئے۔

اس خاندان کا سلسلۂ فیض ماشاء اللہ اب بھی جاری ہے اور اس کے معزز ارکان تحریری اور خطابتی شکل میں حالات کے مطابق خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

10 حضرت حافظ محمد گوندلوی:

ضلع گوجراں والا ہی کے ایک بلند پایہ عالم حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ ہیں، وہ محدثِ دوراں اور بہت بڑے فاضل تھے۔ 1897ء (1315ھ) میں گوجراں والا کے ایک نواحی قصبے گوندلاں والا میں پیدا ہوئے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ علاوہ امرتسر کے غزنوی علمائے کرام (مولانا عبدالاول غزنوی اور حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی رحمہما اللہ) سے فیض حاصل کیا۔ دہلی کے بعض علمائے ذی منزلت سے بھی مستفید ہوئے۔ تحصیلِ علم کے بعد جو تدریسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خدمات سرانجام دیں، ان کا احاطہ کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ تدریس کے علاوہ ان کی تصنیفی مساعی کا دائرہ بھی بڑا پھیلا ہوا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل میں جانا مقصود نہیں، صرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ ان کے شاگردوں اور پھر آگے ان کے شاگردوں کے شاگردوں کا جو سلسلہ چلتا ہے، اسے ریاضیاتی گنتی میں لانا حدِ امکان سے باہر ہے۔ تقویٰ و تدین میں بھی وہ عالی مرتبے پر فائز تھے۔ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے 4 جون 1985ء (14 رمضان المبارک 1405ھ) کو وفات پائی۔

11 مولانا محمد اسماعیل سلفی:

اسی علاقے سے تعلق رکھنے والے اربابِ علم کی لائق اکرام جماعت میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کا اسمِ گرامی شامل ہے جو ہمارے ملک کے رفیع المنزلت عالمِ دین تھے۔ تحریر و تقریر اور درس و تدریس میں یکساں عبور رکھتے تھے۔ مولانا ممدوح 1897ء (1314ھ) کے پس و پیش ضلع گوجراں والا کی تحصیل وزیر آباد کے ایک گاؤں ڈھونیکے میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسمِ گرامی مولانا محمد ابراہیم تھا جو اپنے عہد کے ممتاز خطاط تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کی تصنیف تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی کی کتابت انہی مولانا محمد ابراہیم نے کی تھی۔ نہایت صالح اور صاحبِ تقویٰ بزرگ تھے۔ اپنے فرزندِ دلبند مولانا محمد اسماعیل کو ابتدائی تعلیم خود انہی نے دی۔ کچھ بڑے ہوئے تو وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان صاحب کی خدمت میں بھیج دیے گئے۔ کچھ عرصہ ان سے استفادہ کرتے رہے۔ بعد ازاں مختلف علمائے کرام سے کسبِ علم کیا۔ فراغت کے بعد 1921ء میں گوجراں والا تشریف لائے اور پھر خطابت و تدریس کے سلسلے میں بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔ ان کے فیض یافتگان کا حلقہ بے حد وسیع ہے۔ 20 فروری 1968ء (20 ذیقعدہ 1387ھ) کو ان کا انتقال ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

12 قاضی عبدالرحیم:

ضلع گوجراں والا کا ایک قصبہ قاضی کوٹ کے نام سے موسوم ہے۔ علمی اعتبار سے بھی یہ قصبہ خاص شہرت رکھتا ہے اور سیاسی اعتبار سے بھی! اس قصبے کے ''قاضی خاندان'' کے ایک اہم رکن قاضی عبدالرحیم تھے۔ وہ 17 دسمبر 1884ء (28 صفر 1302ھ) کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ 1895ء (1312ھ) میں حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور سات سال ان سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ سندِ فراغت لینے کے بعد 1905ء میں مولانا سید عبدالجبار غزنوی کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے دوبارہ صحیح بخاری پڑھی اور مولانا عبدالاول غزنوی سے ابوداؤد کا درس لیا۔ امرتسر کے اسی مدرسہ غزنویہ میں مولانا محمد معصوم ہزاروی سے استفادہ کیا۔ 1906ء سے 1908ء تک دہلی کے مدرسہ طِبیہ میں علمِ طب پڑھا۔ حصولِ تعلیم کے بعد وطن آئے اور گوجراں والا میں مطب شروع کیا۔ ملک کی آزادی کے لیے بھی جدوجہد کی اور بعض سیاسی تحریکوں میں حصہ لیا۔ کچھ عرصہ گوجراں والا کے مدرسہ محمدیہ میں ان کا درس و تدریس کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ نہایت متقی بزرگ تھے۔ 27 فروری 1971ء (2 محرم 1391ھ) کو فوت ہوئے۔

13 مولانا محمد حنیف ندوی:

ان کے آبا و اجداد کا مسکن شہر گوجراں والا تھا، 10 مئی 1908ء کو گوجراں والا میں پیدا ہوئے۔ 1921ء میں مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجراں والا تشریف لائے تو ان کے حلقۂ درس میں شمولیت کی۔ بے حد ذہین تھے۔ اس زمانے کے تمام علوم درسیہ مولانا محمد اسماعیل سلفی سے پڑھے۔ 1925ء میں دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ میں داخلہ لیا۔ پانچ سال وہاں رہے اور دارالعلوم کا نصاب مکمل کیا۔ قرآن مجید سے خاص طور پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شغف تھا۔ ندوہ میں قرآن کے موضوع پر تقریباً تین سال میں تخصص کی منزل طے کی۔ متعدد علمی کتابیں تصنیف کیں۔ قرآن مجید کے مطالب پر عبور حاصل تھا۔ گوجراں والا کے اس جلیل القدر عالم و مصنف نے 12 جولائی 1987ء (11 ذیقعدہ 1407ھ) کو لاہور میں وفات پائی۔

یہ ضلع اور شہر گوجراں والا کے چند اہلِ حدیث علمائے کرام ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار اصحابِ علم نے اس علاقے میں جنم لیا اور بے حساب خدمات سرانجام دیں۔ اب احناف کے دیوبندی حضرات کی طرف آیئے۔

14 مولانا عبدالعزیز:

موضع سہال (ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسی نواح کے بعض اساتذہ سے حاصل کی۔ 1909ء (1327ھ) میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور شیخ الہند مولانا محمود حسن اور دیگر اساتذہ سے اکتسابِ علم کیا۔ فارغ التحصیل ہوئے تو گوجراں والا کے مسلم ہائی سکول میں ملازمت کرنے لگے۔ پھر وہاں کی جامع مسجد شیراں والا باغ کے خطیب بنا دیے گئے۔ اس مسجد میں مدرسہ انوارالعلوم کا اجرا ہوا تو مولانا عبدالعزیز کو اس کے صدر مدرس بنایا گیا۔ ان سے بہت سے علما وطلبا نے تحصیلِ علم کی۔ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی تھی۔ ملکی سیاسیات میں بھی حصہ لیا اور گرفتار ہوئے۔ اکتوبر 1940ء (رمضان 1359ھ) میں وفات پائی۔ اپنے آبائی وطن موضع سہال (ضلع اٹک) میں دفن کیے گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بھتیجے مولانا عبدالواحد صاحب کو ان کے جانشین مقرر کیا گیا۔

15 قاضی شمس الدین:

1901ء میں موضع پڑی (تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپنے علاقے کے علمائے کرام سے تعلیم پائی۔ مولانا حسین علی (ساکن واں بھچراں) سے بھی مستفید ہوئے۔ حدیث کا دورہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ مولانا انور شاہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے کیا۔ مروجہ علوم سے فراغت کے بعد مختلف مقامات میں فریضۂ درس سرانجام دیتے رہے۔ پھر گوجراں والا تشریف لائے۔ یہاں بعض مدارس میں تدریس کی۔ 1958ء میں دیوبندی علما کے درمیان مسئلہ حیات النبی ﷺ پر اختلاف نے شدت اختیار کی اور یہ حضرات دو گروہوں میں بٹ گئے تو قاضی صاحب موصوف نے جامعہ صدیقیہ کے نام سے ایک نئے مدرسے کی بنیاد رکھی۔ ان سے بہت لوگوں نے کسبِ فیض کیا۔ تدریس کے علاوہ تصنیفی خدمات بھی سرانجام دیں۔ 21 مئی 1985ء (11 رمضان 1405ھ) کو گوجراں والا میں رحلت فرمائی۔

16 قاضی نور محمد:

یہ عالمِ دین قاضی شمس الدین کے (جن کا ابھی تذکرہ ہوا) بڑے بھائی تھے جو 1896ء (1314ھ) کو موضع پڑی (تحصیل پنڈی گھیپ ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔ اعوان برادری سے تعلق تھا۔ درسِ نظامی کی تمام کتابیں ایک بزرگ مولانا غلام رسول معروف ''انھی والے بابا'' سے پڑھیں۔ پھر مولانا حسین علی (واں بھچراں) سے حدیث اور ترجمہ وتفسیرِ قرآن کی تکمیل کی۔ دورہ حدیث مولانا انور شاہ کشمیری سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں پڑھا۔ عملی زندگی کا آغاز تدریس سے کیا۔ ضلع گوجراں والا کے قصبہ قلعہ دیدار سنگھ میں سکونت اختیار کی۔ تصنیف وتالیف اور وعظ وتبلیغ سے بھی تعلق تھا۔

موت کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ 1958ء میں دیوبندی علما میں مسئلہ حیات النبی ﷺ سے متعلق شدید نزاع پیدا ہوگیا تھا اور وہ دو گروہوں میں بٹ گئے تھے۔ ایک گروہ کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں اسی طرح زندہ ہیں، جس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طرح دنیا میں زندہ تھے اور دنیا کی ہر چیز دیکھتے اور لوگوں کی باتیں سنتے ہیں۔ دوسرا گروہ اس سے اختلاف کرتا تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ نبی ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ آپ نہ کسی کو دیکھتے ہیں، نہ کسی کی بات سنتے ہیں۔ پہلے گروہ کو ''حیاتی'' اور دوسرے کو ''مماتی'' کہا جاتا ہے۔ یہ نزاع بہت شدت اختیار کر گیا تھا، جسے ختم کرانے اور دونوں دھڑوں میں صلح کرانے کے لیے 1962ء میں دیوبند سے قاری محمد طیب صاحب تشریف لائے۔ ان حضرات کا اجتماع راولپنڈی میں ہوا اور وہیں اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے قاضی نور محمد اچانک وفات پا گئے۔ پھر ان کی میت قلعہ دیدار سنگھ لائی گئی اور وہاں دفن کیے گئے۔ جنازہ سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ (ساکن گجرات) نے پڑھایا۔

17 مولانا محمد سرفراز خاں صفدر:

ان کا مقام ولادت موضع ڈھکی چڑاں ضلع (مانسہرہ) ہے اور سالِ ولادت ہے 1914ء۔! مختلف مقامات کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند اور اکوڑہ خٹک میں بھی تحصیل علم کرتے رہے۔ فراغت کے بعد گوجراں والا میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ گکھڑ کی ایک مسجد کا منصبِ خطابت بھی طویل عرصے تک ان کے سپرد رہا۔ بہت سی کتابیں بھی تصنیف کیں۔

کچھ عرصہ پیشتر مجھے ایک مشہور صاحبِ قلم عالم میاں محمد الیاس صاحب نے اپنی ایک کتاب ارسال فرمائی تھی، جس کا نام ہے ''مولانا حسین علی رحمہ اللہ''۔ اس کتاب کے صفحہ 353 سے صفحہ 355 تک (تین صفحات میں) مولانا سرفراز خاں صفدر کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے مولانا ممدوح کی تصنیفی زندگی کو دو ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ ان کے نزدیک ''مولانا کی 1960ء سے پہلے کی تصانیف مولانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حسین علی صاحب (واں بھچراں) کی فکر کی بہترین ترجمان ہیں''۔ ان تصانیف میں ''مسئلہ توحید اور اس کے متعلقات ان کے مزاج اور قلم پر غالب رہے۔'' نیز ردِ بدعات، علمِ غیب، مسئلہ مختار کل اور مسئلہ حاضر ناظر وغیرہ میں انھوں نے بریلوی حضرات کی مخالفت کی۔ لیکن ''واحسرتا۔ انھوں نے مسئلہ حیات النبی ﷺ میں مختلف اندازِ فکر اختیار کیا اور انہی دلائل کی تصدیق میں باقی عمر لگادی، جن کی تردید و مذمت میں پہلی عمر گزری تھی، اور جن روایات کو اہلِ بدعت کے مقابلے میں قابلِ اعتماد نہ جانا، اہلِ توحید کے مقابل انہی روایات سے استدلال کیا۔ اس طرح 1960ء کے بعد کی تصانیف ایک اعتبار سے مجموعہ تضادات ٹھہریں۔''

آخر میں میاں محمد الیاس تحریر کرتے ہیں کہ خود مولانا مدظلہ بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

> ''میں اچھا بھلا توحید کا کام کر رہا تھا، ان لوگوں کی شدت نے میرا رخ بدل دیا اور پھر چل سو چل۔''

مولانا سرفراز خاں صفدر کے ان الفاظ کا واضح مطلب یہ ہے کہ وہ مسئلہ توحید پر قائم نہ رہ سکے اور دوسروں کی ضد میں آکر اس بنیادی مسئلے کو ترک کر دیا اور پھر اسی ضد پر قائم رہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے۔ انھوں نے 4 اور 5 مئی 2009ء کی درمیانی شب کو وفات پائی۔

18 مولانا محمد چراغ:

مولانا ممدوح کی ولادت 14 جمادی الاولیٰ 1314ھ (22 اکتوبر 1896ء) کو موضع دھکڑ (ضلع گجرات، پنجاب) میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم موضع گنجہ کے ایک عالم مولانا سلطان محمود سے حاصل کی، جو شیخ الہند مولانا محمود حسن کے شاگردوں میں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ پھر ضلع گجرات کے موضع ''انھی'' کے ایک بزرگ مولانا ولی اللہ صاحب سے استفادہ کیا۔ مولانا محمد چراغ کے بڑے بھائی مولانا محمد سراج لاہور میں قیام پذیر تھے، مولانا ممدوح ان کے پاس لاہور آ گئے۔ چار سال ان کے پاس رہے۔ اس اثنا میں مدرسہ نعمانیہ (اچھرہ) کے بعض اساتذہ سے تحصیل علم کی۔ لاہور میں خطاطی اور خوش نویسی بھی سیکھی۔ پھر سہارن پور چلے گئے، وہاں مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لیا۔ دارالعلوم دیو بند جا کر مولانا اصغر حسین سے ابوداؤد کا درس لیا، مفتی عزیز الرحمٰن سے طحاوی پڑھی اور مولانا اعزاز علی سے عربی ادب کی کتابیں حماسہ، متنبّی اور مقامات حریری وغیرہ پڑھیں۔ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ سے جامع ترمذی پڑھی اور ان کی تقریریں جو وہ ترمذی پڑھاتے وقت اردو میں کیا کرتے تھے، دورانِ درس عربی میں لکھیں اور وہ ''العرف الشذي'' کے نام سے چھپیں۔

دارالعلوم دیو بند سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد ایک سال میرٹھ کے ایک مدرسے میں تدریس کی۔ وہاں سے لاہور آ کر جامعہ فتحیہ (اچھرہ) میں کچھ عرصہ پڑھاتے رہے۔ علی پور سیداں (ضلع سیالکوٹ) میں سید جماعت علی شاہ صاحب کے فرزند سید محمد حسین کو بھی کچھ مدت تعلیم دی۔ بعد ازاں گوجراں والا تشریف لے گئے۔ وہاں 1924ء سے 1936ء تک (بارہ سال) مدرسہ انوار العلوم شیراں والا باغ میں درس و تدریس کی خدمت سرانجام دی۔ یکم جنوری 1936ء کو مسجد ارائیاں (بیرون کھیالی دروازہ گوجراں والا) میں جامعہ عربیہ کی بنیاد رکھی۔ 1967ء تک اس دارالعلوم میں بے شمار طلبا کو تعلیم دی۔ بعد ازاں جامعہ عربیہ کو جی ٹی روڈ پر کھلی جگہ میں منتقل کر دیا گیا۔

مولانا مرحوم وسیع القلب عالم تھے۔ مسلکی تعصب سے ان کا ذہن خالی تھا۔ ان کی قائم کردہ جامعہ عربیہ میں متعدد اہلِ حدیث طلبا نے داخلہ لیا اور مولانا سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مستفید ہوئے۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد حنیف ندوی سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ 1930ء کی تحریک آزادی میں نوجوان بھارت سبھا کی طرف سے مولانا محمد چراغ نے بھی حصہ لیا تھا اور مولانا محمد حنیف ندوی نے بھی۔ انگریزی حکومت نے دونوں کو گرفتار کر کے قصور کی جیل میں قید کر دیا تھا۔

مولانا محمد چراغ اس فقیر پر شفقت فرماتے تھے۔ جب بھی ان سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بے حد مشفقانہ لہجے میں خیر و عافیت پوچھی۔

اس عالمِ دین نے 14 رمضان المبارک 1409ھ (21 اپریل 1989ء) کو وفات پائی۔

19 مولانا محمد حسین:

ضلع گوجراں والا کے قصبہ گوندلاں والا میں احناف کے بریلوی مکتبِ فکر کے حامل ایک عالم دین مولانا محمد حسین تھے جو مناظر بھی تھے اور مدرس وخطیب بھی تھے۔ تقسیم ملک سے قبل ان کی بڑی شہرت تھی۔ ان کی تاریخ ولادت و وفات کا علم نہیں ہوسکا۔ ان کے علاوہ اس ضلعے میں بریلوی مسلک کے اور بھی علما تھے۔ اب بھی خاصی تعداد میں موجود ہیں۔

20 مفتی جعفر حسین:

یہ گوجراں والا کے شیعہ عالم تھے جو 1913ء کو گوجراں والا کے ایک علمی خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی طور پر گوجراں والا میں قاضی عبدالرحیم اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ کچھ عرصہ مولانا محمد چراغ رحمہ اللہ کے حلقۂ شاگردی میں رہے۔ بعد ازاں لکھنؤ چلے گئے۔ وہاں کے بعض شیعی مدارس میں شیعہ مدرسین سے تعلیم حاصل کی۔ 1936ء میں اعلیٰ تعلیم کے لیے نجف اشرف (عراق) گئے اور وہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیعہ اہلِ علم سے مستفید ہوئے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپس ہندوستان آئے اور یوپی کے شیعہ حضرات کے بعض مدارس میں فریضۂ تدریس انجام دیا۔ قیامِ پاکستان کے بعد اپنے مسلک کی بڑی خدمت کی۔ 29 اگست 1983ء کو فوت ہوئے۔ کربلا گامے شاہ لاہور میں دفن کیے گئے۔

عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ گوجراں والا شہر اور ضلع ہمیشہ اہلِ علم کا مسکن رہا ہے۔ اس علاقے میں ہر فقہی مسلک کے علما کی تدریسی اور تصنیفی سرگرمیاں جاری رہیں اور لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا۔ انہی حضرات میں ایک عالم دین مولانا احمد الدین گکھڑوی تھے، جن کے حالات میں یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ ان کا تذکرہ آیندہ صفحات میں کیا جارہا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسرا باب

خاندانی پسِ منظر

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے تذکرے سے پہلے چند سطریں گکھڑ اور مولانا کے خاندان کے بارے میں!

ضلع گوجراں والا کا ایک مشہور مقام گکھڑ ہے جو گوجراں والا سے 36 کلومیٹر کے فاصلے پر جی ٹی روڈ پر واقع ہے اور گکھڑ برادری کا آباد کردہ ہے۔ اس علاقے میں یہ دری کی صنعت کا معروف مرکز ہے۔ کسی زمانے میں یہ چھوٹا سا گاؤں تھا جو نہ علم کی روشنی سے زیادہ آشنا تھا اور نہ توحید و سنت کی نعمت سے بہرہ ور تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ حالات بدلتے گئے۔ پہلے اس گاؤں نے قصبے کی شکل اختیار کی اور پھر اچھا خاصا شہر ہوگیا، جس میں بہت سے اہلِ علم نے جنم لیا۔ ان اہلِ علم میں دینیات کے ماہرین کا بھی خاصا حلقہ شامل ہے۔

دینیات کے اہلِ علم کی اس جماعت میں جن حضرات کو اللہ تعالیٰ نے خاص شہرت سے نوازا، ان میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کا اسمِ گرامی قابلِ ذکر ہے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ دینیات کے علمی حلقوں میں ''گکھڑ'' کا ثقیل نام انہی کی وجہ سے متعارف ہوا اور لوگوں کی زبانوں پر چڑھا۔ مولانا احمد الدین ذاتی طور پر گرم مزاج اور ''ثقیل'' کلام تھے، لیکن انھوں نے اپنے ثقیل حروف کے مسکن کو اپنی ہمہ گیر علمی تگ و تاز سے نرمی کے قالب میں ڈھال دیا اور چھوٹے بڑے ہر شخص کی زبان سے یہ بوجھل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لفظ آسانی سے ادا ہونے لگا۔ مولانا احمد الدین سے پہلے کے کسی ایسے مقامی عالمِ دین کا پتا نہیں چلتا، جسے گکھڑوی کی نسبت سے پکارا جاتا ہو اور اس نے اس نسبت کی وجہ سے اتنی شہرت حاصل کی ہو، جتنی مولانا احمد الدین نے حاصل کی۔ اس اعتبار سے مولانا احمد الدین اس نواح کے اولیں عالمِ دین ہیں جو گکھڑوی کہلائے اور نامور ہوئے۔

جس طرح مولانا عبدالمجید سوہدروی کی وجہ سے ''سوہدرہ'' نے شہرت پائی، اسی طرح مولانا احمد الدین گکھڑوی کی وجہ سے ''گکھڑ'' کا نام دینی علم کے حلقوں میں مشہور ہوا۔

خاندانی سلسلہ:

مولانا احمدالدین گکھڑوی کا خاندانی پسِ منظر کیا ہے؟ ان کے آبا و اجداد کیا کرتے تھے اور سو سوا سو سال قبل کے معاشرے میں ان کی کیا حیثیت تھی؟ اس کا زیادہ سراغ نہیں ملتا۔ صرف دو چیزوں کے دھندلے سے آثار نظر آتے ہیں اور یہ دھندلے سے آثار ہی دراصل ہمیں صحیح منزل تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

ایک یہ کہ ان لوگوں کا پیشہ آہن گری تھا اور لوگ انھیں ''مستری'' کہا کرتے تھے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ جس طرح دنیا کے حالات بدلتے ہیں، اسی طرح الفاظ کے معانی بھی بدلتے ہیں اور ان کے محلِ استعمال میں تبدیلی آتی ہے۔ مثلاً لفظ ''مستری'' کا اطلاق کسی زمانے میں ان لوگوں پر ہوتا تھا، جن پر آج کل لفظ انجینئر کا اطلاق ہوتا ہے۔ اسی طرح کوئی زمانہ تھا کہ ''ملا'' کے معنے بہت بڑے عالم کے تھے، لیکن اب کسی کو تحقیر کے لیے ملا کہا جاتا ہے۔ ''مولوی'' کا لفظ کسی کی فضیلت علمی کو ظاہر کرتا تھا، لیکن اب یہ کسی کی ''حقارت'' کا اظہار کرتا ہے۔

ایک دور تھا کہ مکانوں کی تعمیر کرنے والوں کو، آہن گروں کو اور لکڑی کا سامان یعنی الماریاں اور دروازے وغیرہ بنانے والوں کو مستری کہا جاتا تھا اور یہ لفظ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے لیے احترام کے پہلو کو اجاگر کرتا تھا اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بزرگ اور بھائی وغیرہ آہن گر ہونے کی بنا پر مستری کے طور پر مشہور تھے اور تکریم کے مستحق گردانے جاتے تھے۔

دوسری بات جس کا پتا چلتا ہے، یہ ہے کہ مولانا احمد الدین کے والد جناب اللہ دتا صاحب حاجی تھے۔ اس سے اس حقیقت کی نشان دہی ہوتی ہے کہ ان کی مالی حالت بہت اچھی تھی۔ آج سے ایک سو بیس پچیس برس پہلے حج بیت اللہ کا عزم کرنا اور اس کے لیے سامانِ سفر یا زادِ راہ مہیا کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ بے حد سستا زمانہ تھا، لیکن پیسا انتہائی مہنگا تھا۔ بہت آسودہ حال لوگ ہی حج کر سکتے تھے۔ جن لوگوں کی مالی حالت کمزور تھی، ان کے لیے حج کا تصور کرنا بھی ممکن نہ تھا۔ پھر حاجی کو اس عہد کے معاشرے میں نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مسلمانوں میں بھی اور غیر مسلمانوں میں بھی حاجی کو معزز ترین آدمی گردانا جاتا تھا اور لوگ اس کی بات مانتے تھے۔ اس لیے گزشتہ سو سوا سو سال پیشتر کے حالات کے تناظر میں ہم یہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے گھرانے کو اس عہد میں تکریم کا مقام حاصل تھا۔ معاشی اعتبار سے بھی اور معاشرتی اعتبار سے بھی وہ بہت اچھی حیثیت کے مالک تھے۔

آہن گری کا سلسلہ ان کے خاندان کا پیشہ اور ذریعہ آمدنی تھا۔ اسے ان کی قوم یا ذات قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بے شمار لوگ کئی قسم کے کاروبار کرتے ہیں۔ یہ کوئی بری بات نہیں ہے، بلکہ اپنے ہاتھ سے کما کر کھانا شرعی اور معاشرتی اعتبار سے نہایت قابلِ تحسین عمل ہے۔ صحت مند ہونے کے باوجود بے کار رہنا غلط ہے۔ کسی نہ کسی کام میں مصروفیت کو ہر دور اور ہر مقام میں قابلِ ستایش سمجھا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آہن گری وہ کام ہے، جس کا خود قرآن نے ذکر کیا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام آہن گر تھے اور اللہ کے برگزیدہ پیغمبر۔! قرآن مجید میں ان کی اس صنعت کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے اور ارشاد ہے:

﴿وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ﴾ [سبا: ۱۰]

''اور ہم نے ان کے لیے لوہا نرم کر دیا۔''

اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا:

﴿اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِي السَّرْدِ﴾ [سبا: ۱۱]

یعنی لوہے کی زرہیں اس انداز سے بناؤ کہ پہننے والے کے جسم پر پوری آئیں اور ان کی کڑیاں بالکل درست ہوں، چھوٹی بڑی نہ ہوں، پہننے والے کو اس میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔

لوہے کی زرہیں زمانہ جنگ میں اور خطرے کے موقعے پر دشمن سے بچاؤ کے لیے پہنی جاتی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا ایجاد کردہ یہ سلسلہ اب بھی چلتا ہے۔

قرآن کی رو سے کہنا چاہیے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے اسلاف، ان کے خاندان کے افراد اور خود ان کا پیشہ حالات کی رفتار کے مطابق پیغمبرانہ پیشہ تھا۔ اسے یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ پیشے کے اعتبار سے ان کا خاندان حضرت داؤد علیہ السلام سے تعلق رکھتا ہے اور یہ لوگ انہی کی آل اولاد ہیں جو کسی زمانے میں برصغیر میں آ بسے!

غرض جن لوگوں کو آج برصغیر کی بولی میں لوہار اور عربی زبان میں حداد کہا جاتا ہے، وہ معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کا مرتبہ ان کے کام اور پیشے کے اعتبار سے بہت بڑا ہے۔ یہ لوگ بے حد مشقت کے ساتھ وہ کام کرتے ہیں جو اور کوئی نہیں کرسکتا۔ لوگ اس کام کے لیے ان کے محتاج ہیں۔ اس پیشے سے مسلمان بھی بہت بڑی تعداد میں منسلک ہیں اور غیر مسلم بھی!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد الدین گکھڑوی کا تعلق اسی گروہ (یا برادری) سے تھا۔ وہ اپنے آپ کو حَداد کہلانے میں فخر محسوس کرتے تھے اور بسا اوقات تقریروں اور مناظروں میں بلند آہنگی سے حریف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ میرے ساتھ سیدھی بات کرو، میں لوہار ہوں اور ٹھیک ٹھیک ''پھاناں'' ٹھوکتا ہوں۔ ''پھاناں ٹھوکنا'' ان لوگوں کی ایک خاص اصطلاح ہے۔ چار پائی وغیرہ میں کوئی جھول ہو تو وہاں ایک لکڑی ٹھوکی جاتی ہے، جسے پھاناں کہتے ہیں۔ اس سے جھول ختم ہو جاتی ہے۔

انہی سے ملتے جلتے ایک گروہ کو ''ترکھان'' کہا جاتا ہے جو لکڑی کا کام کرتے ہیں۔ ہندوستان کے ایک سابق صدر گیانی ذیل سنگھ اسی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد کا نام کشن سنگھ تھا، جو لکڑی کا کام کرتے تھے۔ کچھ عرصہ باپ کے ساتھ ذیل سنگھ بھی یہ کام کرتے رہے۔ بعد میں انھوں نے امرتسر میں اپنا مذہبی علم پڑھا اور گیانی کہلائے۔ پھر سیاست کے میدان میں اترے اور ہندوستان کے منصبِ صدارت تک پہنچے۔ یعنی پورے ہندوستان کی بڑی بڑی برادریوں کی سیاست میں پھاناں ٹھوک دیا۔

پاکستان میں بھی اس برادری کے بے شمار لوگ ہیں جنھوں نے علمی لحاظ سے بھی بڑی ترقی کی اور اللہ کے دین کے بھی بہت بڑے خادم ثابت ہوئے۔ کاروباری اعتبار سے بھی بہت آگے بڑھے اور سیاسیات میں بھی بے حد خدمات سرانجام دیں۔

واقعہ یہ ہے کہ ترکھانوں کا کام بھی پیغمبری پیشہ ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو خود اللہ تعالیٰ نے کشتی بنانے کا حکم دیا۔ فرمایا:

﴿وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا﴾ [ھود : ۳۷]

''ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم کے مطابق کشتی بناؤ۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ﴾

[هود: ۳۸]

یعنی اللہ کے حکم سے اس کے بتائے ہوئے طریقے کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے لگے اور جب ان کی قوم کا کوئی گروہ ان کے قریب سے گزرتا تو انھیں کشتی بناتے ہوئے دیکھ کر ان کا مذاق اڑاتا۔

ظاہر ہے کشتی لکڑی ہی کی بنائی جاتی ہے اور لکڑی کا سامان بنانے والوں کو ہماری بولی میں ترکھان کہا جاتا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام نے ترکھانوں والا کام کیا تھا۔ اس لیے موجودہ اصطلاح میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام جو اللہ کے پہلے پیغمبر تھے، ترکھان تھے۔ یا یوں کہیے کہ ترکھان حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک مناظر نے مناظرے میں مولانا احمد الدین کو ترکھان کا طعنہ دیا تو انھوں نے فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام بھی ترکھان تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام بھی ترکھان تھے۔ غرض کوئی پیشہ اور کوئی کام بھی برا نہیں ہے، بشرطیکہ خلافِ شرع نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ خلافِ شرع کام کو ہرگز پسند نہیں فرماتا۔ وہ لوگوں کو حلال کمائی کا حکم دیتا ہے۔ برے کاموں سے سختی کے ساتھ روکتا ہے۔ اگر خیرات وحسنات کا سلسلہ جاری ہے تو ہر برادری اور ہر پیشہ (جو خلاف شرع نہ ہو) لائقِ احترام ہے۔ ازراہِ مزاح حجام (نائی) عام طور پر کہا کرتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ چھوٹے بڑے ہر شخص کے سر پر ہے۔ کوئی شخص ہمارے پاس آتا اور حجامت بنواتا ہے تو اس کا سر ہمارے سامنے جھکا ہوتا ہے۔ یہ حقیقت بھی ہے۔

مشہور دیوبندی عالم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی اسی برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ 1920ء کے دسمبر کی آخری تاریخوں میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تجویز وتحریک سے امرتسر میں جب جمعیت علماے ہند کا قیام عمل میں لایا گیا تو اس کے پہلے صدر انہی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کو بنایا گیا تھا جو طویل عرصے تک اس منصب پر فائز رہے۔ اس طرح اس دور کے برصغیر کے ان تمام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

علمائے کرام کے سروں پر (جو جمعیت علمائے ہند سے تعلق رکھتے تھے) حضرت مفتی صاحب کا ہاتھ تھا۔ حضرت مفتی صاحب کے مدرسہ امینیہ کی جو دہلی میں جاری کیا گیا تھا، ملک میں بڑی شہرت تھی۔ اس مدرسے سے بے شمار لوگوں نے تعلیم حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے اور دہلی میں جمعیت علمائے ہند کے دفتر میں ان کی زیارت کرنے کا شرف اس فقیر کو بھی حاصل ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بڑے بڑے علمائے کرام واقعتاً ان کے سامنے مؤدب بیٹھے تھے۔

یہاں یہ یاد رہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے آبا و اجداد دراصل یمنی تھے۔ ہندوستان آ کر ان کے ایک بزرگ نے نائی کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کا ایک خاص تاریخی پسِ منظر ہے، جس کے یہاں بیان کرنے کی ضرورت نہیں، لیکن ہماری اسلامی تاریخ میں یہ کوئی حیران کن بات نہیں ہے۔ کتنے ہی تیل بیچنے والے، کپڑا بننے والے، کپڑا رنگنے والے، جوتا گانٹھنے والے فقیہ اور محدث ہوئے اور پھر وہ نساج، خصاف، حلاج، دباغ، زیات، حلوائی وغیرہ کہلائے۔

بہرحال عرض یہ کرنا ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کا خاندانی پسِ منظر اسلامی اور معاشرتی تاریخ کی رو سے بہت شان دار ہے۔

ذات برادری پر فخر کرنا نہ اخلاقی اعتبار سے درست ہے اور نہ شرعی اعتبار سے اسے کوئی اہمیت حاصل ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو دینوی لحاظ سے اونچے خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن عمل و کردار میں نہایت پست ذہنیت کے مالک ہیں۔ اسی طرح بے شمار لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ ان کا شمار چھوٹی برادریوں میں ہوتا ہے، لیکن اللہ نے ان کو بلند مرتبے پر فائز کیا اور وہ علم و عمل کی دنیا میں بے حد ممتاز گردانے گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چوتھا باب

ولادت، حصولِ علم اور اساتذہ

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی تاریخِ ولادت کا صحیح طور سے تعین کرنا مشکل ہے۔ اس زمانے کے دیہات میں سرکاری سطح پر کوئی ایسا قانون یا رواج نہ تھا، جس کی رو سے کسی دفتر میں بچے کی تاریخ ولادت وغیرہ لکھنا لکھانا ضروری قرار دیا گیا ہو۔ اس قسم کے معاملات میں لوگوں کی یادداشت اور تخمینے پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ فلاں بچے کی ولادت اس وقت ہوئی تھی، جب فلاں واقعہ وقوع میں آیا اور فلاں حادثہ رونما ہوا تھا۔

مولانا احمد الدین کے آبا و اجداد سیکڑوں سال سے گکھڑ میں رہ رہے تھے۔ ان کے والد کا نام حاجی اللہ دتا تھا۔ حاجی اللہ دتا کی شادی تحصیل وزیر آباد کے موضع جھاں والا میں ہوئی تھی۔ احمد الدین اپنے والدین کی پہلی اولاد تھے۔ ان کے بھتیجے مرزا محمد یونس کے بقول ان کی والدہ کا نام عمر بی بی تھا۔ اس عہد کے پنجاب میں پہلے بچے کی ولادت سے کچھ دن پیشتر والدین بیٹی کو اپنے گھر لے جاتے تھے اور پھر بچے کی ولادت سے سوا مہینے بعد اس کا شوہر بیوی اور بچے کو اپنے گھر لے آتا تھا۔ اس رواج کے مطابق عمر بی بی زچگی سے قبل اپنے میکے جھاں والا چلی گئی تھیں۔ احمد الدین کی ولادت وہیں ہوئی۔ اندازہ یہ ہے کہ وہ 1900ء کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ قمری حساب سے یہ 1318ھ کے قریب بنتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حصولِ علم:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے والد گرامی اور خاندان کے دیگر افراد میں نیکی اور صالحیت کے جذبات تو بے شک پائے جاتے تھے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کا علم کی طرف رجحان کم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں پتا نہیں چلتا کہ عمر کے ابتدائی دور میں احمد الدین کو کسی سرکاری سکول یا دینی مدرسے میں داخل کرایا گیا ہو۔ البتہ واقعات کی رفتار سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ والد نے بیٹے کو اپنے خاندانی پیشے آہن گری کے گُر سمجھائے اور اس میں وہ ماہر ہو گئے۔ لیکن انھیں ذاتی طور پر علومِ دینیہ کی تحصیل کا بے حد شوق تھا اور وہ اس شوق کی تکمیل کے لیے کمر بستہ ہوئے۔ نہایت ذہین تھے۔ انھوں نے اپنے روزمرہ کے آبائی کام کے ساتھ ساتھ تحصیل علم کا سلسلہ بھی شروع کر دیا اور اللہ نے انھیں کامیابی سے نوازا۔

اساتذہ:

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ باقاعدہ طور پر کسی استاذ کی خدمت میں حاضر ہونے اور تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے انھوں نے کسی نہ کسی طرح ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا تھا اور کسی حد تک اردو زبان سے بھی آشنائی ہو گئی تھی۔

اب ان کے ان اساتذہ کے نام پڑھیے جن کا ہمیں علم ہو سکا ہے:

1 میاں محکم الدین:

یہ گکھڑ منڈی کی مسجد تیلیاں والی اہلِ سنت والجماعت کے امام وخطیب تھے۔ مولانا احمد الدین نے ان سے فارسی کی کتابیں کریما، گلستاں اور بوستاں پڑھیں۔ نیز سکندر نامہ کا ابتدائی حصہ پڑھا۔ ان کتابوں سے انھیں فارسی زبان سے تعلق پیدا ہوا۔ ان کتابوں میں دینیات، اخلاقیات اور اصلاحِ نفس کا اچھا خاصا ذخیرہ موجود ہے، جس سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احمد الدین متاثر ہوئے اور پھر حصولِ علم کے میدان میں آگے قدم بڑھائے۔ دینی مدارس میں فارسی کی ان کتابوں کی تعلیم بالکل ابتدا میں نہیں دی جاتی، بلکہ یہ اسی بچے کو پڑھائی جاتی ہیں، جو پہلے سے قرآن مجید بھی پڑھ چکا ہو اور اردو بھی جانتا ہو۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ مولانا احمد الدین نے قرآن مجید پڑھ لیا تھا اور اُردو سے بھی شد بد رکھتے تھے۔

2 سید محمد حسین:

ان سے صرف ونحو کی بعض کتابیں پڑھیں، وہ کتابیں ہیں صرف بہائی، صرف میر، ابواب الصرف، زنجانی، زرادی، مراح الارواح وغیرہ۔

3 مولانا علاء الدین:

ان سے منطق کی ابتدائی تین کتابیں ایساغوجی، قال اقول اور مرقات پڑھیں۔ کتبِ حدیث میں سے سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی کے ابتدائی حصے پڑھے۔

4 مولانا سلطان احمد:

یہ ضلع گوجراں والا کے موضع نت کلاں کے رہنے والے تھے۔حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد اور پنجابی کے شاعر تھے ۔ حافظ عبدالمنان صاحب کے حالات میں انھوں نے پنجابی نظم میں کتاب لکھی۔ یہ پہلی کتاب ہے جو حضرت حافظ صاحب ممدوح کے حالات میں معرضِ تصنیف میں آئی۔مولانا احمد الدین گکھڑوی نے ان سے صرف ونحو، منطق، فقہ، اصولِ فقہ، حدیث، اصولِ حدیث، عربی ادبیات، تفسیرِ قرآن اور دیگر مروجہ علوم پڑھے۔

مولانا سلطان احمد سے انھوں نے کس طرح تحصیل علم کی؟

سنیے اور استاد اور شاگرد کو داد دیجیے!

جب احمد الدین اپنے روز مرہ کے آبائی کام سے فارغ ہوتے تو گرمی ہو یا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سردی، آندھی ہو یا بارش، کتابیں پکڑتے اور موضع نت کلاں کو روانہ ہو جاتے۔ گکھڑ سے نت کلاں دو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ یہ سفر وہ پیدل طے کرتے تھے۔ علم کا یہ بے پناہ شوق تھا، جس کی وجہ سے انھیں گرمی، سردی، بارش، آندھی وغیرہ کا کوئی احساس نہ ہوتا تھا۔

مولانا سلطان احمد رحمہ اللہ کا کام بافندگی تھا۔ وہ کھڈی میں بیٹھ کر کپڑا بنتے تھے۔ اب یہ حضرات انصاری کہلاتے ہیں۔ کھڈیوں میں بیٹھ کر کپڑا بنانے کا سلسلہ عرصہ ہوا ختم ہو گیا ہے۔

اس زمانے میں کھڈیوں پر کپڑا بنانے والے انصاری (یا بافندے) گلی میں تانا بانا لگایا کرتے تھے۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ دونوں طرف زمین میں کیل ٹھوک لیتے۔ ایک طرف کا فاصلہ تقریباً دو سو گز کا ہوتا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں لکڑی کی باریک سی سوئیاں ہوتی تھیں، جن کے سروں پر سوت کے نڑے ہوتے تھے۔ وہ تانا بنتے تو دونوں طرف آنے جانے کا فاصلہ چار سو گز کے لگ بھگ ہو جاتا تھا۔ اس طرح چلتے چلتے وہ مولانا احمد الدین کو پڑھاتے تھے۔ شاگرد بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتے اور سبق پڑھتے۔ استاد اگر کام سے فارغ ہوتے تو مسجد میں بیٹھ کر پڑھاتے۔ وہ طالب علم کی پڑھائی کا پورا خیال رکھتے تھے۔ اس کا وقت ضائع نہیں ہونے دیتے تھے۔

مولانا احمد الدین پندرہ سولہ سال کے تھے کہ ان کے والد گرامی حاجی اللہ دتا وفات پا گئے۔ یہ بہت بڑا صدمہ تھا جو انھیں برداشت کرنا پڑا۔ باپ کے بڑے بیٹے ہونے کی وجہ سے ان پر گھر کی ذمہ داریاں بھی آپڑی تھیں۔ لیکن انھوں نے ان غم ناک اور تکلیف دِہ حالات میں بھی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا۔

تعلیم کے دوران ہی میں مولانا احمد الدین کو وعظ و تقریر کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ وہ بدعات اور غیر اسلامی رسوم و رواج کے سخت خلاف تھے اور ان پر کھل کر تنقید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے۔ ذہن ابتدا ہی سے مناظرانہ تھا۔ اسلامی احکام کے سلسلے میں جس سے بات کرتے، پورے زور سے کتاب وسنت کی روشنی میں کرتے۔ اس ضمن میں کسی قسم کا خوف یا کسی نوع کا لحاظ کبھی ان کے ذہن میں نہ آیا۔ صدقِ مقال، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل ہمیشہ ان کا شیوہ رہا۔

ان کے استاذ مولانا سلطان احمد اس دور کے معاشرے اور اس نواح میں نہایت عزت کا مقام رکھتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کما کر گزر اوقات کرتے تھے۔ تدریس اور امامت وخطابت کا کسی سے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ وہ حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور استاذِ محترم کی تربیت کی بنا پر تمام عمر برسرِ عام حق گوئی اور غلط امور کی تردید ان کا مرکزی نقطۂ فکر رہا۔ نہایت افسوس ہے، ان کے تفصیلی حالات کا علم نہ ہوسکا۔ ان کے اخلاف اور رشتے داروں میں سے یقیناً کچھ لوگ موجود ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے شاگردوں کی اولاد میں سے کچھ افراد زندہ ہوں۔ اگر یہ لوگ اپنے عالم دین بزرگ اور مخلص ترین استاذ کے تھوڑے بہت حالات سے آگاہ ہوں تو اس کا تذکرہ جماعت اہلِ حدیث کے کسی اخبار میں ضرور کرنا چاہیے۔

مولانا احمد الدین ہمیشہ علم کی تلاش میں رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انھوں نے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور مولانا شریف اللہ خاں سواتی رحمہما اللہ سے استفادہ کیا۔

اب آیندہ سطور میں ان کے ان اساتذہ کے مختصر حالات بیان کیے جاتے ہیں، جن کا ہمیں پتا چل سکا۔

5 مولانا علاء الدین:

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کچھ عرصہ گوجراں والا میں مولانا علاء الدین کے حلقۂ درس میں بھی رہے۔ مولانا علاء الدین اصلاً برہمن چندر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنسی خاندان کے فرد تھے۔ ان کی نویں پشت میں ایک شخص غالب دین نے اسلام قبول کیا۔ مولانا علاء الدین 1823ء کے پس و پیش موضع پنڈوریاں تحصیل وزیرآباد (ضلع گوجراں والا) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام عبدالواسع تھا۔

مولانا علاء الدین نے حصولِ علم کا آغاز حضرت مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ والا) سے کیا۔ پھر دہلی جا کر حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ کے دائرہ تلمذ میں شامل ہوئے۔ بہت اچھے خطیب اور واعظ تھے۔ تکمیلِ تعلیم کے بعد ہندوستان کے بعض علاقوں میں وعظ و تذکیر اور درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ 1875ء کے قریب گوجراں والا آئے اور یہاں کی اونچی مسجد کمہاراں والی میں خطیب مقرر کیے گئے۔ لیکن اہلِ حدیث مسلک سے تعلق کی وجہ سے انھیں اس مسجد سے نکال دیا گیا۔ اسی اثنا میں چوک نیائیں میں جامع مسجد اہلِ حدیث بنائی گئی تو انھیں اس مسجد کے امام و خطیب مقرر کر دیا گیا۔ انھوں نے 98 سال کی عمر کو پہنچ کر 6 ستمبر 1921ء (3 محرم 1340ھ) کو وفات پائی۔ ان کی زندگی ہی میں 1921ء کو اس مسجد کے منصبِ خطابت پر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ فائز کر دیے گئے تھے۔

6 مولانا شریف اللہ خاں:

مولانا احمد الدین گکھڑوی نے قیامِ پاکستان کے بعد مولانا شریف اللہ خاں سواتی سے بھی استفادہ کیا اور ان سے کتاب سلم العلوم پڑھی۔ لہٰذا اب مولانا شریف اللہ خاں صاحب کے بارے میں چند الفاظ پڑھیے:

مولانا شریف اللہ خاں 1890ء (1307ھ) کو علاقہ سوات کے قصبہ عالی گرامہ نیک پخیل میں پیدا ہوئے۔ وہ پٹھانوں کے قبیلہ یوسف زئی سے تعلق رکھتے تھے۔ والد کا اسمِ گرامی مولانا مفتی فقیہ اللہ خاں تھا۔ چھوٹی عمر میں والدین کے سایۂ محبت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے محروم ہو گئے تھے۔ ان کے ماموں مولانا حنیف اللہ خاں سابق ریاست دِیر کے منصبِ قضا پر فائز تھے، مولانا شریف اللہ نے ان سے بعض درسی کتابیں پڑھیں اور انہی نے ان کی پرورش کی۔

1906ء (1324ھ) کو مولانا شریف اللہ خاں رام پور کے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ نو سال وہاں تعلیم حاصل کی اور سندِ فراغت لی۔ رام پور میں انھوں نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا، ان میں مولانا فضل حق رام پوری بھی شامل ہیں۔

رام پور سے وہ دارالعلوم دیوبند گئے۔ وہاں مولانا محمود حسن صاحب سے شرفِ شاگردی حاصل کیا اور ان سے تبرکاً دوبارہ صحیح بخاری پڑھی۔

تحصیل علم کے بعد رام پور کے مدرسہ ارشادالعلوم میں سلسلۂ تدریس شروع کیا۔ کچھ عرصہ وہاں رہے۔ پھر لکھنؤ کے ایک مدرسے میں پڑھانے لگے۔ پانچ سال وہاں خدمت سرانجام دی۔ پھر دہلی آ گئے اور مدرسہ عالیہ فتح پوری سے وابستگی اختیار کر لی۔ کچھ عرصہ وہاں نائب مدرس کے طور کام کیا، پھر صدر مدرس بنا دیے گئے۔ اس زمانے میں وہ مدرسہ رحمانیہ میں بھی طلبا کو بعض کتابوں کا درس دیتے تھے۔ دہلی کے زمانہ قیام میں ان سے جن سیکڑوں علما و طلبا نے حصولِ فیض کیا، ان میں مولانا محمد جونا گڑھی دہلوی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بھی شامل ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور آ گئے اور ان کی خدمات دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے لیے مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے حاصل کر لیں۔ تقسیم ملک کے نتیجے میں یہ دارالعلوم امرتسر سے لاہور منتقل ہو گیا تھا۔ کئی سال وہ اس دارالعلوم میں پڑھاتے رہے۔ پھر 1955ء میں فیصل آباد میں جامعہ سلفیہ کا قیام عمل میں آیا تو ان سے جامعہ سلفیہ میں فریضۂ درس دینے کی درخواست کی گئی جو انھوں نے منظور فرمائی اور وہ فیصل آباد تشریف لے گئے۔ وہیں ان پر فالج کا حملہ ہوا اور وہ لاہور آ گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس عالمِ دین نے جمعۃ المبارک کے روز 31 اگست 1979ء (7 شوال 1399ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور انھیں قبرستان میانی صاحب میں دفن کیا گیا۔

7 حضرت حافظ عبداللہ روپڑی:

مولانا احمد الدین گکھڑوی جن حضرات سے کسی نہ کسی سطح پر مستفید ہوئے ان میں ممتاز عالم دین حضرت حافظ عبداللہ روپڑی بھی شامل ہیں۔ حافظ صاحب کا شمار جماعت اہلِ حدیث کے مشہور علماے کرام اور نامور ماہرینِ علومِ حدیث میں ہوتا ہے۔ وہ 1304ھ (1887ء) کو موضع کمیر پور (ضلع امرتسر) میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسمِ گرامی میاں روشن دین تھا۔ موضع ڈوبہ تحصیل چونیاں (ضلع قصور) میں تعلیم کا آغاز کیا۔ چھانگا مانگا (ضلع قصور) کے مولوی عبداللہ سے آٹھ پارے حفظ کیے۔ کچھ عرصے کے بعد لکھوکے چلے گئے۔ وہاں اس زمانے میں استاذِ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی کے والدِ مکرم مولانا عبدالقادر لکھوی کا سلسلۂ درس جاری تھا، ان سے صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی اور دیگر اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ 1910ء (1328ھ) میں عازمِ دہلی ہوئے اور وہاں مولانا محمد اسحاق منطقی سے مروجہ نصاب کی بعض کتابیں پڑھیں۔ مدرسہ عالیہ رام پور میں بھی داخلہ لیا اور مختلف فنون کی انتہائی درجے کی بعض کتابوں کی تکمیل اس مدرسے کے اساتذہ سے کی۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد 1914ء (1331ھ) میں روپڑ کی جماعت اہلِ حدیث کی درخواست پر روپڑ تشریف لے گئے۔ وہاں بے حد علمی خدمات سرانجام دیں۔ بہت لوگوں نے ان سے تحصیلِ علم کی۔ روپڑ سے ہفت روزہ اخبار ''تنظیم اہلِ حدیث'' جاری کیا۔ چھوٹی بڑی تقریباً پچاس کتابیں تصنیف کیں جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خالص علمی اور تحقیقی نوعیت کی ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد اپنے خاندان سمیت لاہور آ گئے۔ یہاں برانڈرتھ روڈ اور ریلوے روڈ کے سنگم پر (چوک دال گراں میں) بہت بڑی مسجد تعمیر کرائی اور اس میں جامعہ قدس کے نام سے دار العلوم جاری کیا، جس میں بہت سے اصحابِ علم نے ان سے تحصیلِ علم کی۔

لاہور آ کر اپنا پرانا اخبار ''تنظیم اہلِ حدیث'' بھی جاری کیا۔

اس رفیع المنزلت عالمِ دین نے 20اگست 1964ء (11ربیع الاول 1384ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔

ان کی جاری کردہ جامعہ قدس نے تدریسی اعتبار سے بڑی ترقی کی۔ اب اسے ان کے لائق اخلاف میں سے مولانا حافظ عبدالغفار روپڑی اور مولانا حافظ عبدالوہاب روپڑی نہایت کامیابی سے چلا رہے ہیں۔

یہ ہیں وہ حضراتِ علمائے کرام جن سے مولانا احمد الدین گکھڑوی نے مختلف اوقات میں استفادہ کیا۔ کسی سے صرف ونحو کی کتابیں پڑھیں، کسی سے حدیث اور علومِ حدیث پڑھے، کسی سے منطق اور فلسفے کی کتابیں پڑھیں، کسی سے فارسی کی کتابیں پڑھیں۔

ان کا ذہن چوں کہ ابتدا ہی سے مناظرانہ تھا اور مناظرے میں حریف ہر قسم کے سوال کرتا اور ہر طریقے سے اپنے مدِمقابل کو گھیرنے کی کوشش کرتا ہے، کبھی فلسفیانہ انداز میں بات کرتا ہے، کبھی علمِ منطق کے سوال پوچھے جاتے ہیں، کبھی صرف ونحو اور معانی و بیان کی باتیں کی جاتی ہیں، کبھی عربی ادبیات کے متعلق تبادل خیال ہوتا ہے۔ کبھی اصولِ حدیث اور اصولِ فقہ کی اصطلاحیں استعمال کی جاتی ہیں۔ اس لیے مولانا احمد الدین نے ان تمام علوم ماہر اساتذہ سے تحصیل کی اور بڑی محنت اور دلچسپی سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے مناظرے کے ہر میدان میں حریف کا دلائل کی پوری قوت سے مقابلہ کیا اور کسی سے کبھی شکست نہیں کھائی۔

یہاں یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ حاجی اللہ دتا کی نرینہ اولاد تین بیٹے تھے، جن کی ترتیبِ ولادت یہ ہے: سب سے بڑے مولانا احمد الدین، ان سے چھوٹے میاں فضل احمد اور سب سے چھوٹے مستری عبداللہ۔ لیکن ان میں سے عالمِ دین صرف مولانا احمد الدین ہوئے اور انھوں نے علم کی وجہ سے ملک میں بڑی شہرت پائی۔ یہ سب حضرات سفرِ آخرت پر روانہ ہو چکے ہیں۔ معلوم نہیں ان کی اولاد میں سے کوئی صاحب اپنے بزرگوں کے متعلق کچھ معلومات رکھتے ہیں یا نہیں۔

مولانا احمد الدین کی شادی سگی خالہ کی بیٹی محمد بی بی سے ہوئی تھی، لیکن تین سال بعد انھوں نے طلاق دے دی۔ اس اثنا میں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پھر جوان عمر کے باوجود مولانا نے شادی نہیں کی۔ کیوں طلاق ہوئی؟ اور کیوں دوسری شادی نہیں کی؟ اس کے متعلق ہمیں کچھ پتا نہیں اور نہ پتا کرنے کی ضرورت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پانچواں باب

مولانا احمد الدین مناظر کی حیثیت سے

مولانا احمد الدین گکھڑوی بہت بڑے مناظر اور جلیل القدر عالم تھے۔ لیکن یہ ایک الم ناک حقیقت ہے کہ ان کی مختلف علمی مساعی کا تفصیلی تذکرہ کسی نے نہیں کیا۔ ان کی وفات پر ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ بے شمار لوگ موجود ہیں، جن سے ان کی ملاقاتیں رہیں اور جنھوں نے ان کی تقریریں سنیں، جو ان کے خطباتِ جمعہ میں حاضر ہوتے رہے اور جنھوں نے ان کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں، ان کی مجلسوں میں بیٹھے، لیکن ان میں کوئی ایسا شخص نہیں جو ان کی زندگی کے تفصیلی واقعات خاص ترتیب کے ساتھ بتا سکے، جس سے پوچھو، یہی جواب آئے گا کہ فلاں مسجد میں جمعہ پڑھایا کرتے تھے اور بڑی اچھی تقریر کرتے تھے۔ عیسائیوں کے ساتھ مناظرے کرتے تھے اور مرزائیوں سے ان کے مباحثے ہوتے تھے۔ لیکن مناظروں اور مباحثوں کا زیادہ تفصیل سے کوئی بھی ذکر نہیں کرتا۔ نہ کوئی خطباتِ جمعہ کی وضاحت کو موضوعِ سخن ٹھہراتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ مولانا احمد الدین کو نہ خود اپنے حالات لکھنے لکھانے کا خیال تھا، نہ اپنے مناظروں اور مباحثوں سے متعلق زیادہ باتیں کرنے کی عادت تھی اور نہ ان سے ملنے والوں میں سے کسی نے ان کے بارے میں معلومات ضبطِ تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ کہیں جم کر نہیں بیٹھے اور کسی ایک مقام کو اپنا مرکزِ تبلیغ نہیں بنایا۔ وہ طبیعت کے گرم تھے یا یوں کہیے کہ بے حد خود دار

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے، کسی سے کوئی ایسی بات نہیں سن سکتے تھے جس سے ان کی طبع نازک پر ذرہ بھی زد پڑتی ہو، جب کہ جماعتی زندگی کے طویل سفر میں کبھی خوش گوار واقعات کی حسین وادیوں سے گزرنے کے مواقع میسر آتے ہیں اور کبھی ناخوش گوار منزلوں کو عبور کرنا پڑتا ہے۔ لیکن انھیں اس کی پروا نہ تھی۔

انھوں نے نہ کہیں مستقل طور پر خطابت و امامت کی، نہ زیادہ عرصہ درس و تدریس کا فریضہ سرانجام دیا۔ اپنے آبائی شہر گکھڑ کو بھی مرکز نہ بنایا۔ وہ بہت ذہین تھے اور دینیات سے متعلق ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا اور وسعتِ مطالعہ نے ان کو اجتہاد کی راہ پر لگا دیا تھا۔ لیکن استقلال کی کمی کے باعث وہ کسی ایک مقام کو اپنی سرگرمیوں کا محور نہ قرار دے سکے اور ان کی تدریسی اور خطابتی صلاحیتوں سے لوگوں کو بہت زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ اس قسم کے عالی مرتبت لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ کاش ان کی پُر خلوص جدوجہد کی پوری تفصیل معرضِ کتابت میں آئی ہوتی اور ہم لوگوں کو اس سے استفادے کا موقع ملا ہوتا۔ تاہم محنت کر کے اللہ کے فضل سے ہمیں بہت کچھ مل گیا اور ان کی زندگی کے بے شمار واقعات ہمارے علم میں آئے۔ ان کی علمی سرگرمیوں کی تفصیل بھی نظر و بصر کے زاویوں میں آئی اور ان کے مختلف مقامات کے مناظروں کے بارے میں بھی ایسی ایسی معلومات میسر آئیں، جن سے ہم بالکل نا آشنا تھے۔ الحمد للّٰہ علیٰ ذلك.

تقسیمِ ملک سے قبل میں نے ان کے دو مناظرے سنے تھے۔ کتبِ حدیث پر ان کی گہری نظر تھی۔ وہ اگرچہ باقاعدہ مدرس اور مصنف نہ تھے، لیکن تفسیر و حدیث اور دوسرے علوم کی تمام اہم کتابیں ان کے زیرِ مطالعہ رہتی تھیں۔ وہ نہایت صفائی سے بات کرتے اور حریف کے اعتراضات کا وضاحت کے ساتھ زور دار الفاظ میں جواب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے۔ انھوں نے مختلف مذاہب کے اہلِ علم سے بیسیوں مناظرے کیے۔ بے شک بعض اوقات پُر خلوص طیش میں آ کر ان کی زبان سے کچھ ایسے کلمات نکل جاتے تھے، جنھیں عوامی نوعیت کے کلمات سے تعبیر کرنا چاہیے۔ اس قسم کے کلمات سے لوگ بہت خوش ہوتے اور خوشی کے ساتھ اپنی مجلسوں میں بیان کرتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ حریف ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ ان کے دلائل کا توڑ بہت مشکل تھا اور ان کے مقابلے میں قدم جما کر کھڑے رہنا بڑے دل گردے کا کام تھا۔

کامیاب مناظر وہی ہوتا ہے، جس کا مقابلہ کرنے سے حریف گریز کی راہیں تلاش کرے اور اسے دیکھ کر اضطراب کی کیفیت میں مبتلا ہو جائے۔ مولانا احمد الدین کا یہ کمال تھا کہ وہ حریف پر حملہ کرتے اور اپنے حق میں دلائل دیتے تو اس میں نہ ان کا حملہ برداشت کرنے کی طاقت ہوتی تھی اور نہ ان کے دلائل کا صحیح جواب اس کے پاس ہوتا تھا۔

میں نے زیادہ مناظرے نہیں سنے۔ صرف دو مناظرے مولانا احمد الدین کے سنے ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا اور دو مناظرے حافظ عبدالقادر روپڑی کے سنے ہیں۔ ایک مناظرہ حافظ صاحب نے ہمارے شہر کوٹ کپورہ میں قادیانی مناظر سے کیا تھا اور ایک ریاست فرید کوٹ کے ایک گاؤں دلیپ سنگھ والا میں بریلوی مسلک کے عالم مولانا محمد عمر اچھروی سے کیا تھا۔ یہ چاروں مناظرے تقسیم ملک سے کئی سال پہلے سننے کا موقع ملا تھا۔

میرا خیال ہے اس دور کے (ایک دو کے سوا) تمام مناظرین سے مولانا احمد الدین گکھڑوی کا طریقِ مناظرہ زیادہ کامیاب، بلکہ کہنا چاہیے کہ مدِ مقابل کے لیے بے حد خطرناک تھا۔ مخالفانہ اور موافقانہ دلائل اس تیزی سے ان کے منہ سے نکلتے تھے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سننے والا حیران رہ جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ عبدالقادر روپڑی انھیں استاذ المناظرین قرار دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ان کے مناظروں کی پوری روداد ہمارے سامنے نہیں ہے، لیکن جو کچھ معلوم ہوا، آیندہ صفحات میں بیان کیا جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے اس سے ساری تفصیل واضح ہو جاتی ہے۔

آیندہ صفحات میں پہلے ان چند مناظروں کا ذکر کیا جاتا ہے جوانھوں نے حضراتِ احناف کے بریلوی علماے کرام سے کیے۔ پھر ان مناظروں کا تذکرہ کیا جائے گا جو مرزائیوں، شیعوں اور عیسائیوں کے مناظرین سے کیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھٹا باب

علمائے احناف سے مناظرے

اس باب میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کے ان مناظروں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو انھوں نے مختلف مقامات میں (بریلوی) علمائے احناف سے کیے۔

ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں میں مناظرہ:

1936ء کی بات ہے، جب استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں خطابت و تدریس کا فریضہ سر انجام دیتے تھے، اس وقت ضلع فیروز پور کے ایک گاؤں میں (جس کا نام لکھاں والا تھا) ایک اہلِ حدیث عالمِ دین مولانا محمد عباس قیام فرما تھے۔ وہ اس نواح کے مشہور خطیب اور مدرس تھے۔ وہاں احناف کے بریلوی نقطۂ نگاہ کے ایک عالم نے اشتہار شائع کیا کہ دیہات میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ "صلاة الجمعة في القرى" ایک ایسا موضوع تھا، جس پر اس زمانے میں بحثوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ احناف دیہات میں جمعہ پڑھنے کی شدید مخالفت کرتے تھے اور اہلِ حدیث دیہات میں جمعہ پڑھنے کو قرآن و حدیث کی روشنی میں ضروری قرار دیتے تھے۔ اس مسئلے پر تحریری اور تقریری صورت میں فریقین کے درمیان بحثیں ہوتی رہتی تھیں۔

مولانا محمد عباس ایک دن مولانا عطاء اللہ صاحب بھوجیانی کی خدمت میں آئے اور فرمایا کہ انھوں نے اس موضوع پر بریلوی حضرات سے مناظرے کی تاریخ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مقرر کر لی ہے۔ آپ کسی اہلِ حدیث مناظر کا انتظام کر دیں اور خود بھی اس مجلسِ مناظرہ میں شرکت فرمائیں۔ مولانا عطاء اللہ نے مولانا احمد الدین گکھڑوی سے رابطہ کیا اور وہ تاریخِ مقررہ پر تشریف لے آئے۔ کھلے میدان میں مناظرے کا انتظام کیا گیا تھا۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ دیہات کے بے شمار لوگ مناظرہ سننے آئے تھے۔ ہم لوگ کوٹ کپورہ سے بس پر گئے تھے۔ اس علاقے میں یہ پہلا مناظرہ تھا۔

بریلوی حضرات کی طرف سے مناظر گوندلاں والا کے مولانا محمد حسین تھے اور ان کے صدر مناظرہ تھے ملتان کے ایک عالم دین، جنھیں ''ملا ملتانی'' کہا جاتا تھا۔ ان کا اصل نام میرے ذہن میں نہیں رہا، عبدالعزیز تھا یا نظام الدین۔ وہ بڑے لسان عالم تھے اور فنِ مناظرہ کے ماہر۔

اہلِ حدیث کی طرف سے مناظر تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔ میں نے ان کو پہلی دفعہ دیکھا تھا۔ نکلتا ہوا قد، کسرتی سا مناسب جسم، نہ موٹے نہ دبلے پتلے، سرخی مائل گندمی رنگ، قدرے لمبا چہرہ، سر پر سفید عمامہ، تہبند اور قمیص پہنے ہوئے، کندھوں پر رومال، ڈاڑھی قدرتی طور سے مختصر، نظر کمزور تھی اور کتاب آنکھوں کے بالکل قریب کر کے پڑھتے تھے۔

مناظر صاحبان اور صدورِ مناظرہ کے لیے میز کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ دونوں طرف کے مناظر تھوڑے سے فاصلے پر آمنے سامنے تھے۔

مجمعِ عام میں پہلے کسی صاحب نے وضاحت سے موضوعِ مناظرہ کا اعلان کیا اور دونوں مناظر عالموں کے نام بتائے۔ نیز بتایا کہ ہر مناظر صاحب اپنی اپنی باری سے پانچ پانچ منٹ تقریر کریں گے۔

مناظرہ اس طرح شروع ہوا کہ پہلے حنفی مناظر مولانا محمد حسین نے دلائل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیے کہ دیہات میں جمعہ نہیں پڑھنا چاہیے۔ اگر کہیں پڑھا جائے تو جمعے کے بعد احتیاطاً نمازِ ظہر پڑھنی چاہیے، جسے عرفِ عام میں ''احتیاطی'' کہا جاتا ہے۔

اس کے بعد مولانا احمد الدین گکھڑوی کی باری آئی۔ انھوں نے قرآن و حدیث کے حوالوں سے ثابت کیا کہ شہروں اور قصبوں میں بھی جمعہ پڑھنا فرض ہے اور دیہات میں بھی جمعے کی ادائیگی ضروری ہے۔

ان کے بعد ایک مرتبہ پھر پانچ منٹ مولانا محمد حسین نے تقریر کی۔ وہ تقریر ختم کر چکے تو مولانا احمد الدین گکھڑوی نے پانچ منٹ جوابی تقریر کی، جس میں انھوں نے اپنے موقف کی تائید میں حوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی تقریر کے بعد مولانا محمد حسین کھڑے ہوئے اور صاف الفاظ میں پنجابی میں کہا ''تُسیں جِتے، اسیں ہارے''۔ یعنی آپ لوگ جیتے اور ہم ہار گئے۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کے یہ پنجابی الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور میں انھیں کرسی پر بیٹھتے اور اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔

پورے مجمعے کے لیے ان کے یہ الفاظ حیرت اور تعجب کا باعث تھے اور یہ کہہ کر ان کا بیٹھنا بے حد حیران کن تھا۔ ان کے صدر ملا ملتانی صاحب بھی یہ الفاظ سن کر نہایت متعجب ہوئے اور انھوں نے بار بار ان سے کہا: ''اٹھو مولوی احمد الدین کی باتوں کا جواب دو۔'' لیکن وہ نہیں اٹھے۔ درحقیقت وہ مولانا احمد الدین کے پیش کردہ حوالوں کے بوجھ تلے پوری طرح دب گئے تھے اور سامعین محسوس کر رہے تھے کہ ان کا اس بوجھ سے نکلنا مشکل ہے، چنانچہ یہی ہوا۔

مجمعے میں کسی طرف سے کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ سب لوگ آرام سے بیٹھے رہے۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی بھی حیرانی کے عالم میں خاموش بیٹھے اپنے حریف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا محمد حسین کی طرف دیکھ رہے تھے۔

اس کے بعد مجمعے سے آوازیں بلند ہونے لگیں: اہلِ حدیث جیت گئے..... وہابی جیت گئے..... حنفی ہار گئے..... وہابی مولوی کا حنفی مولوی مقابلہ نہ کرسکا..... وہابی مولوی جیت گیا..... حنفی مولوی ہار گیا..... دیہات میں جمعہ پڑھنا فرض ہوگیا..... نہ پڑھنے والا گناہ گار ہوگا..... اس قسم کی آوازیں ہر طرف سے مسلسل آرہی تھیں اور زور زور سے آرہی تھیں۔

پھر لوگ مولانا احمد الدین گکھڑوی کی طرف دوڑے اور ان سے سلام و مصافحے کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ بعض لوگ ان کے ہاتھ چومنے لگے۔ بعض نے ان کا ماتھا بھی چوما۔

اس مناظرے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس علاقے کے تقریباً تمام دیہات میں باقاعدہ نمازِ جمعہ پڑھی جانے لگی اور لوگوں کی بہت بڑی تعداد نے مسلک اہلِ حدیث اختیار کرلیا۔

مولانا محمد عباس جن کی کوشش سے یہ مناظرہ ہوا تھا، قیامِ پاکستان کے بعد پاک پتن آگئے تھے اور انھیں وہاں کی مسجد اہلِ حدیث کے خطیب و امام مقرر کرلیا گیا تھا۔ محققانہ ذہن کے سلجھے ہوئے عالمِ دین تھے۔ میرے زمانہ ادارت میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' میں بعض علمی موضوعات پر ان کے مضامین چھپتے رہے۔ مجھے یاد پڑتا ہے انھوں نے پاک پتن ہی میں وفات پائی۔ پاکپتن میں تقسیمِ ملک سے کئی سال قبل اہلِ حدیث کی پہلی مسجد چودھری عبدالرحمٰن کی کوشش سے بنی تھی جو مولانا کرم الٰہی (ساکن قادر والا تحصیل زیرہ ضلع، فیروز پور) کے فرزند گرامی تھے اور پاکپتن کے گورنمنٹ ہائی سکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ قیام پاکستان کے بعد فوت ہوئے۔ نہایت نیک گھرانے کے نیک فرد۔

معلوم نہیں یہ سطور مولانا محمد عباس کے اخلاف یا ان کے شاگردوں میں سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسی کے مطالعہ میں آئیں گی یا نہیں۔ اگر کوئی صاحب ان کے تھوڑے بہت حالات سے مطلع کر سکیں تو میں ان کا شکر گزار ہوں گا۔ وہ نہایت متین اور معتدل مزاج عالم تھے اور میرے مہربان تھے۔ اگر ان کے تھوڑے بہت حالات مل جائیں تو میں ان پر مضمون لکھنا چاہتا ہوں۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی بلا شبہہ کامیاب مناظر تھے اور اپنے موقف کے حق میں دلائل دیتے وقت ہر کتاب کی عبارت (وہ عربی ہوتی یا اردو) پڑھتے اور اس کے صفحے، سطر اور مقامِ اشاعت و سالِ طباعت کا حوالہ دیتے۔ صاف الفاظ میں وضاحت سے بات کرتے تھے۔ ان کی گفتگو میں کسی قسم کا الجھاؤ نہیں ہوتا تھا۔

ویرو وال (ضلع سیالکوٹ):

یہ ضلع سیالکوٹ کا ایک گاؤں ہے، جہاں 1931ء میں مناظرہ ہوا تھا۔ یہ معلوم نہ ہو سکا کہ مناظرے کا موضوع کیا تھا۔ اس میں اہلِ حدیث کی طرف سے مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا نور حسین گرجاکھی، سید عبدالرحیم شاہ مکھوی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی شامل تھے اور احناف کے بریلوی صاحبان کی طرف سے ملتان کے ملا ملتانی اور مولانا نادر شاہ شریک تھے۔ مناظرہ ملا ملتانی اور سید عبدالرحیم شاہ کے درمیان ہوا تھا۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے مختلف کتابوں سے سید عبدالرحیم شاہ کو ضروری حوالے نکال کر دیے تھے۔ اس اعتبار سے وہ شاہ صاحب کے معاون تھے۔

(دیکھیں: ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (25 ستمبر 1931ء)

مناظرہ گوجراں والا:

یہ مناظرہ گوجراں والا میں بڑے قبرستان کے قریب ہوا تھا۔ مناظرے کی تاریخ اور موضوع کا پتا نہیں چل سکا۔ مناظرہ اہلِ حدیث اور بریلوی حضرات کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درمیان ہوا تھا۔ اہلِ حدیث کے مناظر مولانا احمد الدین تھے اور ان کے معاون تھے مولانا نور حسین گھر جاکھی۔ بریلوی صاحبان کے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی تھے۔ گوجراں والا کا یہ اس عہد کا مشہور مناظرہ تھا، جس میں دونوں مذہبی جماعتوں کے بے شمار لوگ بڑی دلچسپی اور انتہائی شوق سے شامل ہوئے تھے۔

داد والی (ضلع گوجراں والا):

داد والی یا کسی اور مقام میں مناظرہ ہوا۔اس مناظرے میں اہلِ حدیث کی طرف سے مناظر مولانا احمد الدین گکھڑوی تھے اور ان کے معاون مولانا محمد اسماعیل سلفی تھے۔ بریلوی حضرات کے مناظر مولانا عبدالغفور ہزاروی تھے اور ان کے معاون تھے مفتی احمد یار خاں گجراتی۔

مناظرے کا موضوع تھا علم غیب، حاضر و ناظر اور نور و بشر۔ یعنی بریلوی حضرات کا موقف یہ تھا کہ نبی ﷺ کو غیب کا علم حاصل تھا۔ آپ (ﷺ) ہر جگہ تشریف فرما ہیں اور سب کچھ دیکھ اور سن رہے ہیں اور یہ کہ آپ بشر نہیں، نور تھے۔ اس کے برعکس اہلِ حدیث مناظر کا نقطہ نظر یہ تھا کہ نبی ﷺ کو علمِ غیب حاصل نہیں تھا۔ غیب کی باتیں صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے، کوئی انسان نہیں جانتا۔ یہ کہ نبی ﷺ ہر جگہ موجود بھی نہیں ہیں اور نہ ہر چیز دیکھ اور سن رہے ہیں اور آپ نور نہیں، بشر تھے، یعنی اللہ کے مقدس ترین بندے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو بندوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا تھا۔

اس مناظرے کے موقعے پر فریقین کے درمیان جھگڑا بھی ہوگیا تھا اور ایک شخص عبداللہ نے جو بریلوی مکتبِ فکر سے تعلق رکھتا تھا، مولانا احمد الدین گکھڑوی پر حملہ کر کے انھیں برا بھلا بھی کہا تھا۔ اس سے کچھ عرصے کے بعد وہ شخص اہلِ حدیث ہوگیا تھا اور جو ناروا سلوک اس نے مولانا احمد الدین سے کیا تھا، اس پر وہ نہایت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ندامت اور افسوس کا اظہار کیا کرتا تھا۔

اس مناظرے کا اثر یہ ہوا کہ متعدد بریلوی حضرات نے مسلک اہلِ حدیث قبول کرلیا تھا۔

مولانا محمد سرفراز سے گفتگو:

مشہور دیوبندی عالم مولانا سرفراز خاں صفدر کا تعلقِ سکونت گکھڑ سے تھا۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف اور معروف مدرس تھے۔ مولانا احمد الدین کا مسکن بھی گکھڑ تھا۔ سنا ہے کہ ان کا آپس میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ البتہ ایک مرتبہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر گفتگو ہوئی اور اس موضوع پر مناظرے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب نے اس فیصلے پر عمل نہ کیا۔ مولانا احمد الدین نے اشتہار شائع کردیا کہ مولانا صفدر صاحب مناظرے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس سے قبل دونوں کا ایک دوسرے سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا، لیکن اشتہار کی اشاعت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔

اس اثنا میں مولانا سرفراز صفدر صاحب حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آئے تو مولانا احمد الدین ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ حج کی مبارک باد دی اور انھیں کھانے پر اپنے گھر بلایا۔ وہ تشریف لائے۔ مولانا احمد الدین نے عزت و تکریم کے ساتھ کھانا کھلایا اور پوچھا کہ آپ نے مجھ سے تعلقات کیوں منقطع کر لیے؟

مولانا سرفراز نے فرمایا: ﴿تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾

بہرحال دونوں کے دل صاف ہوگئے اور میل جول کا سلسلہ دوبارہ شروع ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے یہ اشتہار کیوں شائع کیا تھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جس میں لکھا کہ مولانا سرفراز صفدر صاحب نے مناظرے سے گریز کیا؟

اس کی وجہ یہ سننے میں آئی ہے کہ مولانا سرفراز صاحب نے یہ شرط عائد کی تھی کہ میں اس شخص کے ساتھ مناظرہ کروں گا، جس کا تدریس کا تجربہ چالیس سال کا ہو، اور مولانا سرفراز چالیس سال سے فریضۂ تدریس انجام دے رہے تھے، جب کہ مولانا احمد الدین کو اتنے طویل عرصے کی تدریس کے مواقع میسر نہیں آئے تھے، اور مولانا سرفراز صاحب کو اس کا علم تھا۔ مولانا احمد الدین نے اس شرط کو غلط ٹھہرایا اور اسے مولانا سرفراز کا مناظرے سے گریز قرار دیا۔

انھوں نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ میں اس شخص سے مناظرہ کروں گا، جس کا مناظرے کا تجربہ پچاس سال کا ہو، کیوں کہ میں خود مناظرے کا طویل تجربہ رکھتا ہوں تو یہ شرط بالکل غلط ہوگی۔ سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے عمر اور تجربے کی شرط عائد کرنا قرینِ صحت نہیں۔ اس طرح تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ میں اس شخص سے علمی گفتگو کروں گا، جس نے ان اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہو، جن سے میں نے کی ہے، یا کسی مسئلے میں اس شخص سے بحث کروں گا، جس نے میرے جتنی کتابیں پڑھی ہوں یا میرے جتنی کتابیں لکھی ہوں یا جس کی عمر میرے جتنی ہو۔

❁ نندو وال ضلع گجرات کا مناظرہ:

یہ مناظرہ فروری 1936ء میں ہوا تھا۔ اس کا موضوع نماز میں رفع الیدین کرنا تھا۔ احناف کے مناظر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری تھے اور اہلِ حدیث کے مناظر تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم احناف کے دیوبندی مکتبِ فکر کے مشہور عالم تھے۔ انھیں بعض اہلِ حدیث حضرات بھی اپنے جلسوں میں تشریف آوری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی دعوت دیا کرتے تھے اور وہ ان کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے۔ مسئلہ توحید پر وہ بڑا موثر وعظ فرماتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے ذہن میں حنفیت نے بھی مضبوطی سے پنجے گاڑ رکھے تھے۔

بہرحال مولانا احمد الدین گکھڑوی کو حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب بخاری سے بھی مناظرے کا موقع ملا۔

مناظرے کے بعد لوگوں کی درخواست پر اسی میدان میں مشترکہ طور پر احناف اور اہلِ حدیث مقرروں کی اصلاحی اور مصالحتی تقریریں ہوئیں، جس کا عوام پر بہت اچھا اثر ہوا۔

گوجراں والا کا ایک اور مناظرہ:

گوجراں والا ہمیشہ سے ایک مذہبی شہر کی حیثیت سے مشہور ہے۔ وہاں اہلِ حدیث اور بریلوی حضرات کے درمیان مختلف اوقات میں کئی مناظرے ہوئے۔ ایک مناظرے کا ذکر گزشتہ سطور میں ہو چکا ہے، جس میں مولانا احمد الدین اور مولانا محمد عمر اچھروی (بریلوی) مناظر تھے۔ مولانا نور حسین اس مناظرے میں مولانا احمدالدین کے معاون اور رفیقِ مناظرہ تھے۔ اس مناظرے کی تاریخ اور موضوع کا علم نہیں ہوسکا۔ یہ مناظرہ گوجراں والا کے بڑے قبرستان سے متصل وسیع میدان میں ہوا تھا۔

اب گوجراں والا کے ایک اور مناظرے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کی بھی تاریخِ انعقاد کا پتا نہیں چل سکا۔ البتہ موضوع مناظرہ مسئلہ حاضر وناظر اور نور و بشر تھا۔ بریلوی حضرات کے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی تھے اور اہلِ حدیث کے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔ لیکن اس مناظرے میں صرف نور وبشر کے مسئلے پر بحث ہوئی۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے قرآن وحدیث اور واقعات کی روشنی میں ثابت کیا کہ نبی ﷺ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بشر (انسان) تھے۔ مولانا محمد عمر اچھروی نے کہا کہ نبی ﷺ بشر نہیں تھے، نور تھے۔ دلائل کی رو سے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے نقطہ نظر کو صحیح قرار دیا گیا۔ خود مولانا محمد عمر اچھروی نے تسلیم کیا کہ مولوی احمد الدین زور دار مناظر ہیں۔

اس مناظرے میں مسئلہ حاضر و ناظر پر بحث نہیں ہوئی۔

تقسیمِ ملک سے قبل کے زمانے میں مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ کبھی مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان، کبھی عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان، کبھی آریہ سماجیوں اور مسلمانوں کے درمیان، کبھی سناتن دھرمیوں اور مسلمانوں کے درمیان، کبھی اہلِ تشیع، اہلِ حدیث اور احناف کے درمیان اور کبھی ہندوؤں کے فرقوں آریہ سماجیوں اور سناتن دھرمیوں کے درمیان۔ اس اعتبار سے وہ دلچسپ زمانہ تھا اور ان مناظروں میں امن و امان کا سلسلہ قائم رہتا تھا۔ کسی موقعے پر کبھی معمولی نوعیت کا جھگڑا تو شاید ہو جاتا ہو، لیکن مار پٹائی تک نوبت نہیں پہنچتی تھی۔ خود مختلف مذاہب کے علما اور مناظر آپس میں خوش گوار تعلقات رکھتے تھے اور ایک دوسرے کا احترام کرتے تھے۔

موضع سگھے ضلع امرتسر:

جامع مسجد اہلِ حدیث فیصل آباد کے خطیب مولانا محمد یوسف انور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ موضع سگھے (ضلع امرتسر) میں مناظرہ طے پایا۔ اہلِ حدیث کی طرف سے مناظر مولانا احمد الدین گکھڑوی تھے، لیکن ان کے ساتھ حافظ عبدالقادر روپڑی، ان کے برادرِ کبیر حافظ اسماعیل روپڑی اور مولانا عبداللہ ثانی کو بھی تشریف آوری کی دعوت دی گئی تھی۔ بریلوی حضرات کے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی تھے اور ان کے ساتھ چار پانچ دیگر علمائے کرام بھی تھے۔ مناظرے کا اشتہار چھپ چکا تھا اور وقت نو بجے کا تھا۔

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس زمانے میں سفر کا زیادہ تر ذریعہ ریل گاڑی تھا۔ مولانا احمد الدین اور ان کے رفقاے کرام اسٹیشن پر پہنچے تو ریل گاڑی نکل چکی تھی۔ دوسری گاڑی کچھ دیر بعد آئی اور یہ حضرات تاخیر سے اپنی منزل پر پہنچے، جب کہ مولانا محمد عمر اچھروی اور ان کے ساتھی، ان سے پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ دونوں طرف سٹیج لگا ہوا تھا۔ مولانا محمد عمر اچھروی کھڑے ہوئے اور مولانا احمد الدین اور ان کے ساتھیوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اشتہار پر نو بجے کا وقت لکھا ہے۔ آپ دیر سے آئے ہیں، آپ نے ہمارا وقت ضائع کیا ہے، اس پر معذرت کریں۔ مولانا احمد الدین نے کہا: دکھایئے اشتہار! اشتہار دیکھا تو مناظرے کا وقت صرف ''نو بجے'' لکھا تھا۔ یہ نہیں لکھا تھا کہ نو بجے صبح یا نو بجے رات۔ مولانا احمد الدین نے فرمایا: ابھی نو نہیں بجے۔ (یعنی رات کے نو) اس طرح ہم دیر سے نہیں آئے، معذرت کس بات کی کریں۔[1]

اس کے بعد مناظرہ شروع ہوا اور اختتام پر ثالثوں نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کی کامیابی کا اعلان کر دیا۔ کسی قسم کا کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔

مناظرۂ لالہ موسیٰ:

ایک دوست نے مجھے ایک کتاب عنایت فرمائی ہے جو 33 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کا نام ہے ''مناظرہ لالہ موسیٰ''۔ کتاب بہت سال پہلے صوفی احمد الدین خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث منڈی بہاء الدین (ضلع گجرات) نے شائع کی تھی۔ یہ مناظرہ 13، 14 اکتوبر 1934ء کو مولانا احمد الدین گکھڑوی اور مولانا عبدالغفور ہزاروی کے درمیان ہوا تھا۔ مناظرے کے مندرجہ ذیل تین موضوع طے ہوئے تھے۔

[1] یہ واقعہ مولانا محمد یوسف انور نے مولانا احمد الدین سے متعلق ان واقعات میں بھی لکھا ہے جو انھوں نے میرے نام ارسال فرمائے۔ یہ واقعات اس کتاب کے باب نمبر (17) میں ملاحظہ فرمایئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1. اہلِ حدیث مناظر مولانا احمد الدین گکھڑوی قرآن وحدیث کی رو سے یہ ثابت کریں گے کہ نبی ﷺ غیب کا علم نہیں رکھتے تھے، غیب کی باتیں صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اس کے برعکس بریلوی مناظر ثابت کریں گے کہ نبی ﷺ غیب جانتے ہیں۔
2. اہلِ حدیث مناظر قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کریں گے کہ نبی ﷺ بشر (انسان) تھے، جب کہ بریلوی مناظر قرآن وحدیث کے دلائل سے ثابت کریں گے کہ نبی ﷺ بشر (انسان) نہیں تھے، نور تھے۔
3. اہلِ حدیث مناظر قرآن وحدیث کی رو سے ثابت کریں گے کہ کسی مصیبت کے وقت کسی نبی نے کسی نبی کی قبر پر فریاد نہیں کی اور بریلوی مناظر قرآن و حدیث کی رو سے ثابت کریں گے کہ فریاد کی ہے۔

اس مناظرے کی روداد کا خلاصہ پنجابی کے ایک شاعر سید امیر نے پنجابی نظم میں بیان کیا ہے، لیکن اس کے بعض حصے اردو میں ہیں۔ اس مناظرے میں مسلمان بھی (اہلِ حدیث اور حنفی) بہت بڑی تعداد میں شامل ہوئے تھے اور سکھ اور ہندو بھی مناظرہ سننے آئے تھے۔ وہ چوں کہ متحدہ ہندوستان کا زمانہ تھا اور مسلمان اور غیر مسلمان اکھٹے رہتے تھے، اس لیے دونوں قوموں کے لوگ ایک دوسرے کے بہت سے مذہبی معاملات سے آگاہ تھے اور جن کے باہمی اختلاف کی بحثوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔

مناظرہ لالہ موسیٰ سے متعلق اس کتاب میں دو تعلیم یافتہ سکھوں کی شہادتیں بھی درج ہیں۔ ایک سکھ کا نام رویل سنگھ ہے جو موضع دھوریہ ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ وہ اس مناظرے میں شامل تھے۔ انھوں نے اپنے تاثرات گورمکھی زبان میں تحریر کیے تھے۔ ساتھ ہی اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

''جو مناظرہ 13، 14 اکتوبر کو لالہ موسیٰ میں زیر جماعت اہلِ حدیث اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بریلوی کے ہوا، اس میں بندہ نے تمام سوالات اور جوابات سنے، جس کے بعد میری رائے ہے کہ اس مناظرے کا تمام حوالہ بذریعہ اخبارات تمام مسلم بھائیوں کی خدمت میں پہنچانا چاہیے، جس کے لیے میری حقیر عرض جناب مولوی غلام علی صاحب سیکرٹری انجمن اہلِ حدیث لالہ موسیٰ سے ہے۔ جماعت بریلوی کو آخر میں ہار اور جماعت اہلِ حدیث کو ہر پہلو میں فتح نصیب ہوئی۔ سچائی کو ہمیشہ فتح نصیب ہوئی ہے۔''

رویل سنگھ سکنہ دھوریہ

ضلع گجرات ڈاک خانہ دھوریہ خاص۔

دوسرے سکھ سردار جودھ سنگھ ہیں۔ انھوں نے اپنے تاثرات اردو میں لکھے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے:

''جو مناظرہ مورخہ 13، 14 ماہ اکتوبر 1934ء کو بروز ہفتہ و اتوار بمقام لالہ موسیٰ زیر جماعت اہلِ حدیث و جماعت بریلوی متصل پرانا تھانہ کیا گیا۔ اس مناظرے کو بندہ نے بڑے شوق سے سنا۔ اس مناظرے کے متعلق میری رائے ہے کہ اس کا فیصلہ بذریعہ اخبارات ملک کے کونے کونے میں ہر مسلم تک پہنچانا جماعت اہلِ حدیث لالہ موسیٰ کا فرض اولین ہونا چاہیے۔ ان خیالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میری جناب عالی سیکرٹری انجمن اہلِ حدیث غلام علی صاحب درزی سے نہایت ادباً عرض ہے کہ اس جلسے کا لب لباب تمام مسلمانوں تک بذریعہ اخبارات پہنچانے کی جائز کوشش سے مشکور فرمادیں گے۔ خاص طور پر بریلوی جماعت اور اہلِ حدیث کا زبردست مقابلہ اور آخر میں جماعت بریلوی کو منہ توڑ شکست ہونا۔

(اردو بعینہٖ) سردار جودھ سنگھ از مقام کوٹلہ قاسم خاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متصل لالہ موسیٰ، ضلع گجرات، تحصیل کھاریاں

اب ایک اور صاحب کے تاثرات سنیے!

''صاحبان جب ہم مناظرہ سن کر موضع چک پنڈی میں واپس آئے تو عشا کی نماز کے بعد چوں کہ تازہ معاملہ تھا، مسجد میں مکالمہ شروع ہو گیا تو دین دار صاحب غلام محمد جو دین دار عاشق پیر کا چچا زاد بھائی ہے، کہنے لگا کہ میری بھی ایک بات سن لینا۔ میں نے کہا اچھا صاحب فرمائیں تو بولا میں کسی کی رعایت و حمایت نہیں کرتا۔ لیکن حق پوشی کو بہت برا سمجھتا ہوں۔ جب مولوی احمد دین صاحب اپنی ہر ٹرم میں مولوی عبدالغفور صاحب سے بار بار مطالبہ کرتے تھے کہ بتاؤ جب آپ لوگ آنحضرت ﷺ کو اب بھی زندہ اور دنیا میں ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں تو ان کی موجودگی میں امام صاحب کی تقلید کیوں کرتے ہو؟ جواب میں مولوی عبدالغفور کو "صم بکم" دیکھ کر ایک سکھ صاحب نے جو میرے قریب بیٹھا ہوا تھا، اپنے ایک سکھ بھائی سے کہا کہ بریلوی لوگوں کی عقل ماری ہوئی ہے، جب کہ ان کا پیر یا مولوی کہیں باہر سے آتا ہے تو اس کی بڑی عزت کرتے ہیں، اس سے مسئلے پوچھتے ہیں، خدمت کرتے ہیں، نماز میں آگے کھڑا کر لیتے ہیں، اپنے نبی (ﷺ) کو آگے کیوں نہیں کھڑا کر لیتے؟ لہٰذا یہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔''

مطلب یہ کہ اگر نبی ﷺ زندہ ہیں اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو یہ لوگ آپ (ﷺ) کی موجودگی میں کسی دوسرے کو نماز کا امام کیوں بناتے ہیں؟ آپ (ﷺ) کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظرے میں شکست کے بعد مولانا عبدالغفور ہزاروی صاحب نے اشتہار شائع کیا تھا کہ مولوی احمد الدین ہار گئے ہیں اور ہم جیت گئے ہیں۔ یہ اشتہار پڑھ کر مولانا احمد الدین نے مولوی عبدالغفور صاحب کو مندرجہ ذیل خط لکھا:

مولوی عبدالغفور صاحب مدرس مدرسہ انجمن خدام الصوفیہ گجرات۔

''سنا گیا ہے کہ آپ نے جھوٹی فتح شائع کر دی ہے۔ میرے دوست آپ نے انصاف نہیں کیا۔ اگر آپ کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ آپ مجھ پر غالب رہے ہیں تو دوبارہ تیار ہو جائیں۔ میں آپ کو ببانگِ دہل کہتا ہوں کہ اشتہار لکھ کر مجھے تاریخ فرما دیں۔ بشرطِ صحت اسی میدان لالہ موسیٰ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ شرائط وہی رہیں گی۔ مسئلہ جو بھی ہو، انکار نہیں۔ علمِ غیب ہو یا بشر یا حاضر و ناظر یا تقلید۔ محض علمِ منطق پر بولنا ہو تو بڑی خوشی سے، لیکن اس کی ایک پوری ٹرم عربی میں ادا کریں گے۔ مناظرہ دو دن ہو گا۔ جواب جلدی دینا۔ ورنہ آیندہ ایسی لاف زنی سے توبہ کریں۔ ہم آپ کے ضلع ہزارہ میں آپ کے مولد میں بھی یہ چیلنج پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ خیال رہے کہ مناظرہ آپ کو ضرور کرنا پڑے گا۔''

فقط: احمد دین

مولوی عبدالغفور ہزاروی نے مولانا احمد الدین کو اس خط کا کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ قیامِ پاکستان سے پہلے کے چند مناظروں کا تذکرہ تھا۔ ان کے علاوہ انھوں نے اور مناظرے بھی کیے ہوں گے، لیکن ان کی تفصیل کا پتا نہیں چل سکا۔ اب قیامِ پاکستان کے بعد کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

❀ منڈی روڈالا روڈ (ضلع فیصل آباد):

جڑاں والا سے دوسرا یا تیسرا ریلوے اسٹیشن منڈی روڈالا روڈ ہے، جسے سمندر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھی کہا جاتا ہے۔ قیامِ پاکستان سے قبل وہاں اہلِ حدیث کے چند گھرانے آباد تھے۔ قیام پاکستان کے ابتدائی دور میں کچھ مدت وہاں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اوران کے بھتیجے حافظ عبدالقادر اور حافظ اسماعیل روپڑی سکونت پذیر رہے۔ ان دنوں بریلوی حضرات کے حلقوں میں سانگلہ ہل کے مولانا عنایت اللہ کا بڑا شہرہ تھا۔ انھوں نے اہلِ حدیث حضرات کو وہاں مناظرے کی دعوت دی جو قبول کرلی گئی۔ مولانا احمدالدین بھی پہنچ گئے۔ اب مولانا عنایت اللہ کی تشریف آوری کا انتظار ہونے لگا۔ اردگرد کے لوگوں کو مناظرے کی اطلاع پہنچ چکی تھی، اس لیے مناظرہ سننے کے لیے بہت سے لوگ منڈی روڈالا روڈ آئے۔ لیکن مولانا عنایت اللہ نہیں پہنچے۔

مناظرہ تو نہ ہوا لیکن لوگوں نے مولانا احمد الدین کو دیکھنے کی خواہش کی جو وہاں مولانا عنایت اللہ صاحب سے مناظرے کے لیے تشریف لائے تھے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ مولانا احمد الدین کمبل اوڑھے بیٹھے تھے جو دو تین جگہ سے پھٹا ہوا تھا۔ ان کی زیارت کے شائقین ان کی سادگی سے نہایت متعجب ہوئے۔

فاروق آباد کا قصہ:

ایک مرتبہ فاروق آباد (ضلع شیخوپورہ) میں مولانا عنایت اللہ صاحب کی تقریر کا پروگرام تھا۔ وہ اہلِ حدیث کے سخت مخالف تھے اور ان کی ہر تقریر اہلِ حدیث کی مخالفت کے گرد ہی گھومتی تھی۔ فاروق آباد کے اہلِ حدیث حضرات کو یہ اندیشہ تھا کہ مولوی عنایت اللہ اپنی تقریر میں اہلِ حدیث کو مناظرے کا چیلنج کریں گے اور فوری طور پر کسی مناظر کا انتظام کرنا مشکل ہوگا۔ اس اندیشے کے پیش نظر انھوں نے پہلے ہی مولانا احمد الدین کو فاروق آباد بلالیا۔ مولانا عنایت اللہ کو ان کی آمد کا پتا چل گیا تھا۔ انھوں نے حسبِ عادت تقریر میں اہلِ حدیث کی مخالفت تو کی، لیکن مناظرے کا چیلنج نہیں کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کی تقریر کے بعد اہلِ حدیث حضرات کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ مولانا عنایت اللہ صاحب نے اہلِ حدیث کے متعلق جو کچھ کہا ہے، مولانا احمد الدین گکھڑوی اس کا جواب دیں گے۔ مولانا عنایت اللہ میں جرأت ہے تو ان کی تقریر کا جواب دیں یا جس موضوع پر چاہیں ان سے مناظرہ کریں، لیکن مولانا عنایت اللہ وہاں نہیں ٹھہرے، واپس سانگلہ ہل چلے گئے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کا خوف:

واقعتاً مولانا احمد الدین گکھڑوی کا خوف ان کے بعض مخالف علما پر طاری رہتا تھا اور وہ ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو جو ہمارے مرحوم کرم فرما حکیم عبدالمجید صاحب کے فرزندِ گرامی حکیم عتیق الرحمٰن صاحب (وزیر آباد) کے حوالے سے بیان کی جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

''جس زمانے میں مولانا احمد الدین وزیر آباد کی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تھے، ان کی مستقل رہائش گکھڑ ہی میں تھی، لیکن جمعرات کو وزیر آباد تشریف لے آتے۔ جمعۃ المبارک کے روز یہاں قیام فرماتے اور ہفتے کی صبح کو مسجد میں درس دے کر گکھڑ چلے جاتے۔ ایک روز وہ صبح کے درس سے فارغ ہو کر گکھڑ جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ بریلوی مسلک کے مولانا عبدالغفور ہزاروی کے ایک عقیدت مند آئے اور مولانا احمد الدین سے مخاطب ہو کر کہا: ''آپ نے کیا فساد مچا رکھا ہے؟'' مولانا نے فرمایا: ''کون سا فساد؟'' انھوں نے کہا: ''یہی بریلویوں کے نقطہ نظر کی مخالفت کا فساد۔ میں چاہتا ہوں، اس کا آج ہی فیصلہ ہو جائے۔ اس پر گفتگو کے لیے میں مولانا عبدالغفور ہزاروی کو آپ کے پاس لے کر آتا ہوں'' مولانا نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ''مولوی عبدالغفور کو ضرور لائیے، میں یہیں مسجد میں بیٹھا ہوں۔ اگر وہ یہاں آجائیں تو ہم اپنی ہار مان لیں گے۔ پھر فرمایا: وہ بے شک میرے پاس نہ آئیں، اگر اپنی جگہ سے اٹھ کر چند قدم بھی باہر آجائیں تو میں پھر بھی اپنی شکست تسلیم کرلوں گا اور ان کی صداقت کا اعلان کردوں گا۔''

یہ سن کر مولانا عبدالغفور ہزاروی کے وہ عقیدت مند بڑے خوش ہوئے اور مولانا عبدالغفور ہزاروی کی خدمت میں پہنچے اور سارا واقعہ انھیں سنایا۔ ادھر مولانا احمد الدین نے بھی اعلان کردیا کہ آج میرے اور مولانا عبدالغفور ہزاروی کے درمیان گفتگو ہوگی۔ لیکن مولانا عبدالغفور ہزاروی نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے پاس جانے اور ان سے گفتگو کرنے سے صاف الفاظ میں انکار کردیا۔

ان صاحب نے بہت کہا کہ آپ چند منٹ کے لیے مولانا احمد الدین کے پاس چلیے اور بات کیجیے، لیکن وہ نہیں آئے۔

مناظرہ قلاچی، ڈیرہ اسماعیل خاں:

اس مناظرے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے مولانا عبداللہ ثانی امرتسری رقم طراز ہیں:

ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک من چلے واعظ نے قلاچی میں پہنچ کر جماعت اہلِ حدیث پر کفر کا فتویٰ دیا تو جماعت کے غیور اصحاب نے اس کا ثبوت طلب کیا، جس پر فریقین میں مناظرہ ٹھن گیا، چناں چہ 6/مئی 1936ء کو جمعیت تبلیغِ اہلِ حدیث کی طرف سے خاکسار اور مولانا نور حسین صاحب گرجاکھی اور مولانا احمد دین گکھڑوی وہاں تشریف لے گئے۔ ملتان سے مولوی عبد العزیز صاحب ملتانی بھی آ گئے۔ صبح 7/مئی کو مناظرین جماعت اہلِ حدیث فرحاں و شاداں تھے کہ صبح یہ مسئلہ طے ہو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے گا، مگر افسوس کہ ہمیں صبح اٹھتے ہی اطلاع ملی کہ رات کو سپرنٹنڈنٹ پولیس مع گارد پہنچ گئے ہیں، جنھوں نے حکماً مناظرہ بند کر دیا۔ وجہ کا پتا نہ چل سکا۔ یہ افواہ تھی کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کو یہ پتا چلا ہے کہ سخت فساد کا اندیشہ ہے۔ ہم نے فریقِ ثانی کو تبادلہ خیالات کے لیے محدود مکان میں بیٹھنے کا کہا اور تحریری مباحثہ کرنے کی بھی پیش کش کی، جسے انھوں نے منظور نہ کیا۔

مناظرہ تو نہ ہوسکا، لیکن قلاچی اور ڈیرہ اسماعیل خاں میں مذہب اہلِ حدیث پر متعدد تقریریں کیں، جن کا اثر عوام پر بہت اچھا ہوا۔ (راقم عبداللہ ثانی، ناظم جمعیت تبلیغ اہلِ حدیث، پنجاب) (ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر، 23/مئی 1936ء)

بے شک مولانا احمد الدین گکھڑوی بیسویں صدی کے عظیم مناظر تھے۔ نہایت حاضر جواب مناظر۔ حریف پر شیر کی طرح حملہ کرتے تھے۔ ان کی گفتگو میں بڑی کاٹ تھی۔ ان کے اعتراضات اس قدر تیکھے اور صحیح ہوتے تھے کہ ان کا جواب دینا فریقِ مخالف کے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن ہو جاتا تھا۔ ان کا علم ہر وقت تر و تازہ رہتا تھا اور وہ حوالے کی پوری طاقت کے ساتھ حریف پر جھپٹتے تھے۔ وہ کسی مناظرے میں کبھی ناکام نہیں رہے اور کبھی کسی سے دبے نہیں۔ زبان و انداز کی پوری توانائی کے ساتھ بات کرتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساتواں باب

مرزائیوں کے ساتھ مناظرے

مولانا احمد الدین گکھڑوی نے مناظرے تو شیعہ حضرات سے بھی کیے اور حنفی اہلِ علم سے بھی، لیکن ان کی اصل پنجہ آزمائی مرزائیوں کے ساتھ رہتی تھی یا عیسائیوں کے ساتھ۔ اس سلسلے میں جو کچھ ہمارے علم میں آیا، وہ ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔ مرزائیوں سے مناظروں کی فہرست ملاحظہ ہو۔

1 مناظرہ روپڑ:

تقسیمِ ملک سے قبل روپڑ کا قصبہ پنجاب کے ضلع انبالہ کی ایک تحصیل تھا۔ تقسیم کے بعد حکومتِ ہند نے روپڑ کو ضلعے کا درجہ دے کر صوبہ ہریانہ میں شامل کر دیا۔ اس علاقے میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے اصحابِ علم بھتیجوں حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی نے بڑی خدمات سرانجام دیں اور ان کی تبلیغی اور تدریسی مساعی سے وہاں مسلک اہلِ حدیث کی بے حد اشاعت ہوئی۔ 20، 21 مارچ 1932ء کو وہاں مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ بہت سے علمائے کرام اس مجلسِ مناظرہ میں شامل تھے۔ لیکن مناظرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے کیا۔ ان کے مقابلے میں مرزائی مناظر دو تھے، ایک ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی اور دوسرے محمد سلیم۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کو کامیابی عطا فرمائی۔ اس مناظرے کی پوری رپورٹ اس زمانے میں مولوی عبدالمجید سیکرٹری انجمن

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اشاعتِ اسلام روپڑ (ضلع انبالہ) نے شائع کی تھی۔

2 مناظرہ اجنالہ:

ضلع امرتسر (موجودہ مشرقی پنجاب) کا ایک مشہور قصبہ اجنالہ ہے۔ آزادیِ ملک سے پہلے یہ قصبہ امرتسر کی ایک تحصیل تھا۔ اب بھی شاید تحصیل ہی ہوگا۔ وہاں 23 جون 1932ء کو اہلِ حدیث اور مرزائیوں کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اہلِ حدیث کی طرف سے حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی مناظر تھے۔ مرزائیوں کی طرف سے مناظر تھے احمد علی اور مولوی محمد نذیر۔ اہلِ حدیث کی طرف سے مناظرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے کیا تھا۔

3 مناظرہ بمبو:

ضلع گورداس پور میں ایک گاؤں کا نام ''بمبو'' ہے۔ وہاں بھی جون 1932ء کو مرزائیوں سے مناظرہ ہوا۔ اہلِ حدیث کی طرف سے دو مناظر تھے، ایک سید عبدالرحیم شاہ مکھوی اور دوسرے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔ ان کے مقابلے میں مرزائی مناظر مبارک احمد اور ایک اور شخص تھے۔ سید عبدالرحیم شاہ فیروز پور کی تحصیل موگا کے ایک گاؤں موضع ''مکھو'' کے رہنے والے تھے۔ اپنے عہد کے مشہور مناظر اور مقرر تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ان پر بہت اعتماد کرتے تھے اور مختلف مذاہب و مسالک کے مناظرین سے مناظرے کے لیے بسا اوقات انہی کو بھیجتے تھے۔ وہ کافی عرصہ آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس کے مبلغ بھی رہے۔ پاکستان کی جماعت اہلِ حدیث کے مشہور رہنما سید حبیب الرحمٰن شاہ مرحوم قریب کی رشتے داری میں شاہ عبدالرحیم مکھوی کے پوتے تھے۔ حبیب الرحمٰن شاہ 18 اپریل 2000ء کو فوت ہوئے۔

بہرحال بمبو میں شاہ عبدالرحیم مکھوی کی موجودگی میں مرزائی مناظر سے مناظرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد الدین گکھڑوی نے کیا۔ شاہ عبدالرحیم مکھوی نے 1932ء میں وفات پائی۔

4 تحصیل اجنالہ کا ایک اور مناظرہ:

مولانا محمد حسین شیخوپوری مرحوم کا بیان ہے کہ تحصیل اجنالہ (ضلع امرتسر) کے ایک گاؤں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے صدق و کذب کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ مرزائی مناظر نے یہ ثابت کرنا تھا کہ محمدی بیگم سے نکاح کے بارے میں مرزا صاحب سچے تھے۔ محمدی بیگم سے ان کا نکاح کسی وجہ سے اس دنیاے فانی میں نہیں ہوسکا تو نہ سہی، لیکن بہشت میں ضرور ہوگا جس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

اہلِ حدیث کی طرف سے مولانا احمد الدین گکھڑوی مناظر تھے اور ان کے معاون تھے حافظ عبدالقادر روپڑی۔ گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا احمد الدین گکھڑوی کو استاذ المناظرین کہا کرتے تھے۔

دورانِ مناظرہ میں مولانا احمد الدین گکھڑوی نے محمدی بیگم سے نکاح کے سلسلے میں مرزا صاحب کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے ایک موقعے پر کہا: "نفخ في السور" یعنی مرزا ایک سور (خنزیر) ہے، جس میں جھوٹ ڈالا گیا ہے اور وہ جگہ جگہ نکاح کی جھوٹی بات کرتا رہا ہے۔

مرزائی مناظر شور مچاتا رہا کہ یہ لفظ "س" سے نہیں "ص" سے ہے اور اس کے معنے یہ ہیں کہ قیامت کو صور پھونکا جائے گا۔ لیکن مولانا احمد الدین کا جادو چل چکا تھا، مرزائی مناظر کی بات کسی نے نہیں سنی۔

مناظروں میں اس قسم کے لطائف کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ 1312ھ (95ء۔ 1894ء) میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے شاگردِ رشید مولانا محمد بشیر سہسوانی رحمہ اللہ کا مناظرہ حیات و مماتِ مسیح کے موضوع پر دہلی میں خود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا۔

مناظرہ تحریری تھا، اس لیے کہ مرزا صاحب تقریری مناظرے پر رضا مند نہیں ہوئے تھے۔ جب مولانا محمد بشیر سہسوانی کی گرفت مضبوط ہوئی تو مرزا صاحب گھبرا گئے اور دورانِ مناظرہ میں یہ کہہ کر میدان چھوڑ گئے کہ میرے خسر صاحب تشریف لا رہے ہیں، ان کے استقبال کے لیے میرا دہلی اسٹیشن پر جانا ضروری ہے۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی نے ''خسر'' کا لفظ سنا تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ﴾

[الحج: ۱۱]

''اس نے دنیا اور آخرت دونوں جہان کا نقصان اٹھایا، واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔''

5 چک نمبر 37 جنوبی (ضلع سرگودھا):

28 ستمبر 1932ء کو ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک نمبر 37 جنوبی میں مولانا احمد الدین گکھڑوی اور نذیر احمد قادیانی کے درمیان اجرائے نبوت کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ قادیانی مناظر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبوت کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ جاری رہے گا، جب کہ مولانا احمد الدین نے یہ ثابت کرنا تھا کہ سلسلۂ نبوت نبی ﷺ پر ختم ہو گیا۔ مناظرہ ہوا لیکن مولانا احمد الدین کے دلائل کے سامنے مرزائی مناظر نے ہتھیار ڈال دیے۔

6 مناظرہ سیالکوٹ:

4/3 جون کو سیالکوٹ میں ایک تاریخی مناظرہ ہوا جو دو دن جاری رہا اور علمائے اہل حدیث میں سے مولانا اسماعیل سلفی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا نور الٰہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گرجاکھی اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی حاضر تھے، جب کہ مرزائیوں کی طرف سے ملک عبدالرحمان خادم گجراتی اور محمد سلیم پیش ہوئے۔ ذیل میں ہم اس مناظرے کے ایک عینی شاہد مولانا عبد اللہ معمار کی تحریر کردہ روداد درج کرتے ہیں، جو اس وقت کے ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (16 جون 1933ء) میں شائع ہوئی تھی۔

مولانا معمار لکھتے ہیں:

''4/3 جون 1933ء کو یہ شاندار مناظرہ ہوا، جس نے ہمیشہ کے لیے مرزائیت کو سیالکوٹ سے جلاوطن کر دیا۔ یہ مناظرہ چار مضامین پر مشتمل تھا:

1. نکاح محمدی بیگم۔
2. حیاتِ مسیح علیہ السلام۔
3. صدق و کذبِ مرزا۔
4. ختمِ نبوت۔

''ہر روز چار گھنٹے مناظرہ ہوتا تھا۔ صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک ایک مبحث پر۔ پھر سہ پہر سے پانچ بجے سے سات بجے تک دوسرے مبحث پر۔ جماعتِ اہلِ حدیث کی طرف سے نکاح محمدی بیگم کے مضمون پر پہلے دن نشست اول میں مولوی احمد دین صاحب مناظر تھے۔ دوسرے وقت مبحث حیاتِ مسیح پر حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ دوسرے دن نشست اول میں مضمون کذب و صدقِ مرزا پر مولوی لال حسین اختر صاحب اور اسی دن دوسری نشست میں مبحث ختمِ نبوت پر حضرت مولانا سیالکوٹی۔

''اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان چہار مناظروں میں اس نے ہمیں نمایاں، بیّن اور عیاں فتح مبین عطا فرمائی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

شکریہ پر شکریہ اس بات کا ہے کہ مسلمانانِ سیالکوٹ پر از مسرت طبائع اور مسرور و مطمئن پر از انبساط قلوب میں خوشی اور شادمانی کی بے انتہا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موجیں پیدا کرنے والا اور عزتِ اسلام اور اہلِ اسلام کی فتح پر ناقابلِ شکست مہر ثبت کرنے والا امر یہ ہوا کہ اسی مجلسِ مناظرہ میں تین کس احمدی مہذب تعلیم یافتہ جنٹلمین مرزائیت سے سخت تنفر کا اظہار کرتے ہوئے نئے سرے سے حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ان تائبینِ فرزاندانِ اسلام کے ایڈریس اور بیعتِ خلیفہ قادیانی کے ثبوت پر مشتمل خط حضرت مولانا سیالکوٹی کے پاس محفوظ ہیں۔ ان کے اسما یہ ہیں:

1. شاہ محمد صاحب، ہیڈ کانسٹیبل مقامی پولیس شہر سیالکوٹ۔
2. نور دین صاحب تھرڈ ماسٹر نواں شہر ضلع جموں۔
3. منظور حسین صاحب، طالب علم لاء کالج لاہور۔"

7 مناظرہ پونچھ (کشمیر):

مئی 1934ء میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کا مناظرہ مرزائی مناظر مولوی محمد حسین سے ہوا۔

تقسیمِ ملک سے پہلے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کسی نہ کسی موضوع پر مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور لوگ بڑے اہتمام سے مجالسِ مناظرہ میں شریک ہوتے اور نہایت توجہ سے دونوں طرف کے مناظرین کی گفتگو سنتے تھے۔ اس سے اثر پذیر بھی ہوتے۔ بالخصوص مرزائیوں سے بہ کثرت مناظرے ہوتے اور بعض صاف دل لوگ دوران مناظرہ ہی میں مرزائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیتے۔

8 مکیانہ ضلع گجرات:

28، 29 اگست 1934ء کو ضلع گجرات کے موضع مکیانہ کے مناظرے میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کے مدِ مقابل دو قادیانی مناظر تھے۔ ایک عبداللہ اعجاز اور دوسرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی۔ مناظرے کا موضوع تھا مرزا صاحب سے محمدی بیگم کا نکاح۔ یہ موضوع بڑا دلچسپ تھا اس لیے اس نے بڑا طول کھینچا۔

9 شملہ:

حافظ محمد یوسف گکھڑوی اپنی ایک تحریر میں (جو آیندہ صفحات میں دی گئی ہے) بیان کرتے ہیں کہ مولانا احمد الدین نے مرزائیوں سے شملہ میں مناظرہ کیا تھا۔ یہ شہر اس وقت متحدہ پنجاب میں شامل تھا اور انگریزی حکومتِ ہند کا موسم گرما کا دارالحکومت تھا۔ وائسرائے ہند کے دفتر سمیت مرکزی حکومت کے تمام دفاتر دہلی سے شملہ منتقل ہو جاتے تھے۔ اس مناظرے میں مولانا ممدوح کی بحث سے متاثر ہوکر 17 مرزائیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کیا تھا۔

یہ بہت بڑی کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مولانا احمد الدین کو حاصل ہوئی۔ آزادی کے بعد حکومت ہند نے پنجاب کے تین صوبے بنا دے تھے۔ ایک صوبہ پنجاب ہی رہا۔ دوسرا صوبہ ہریانہ اور تیسرا ہماچل پردیش بنایا گیا۔ شملہ اور کالا وغیرہ کو ہماچل پردیش میں شامل میں کیا گیا۔

10 مناظرہ گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ:

موضع گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ کا تیسرا سالانہ جلسہ مورخہ 12۔ 13۔ 14/ جولائی 1929ء کو بڑی خیر وخوبی سے ہوا۔ جس سے پبلک کو بہت فائدہ ہوا اور متعدد لوگ جو مرزائیت کی طرف راغب تھے، راہِ راست پر آ گئے۔ جلسے کے بعد قادیانی جماعت سے مناظرہ بھی ہوا۔ جماعت اہلِ حدیث کی طرف سے مناظر مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی اور مولوی احمد دین گکھڑ والے تھے۔ مرزائی جماعت کی طرف سے اللہ دتا جالندھری اور غلام احمد مناظر تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولوی احمد دین صاحب نے بڑی خوبی سے حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ اور اقوالِ مرزا صاحب قادیانی سے ثابت کیا، جس سے حاضرین پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ مولوی نور حسین صاحب نے کذباتِ مرزا کو اس طرح بیان کیا کہ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری تنگ ہو ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کے کذب ثابت کرنے لگ گئے، جس سے مولوی نور حسین صاحب نے فرمایا کہ میں صداقتِ انبیا علیہم السلام پر علاحدہ مناظرہ کروں گا پہلے تم مجھ سے صدق و کذبِ مرزا پر مناظرہ کرو تو اللہ دتا جالندھری نے راہِ فرار اختیار کر لی۔ (حکیم اسحاق سکرٹری انجمن اہلِ حدیث گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ) ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (2/اگست 1929ء)

11 مناظرہ گھرپنڈا ضلع امرتسر:

13۔ 14/ستمبر 1930ء کو موضع گھرپنڈا ضلع امرتسر میں مسلمانوں اور مرزائیوں کے مابین مناظرہ ہوا۔ جس میں ''حیاتِ مسیح'' اور ''صداقتِ مرزا'' کے عناوین پر بحث ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا احمد دین اور مولانا نور حسین گرجاکھی مناظر تھے، جب کہ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول اور مولوی محمد یار پیش ہوئے۔ الحمد للہ مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ (اللہ بخش از کمیر پور ضلع امرتسر)

ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (26/ستمبر 1930ء)

12 مباحثہ مغل پورہ لاہور:

مغل پورہ (لاہور) میں 17/جولائی 1932ء کو مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان وفاتِ مسیح، ختمِ نبوت اور صداقتِ مرزا کے موضوعات پر مناظرہ ہوا۔ اس کے علاوہ مسلم گروہ کی خواہش تھی کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلے پر مولانا ثناء اللہ امرتسری فاتح قادیان کی تقریر ہو۔ مضامینِ ثلاثہ مرقومہ بالا پر مولوی احمد دین، مولوی نور حسین گرجاکھی، مولوی عبدالرحیم (مبلغ آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس) نے مباحثہ کیا اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صدارت کا فریضہ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے سرانجام دیا۔ حاضرینِ جلسہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ لوگوں کے اصرار پر آخر میں مولانا فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ صاحب نے تقریر کی تو اس سے لوگ بے حد متاثر ہوئے۔

ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (24/ جولائی 1932ء)

ان مقامات کے علاوہ کراچی، لاہور اور ملک کے مختلف مقامات میں مولانا ممدوح نے قادیانیوں سے مناظرے کیے اور ہر مقام کے ہر مناظرے میں اللہ تعالیٰ نے انھیں کامیابی سے نوازا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں باب

شیعہ حضرات سے مناظرے

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے مناظروں کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے۔ احناف کے بریلوی علمائے کرام اور مرزائی مناظرین سے ان کے مناظروں کی جو روداد ہمیں معلوم ہوئی، خوانندگانِ محترم کو اس سے مطلع کر دیا گیا ہے۔ اب آیندہ سطور میں شیعہ حضرات سے ان کے مناظروں کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔

1 ایک مرتبہ سرگودھا کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے مولانا احمدالدین نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کیے اور فرمایا کہ ان کا نکاح سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دخترِ نیک اختر حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا سے ہوا تھا۔ اس اعتبار سے وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد تھے، لیکن شیعہ دوست سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے داماد کی مخالفت کرتے ہیں، کیوں کرتے ہیں؟

اس پر ہنگامہ بپا ہو گیا اور شیعہ حضرات کی طرف سے ان پر مقدمہ قائم کر دیا گیا۔ صورتِ حال پیچیدہ ہوگئی۔ اس وقت پنجاب کے گورنر مشتاق احمد گورمانی تھے، مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے ان سے بات کی تو معاملہ ختم ہوا۔

دراصل بعض مسائل سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے مولانا احمد الدین کے لہجے میں تلخی آجاتی تھی اور معاملہ دور تک پہنچ جاتا تھا۔ سرگودھا ہی میں اس موضوع پر مولانا محمد صدیق مرحوم نے تقریر کی (جو اس وقت جامع مسجد اہلِ حدیث فیصل آباد کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خطیب تھے) اس تقریر میں شیعہ حضرات بھی موجود تھے، کسی طرف سے کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ سب لوگ اطمینان سے بیٹھے سنتے رہے۔

2 ایک مرتبہ علی پور میں مولانا احمد الدین گکھڑوی اور شیعہ عالم مولانا محمد اسماعیل دیوبندی (ساکن گوجرہ) کے درمیان مناظرہ ہوا۔ موضوع یہ تھا کہ نبی ﷺ کی بیٹیاں کتنی تھیں اور کون کون تھیں۔

شیعہ مناظر مولانا محمد اسماعیل کا (جو دیوبندی کہلاتے تھے) دعویٰ تھا کہ نبی ﷺ کی ایک ہی بیٹی تھیں اور وہ تھیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔

اس کے برعکس مولانا احمد الدین کا موقف یہ تھا کہ نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں:

1 حضرت زینب رضی اللہ عنہا
2 حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا
3 حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا
4 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

مولانا احمد الدین نے شیعہ حضرات کی کتابوں سے ثابت کیا کہ نبی ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔

شیعہ مناظر مولانا محمد اسماعیل دیوبندی نے ان حوالوں میں سے بعض کتابوں کے متعلق کہا کہ ان کے حوالے غلط ہیں اور بعض کے متعلق کہا کہ ان کے حوالے صحیح ہیں۔

معاملہ ثالث کے سپرد ہوا تو انھوں نے مولانا احمد الدین کے موقف کو صحیح قرار دیا اور اس طرح فتح ان کے ہاتھ آئی۔

پھر اسی مناظرے میں ''پنج تن پاک'' کا معاملہ زیرِ بحث آیا۔ شیعہ حضرات کے نزدیک پنج تن پاک ہیں:

1 حضرت محمد ﷺ
2 حضرت علی رضی اللہ عنہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3 حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا 4 حضرت حسن رضی اللہ عنہ

5 حضرت حسین رضی اللہ عنہ

شیعہ مناظر مولوی محمد اسماعیل دیو بندی نے انہی پانچ کا ذکر کیا اور پانچ منٹ میں اپنے موقف کی وضاحت کی۔

اس کے بعد مولانا احمد الدین گکھڑوی کی باری آئی تو انھوں نے فرمایا کہ بے شک یہ پانچ ہستیاں نہایت پاک باز اور انتہائی مقدس ہیں، لیکن ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کیوں شامل نہیں کیا جاتا؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیوں شامل نہیں؟ دوسری بیٹی حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا کیوں شامل نہیں؟ تیسری بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کیوں شامل نہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی بہن حضرت امِ کلثوم رضی اللہ عنہا ان مقدس اور پاک باز ہستیوں میں کیوں شامل نہیں؟ ان کو بھی پاک باز اور مقدس ہستیاں مانا جائے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کا اندازِ بیان اس قدر زور دار تھا کہ سب لوگ اس سے متاثر ہوئے اور پولیس وغیرہ کے وہ سرکاری اہل کار جو امن و امان قائم کرنے اور صورتِ حال کی نگرانی کے لیے مناظرے کے اجتماع میں آئے تھے، ان پر بھی مولانا احمد الدین کے زور بیان کا بے حد اثر ہوا اور انھیں یہ کہنا پڑا کہ مولانا احمد الدین بہت بڑے عالم اور مناظر ہیں۔ اپنے موقف کا اظہار نہایت صاف الفاظ میں کرتے ہیں۔

حافظ عبدالقادر روپڑی (جنھیں سلطان المناظرین کا لقب دیا گیا) کے بقول مولانا احمد الدین گکھڑوی واقعی استاذ المناظرین تھے۔ ان کی حریف پر چڑھائی بڑی زور دار اور گرفت نہایت مضبوط ہوتی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے شیعیت کے موضوع پر تقریریں تو بہت کی ہوں گی۔ شاید کسی شیعہ اہلِ علم سے زبانی گفتگو بھی کی ہو، لیکن یہ ہمارے دائرہ تحریر سے خارج ہے۔ ہم صرف ان کے مناظروں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں، مگر معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ حضرات سے ان کے مناظرے زیادہ نہیں ہوئے اور یہ ضروری بھی نہیں کہ انھوں نے ہر مسلک کے اصحابِ علم سے ضرور مناظرے کیے ہوں۔

اس باب کے آغاز میں شیعیت کے موضوع پر ان کی سرگودھے کی تقریر کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ اس تقریر کی وجہ سے معاملہ کچھ نازک موڑ میں داخل ہو گیا تھا اور اس کو سلجھانے کے لیے بڑی کوشش کرنا پڑی تھی۔

منکرینِ حدیث کے ساتھ ایک مناظرہ:

گوجرانوالہ سے حافظ آباد روڈ پر واقع نوکھر ایک معروف قصبہ ہے۔ وہاں مولانا احمد دین گکھڑوی اور مولوی محمد حسین اور مولوی اسماعیل کشمیری شاگرد مولوی رمضان چکڑالوی ساکن گوجرانوالہ کے درمیان اثباتِ حدیث پر مناظرہ ہوا۔ مولوی اسماعیل چکڑالوی کا تعلق منکرینِ حدیث کے گروہ سے تھا (جو اپنے آپ کو اہلِ قرآن قرار دیتے ہیں) ان کا سوال تھا کہ پانچ نمازیں قرآن شریف سے ثابت کریں۔ اس کے جواب میں قرآن شریف کی آیات سے پانچ نمازوں کا ثبوت دیا گیا تو اسماعیل چکڑالوی نے یہ سوال کیا کہ فرض اور سنن اور وتر وغیرہ کی تفصیل اور تعدادِ رکعات وغیرہ کا قرآن سے ثبوت دکھایا جائے۔ اس کے جواب میں مولانا احمد دین گکھڑوی نے قرآن شریف کی آیات سے تین اقسام کی وحی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ آیت پڑھی: ﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ﴾ [الشوریٰ: ۵۱] اور قرآن مجید کی روشنی میں یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وضاحت کی کہ قرآن کریم تو جبریل کی معرفت حضور ﷺ کو سکھایا گیا تھا، لہٰذا پردے میں کلام اور مطلق وحی اس کے علاوہ ہے۔ نیز یہ آیت پڑھی: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا﴾ [الفتح: ۲۷] یعنی پیغمبر کی خوابیں بھی وحی ہیں۔ پس ان ہر سہ اقسام کی وحی میں نماز کا مفصل بیان موجود ہے۔ پھر چکڑالوی مناظر کو سوائے خجالت اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ (یکے از حاضرین)

ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (29/ مارچ 1929ء)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نواں باب

عیسائی پادریوں سے مناظرے اور مباحثے

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے مناظرے اور مباحثے عیسائی پادریوں سے بھی ہوتے رہے اور عیسائیت کے بارے میں ان کا دائرۂ معلومات بہت وسیع تھا۔ اس موضوع کے مختلف پہلوؤں پر انھوں نے کتابیں بھی لکھیں، جن کی تفصیل کتاب کے سولھویں باب (تصانیف) میں آئے گی۔

یہاں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر میں عیسائیوں سے مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ کب شروع ہوا؟

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، اس کا آغاز تیسرے مغل حکمران جلال الدین اکبر کے عہد میں ہوا۔ اس دور کے مشہور مناظرین میں مولانا سعد اللہ خاں، مولانا عبداللہ اور شیخ قطب الدین کے نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ اس کے بعد مناظرات کا یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ کے زمانے میں اس میں تیزی آ گئی تھی، اس لیے کہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریزوں کی اس وقت تقریباً پورے ملک میں حکومت قائم ہوگئی تھی اور وہ برطانیہ سے عیسائی پادریوں کو بھی اپنے ساتھ لائے تھے تاکہ عیسائیت کی تبلیغ کے ذریعے سے برصغیر کے لوگوں کو حلقہ عیسائیت میں شامل کرنے کی باقاعدہ مہم شروع کی جائے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اس صورتِ حال سے اچھی طرح باخبر تھے۔ عیسائیوں کا وہ ڈٹ کر مقابلہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرتے تھے اور وہ بڑے حاضر جواب تھے۔

شاہ صاحب کا عیسائیوں سے پہلا مناظرہ دارالسلطنت دہلی کی جامع مسجد میں ہوا۔ وہ قرآن مجید کا درس دے رہے تھے کہ دورانِ درس میں ایک پادری نے ان سے کہا: میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے اس کا جواب دیجیے۔

شاہ صاحب نے فرمایا: آپ جو سوال کرنا چاہتے ہیں، کیجیے۔

پادری نے کہا: آپ کے پیغمبر (حضرت محمد ﷺ) زمین میں دفن کیے گئے ہیں اور ہمارے پیغمبر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر جگہ دی، لہٰذا ہمارے پیغمبر کا مرتبہ آپ کے پیغمبر سے بڑا ہے۔

شاہ صاحب نے اس اعتراض اور سوال کے جواب میں جو کچھ فرمایا، اسے فارسی کے ان دو شعروں میں بیان کیا گیا ہے ؎

کسے بگفت کہ عیسیٰ زِ مصطفیٰ اعلیٰ است
کہ ایں بہ زیرِ زمیں دفن او بہ اوج سما است
بہ گفتمش کہ نہ ایں حجتِ قوی باشد
حباب بر سرِ دریا گہر تہہ دریا است [1]

یعنی ایک شخص نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مرتبہ حضرت محمد ﷺ سے اونچا ہے، اس لیے کہ رسول اکرم ﷺ تہہِ زمین مدفون ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی بلندیوں پر ہیں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ دلیل قوی نہیں ہے، جھاگ ہمیشہ دریا کے اوپر ہوتا ہے اور موتی دریا کی تہہ میں۔

اسی طرح ایک اور پادری نے شاہ عبدالعزیز صاحب سے سوال کیا کہ کیا آپ کے پیغمبر (ﷺ) اللہ کے محبوب ہیں؟

---

[1] فرنگیوں کا جال صفحہ: 137

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ہاں۔

وہ بولا: اگر وہ اللہ کے محبوب ہیں تو پھر انھوں نے اپنے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے وقت اللہ سے فریاد کیوں نہ کی اور ان کی جان بچانے کے لیے کیوں نہ کہا؟

حضرت شاہ صاحب نے جواب دیا: ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ سے فریاد کی تھی اور ان کی جان بچانے کے لیے عرض کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جواب ملا کہ تمھارے نواسے کو لوگوں نے ظلم سے شہید کیا ہے، لیکن ہمیں اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰ کا صلیب پر چڑھنا یاد آ رہا ہے۔

عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ عیسائی پادریوں سے حضرت شاہ عبدالعزیز کے مکالمات کا سلسلہ چلتا رہا۔ شاہ صاحب نے ان لوگوں کو ہمیشہ نہایت مناسب اور مسکت جواب دیے اور اکثر اوقات لطیفے کے اسلوب میں دیے۔

بہر حال ہندوستان میں انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی عیسائی مبلغین اور پادری اپنے مذہب (عیسائیت) کی تبلیغ واشاعت میں مشغول ہو گئے تھے۔ ان میں سے کچھ پادری تو وہ تھے جو انگریزوں کی رفاقت میں ان کے ملک (انگلستان) سے یہاں آئے اور کچھ وہ تھے جو ہندوستان ہی کے رہنے والے تھے اور انگریز پادریوں کی تبلیغ سے متاثر ہو کر یا ملازمتوں کے لالچ میں حلقہ بگوشِ عیسائیت ہوئے تھے۔ ان دیسی اور ولایتی سب عیسائیوں نے مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف محاذ قائم کر لیا تھا۔ علماے دین نے ان لوگوں کا بڑی جرات اور علمی طاقت کے ساتھ مقابلہ کیا، تحریری صورت میں بھی اور تقریروں اور مناظروں کی صورت میں بھی۔ ان حضراتِ علما میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے بعد حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا سید امیر حسن سہسوانی، حافظ ولی اللہ لاہوری، مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے ہم عصر بہت سے حضرات شامل ہیں۔

پھر اس کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت حافظ محمد گوندلوی، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے معاصرین کا دور آیا۔ انھوں نے بھی بہت سے پادریوں کا مناظرانہ انداز اور تحریر و تصنیف کے اسلوب میں مقابلہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بالخصوص اس میدان میں انتہائی تگ و تاز کی اور ہر موقعے پر پادریوں کو شکست دی۔ لیکن یہاں مولانا احمد الدین گکھڑوی کی مساعیِ مناظرانہ کا ذکر کرنا مقصود ہے۔

- گوجراں والا کے پرانے لوگ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ گوجراں والا میں پادری عبدالحق نے مناظرے کا چیلنج کیا۔ اس چیلنج کے جواب میں تین حضرات میدان میں اترے، مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت حافظ محمد گوندلوی اور تیسرے مولانا احمد الدین گکھڑوی، جو اس زمانے میں نوجوان تھے۔
- ضلع گوجراں والا کے موضع نکا کیلہ میں مولانا احمدالدین گکھڑوی اور پادری وساوامل کے درمیان مناظرہ ہوا۔ پادری وساوامل کا موقف یہ تھا کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے تھے، جب کہ مولانا احمد الدین نے یہ ثابت کرنا تھا کہ حضرت مسیح خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ خدا تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور وہ اللہ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ مولانا احمد الدین کے دلائل کا پادری صاحب کوئی جواب نہ دے سکے تو عیسائیوں نے یہ بہانہ کر کے جان چھڑائی کہ اس موضوع پر کسی تاریخ کو دوبارہ مناظرہ ہوگا۔ (اخبار ''اہلِ حدیث'' (امرتسر) 3 جون 1927ء)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- موضع بوپڑہ (ضلع گوجراں والا) میں ایک مرتبہ تقسیم ملک سے قبل حضرت حافظ محمد گوندلوی اور پادری عبدالحق کے درمیان مناظرہ ہوا۔ مولانا احمد الدین بھی وہیں تھے۔ حضرت حافظ صاحب سے اجازت لے کر انھوں نے بھی پادری عبدالحق سے مناظرہ کیا اور کامیابی حاصل کی۔
- ایک مرتبہ ایک پادری صاحب گکھڑ آئے اور رات کو گرجے میں تقریر کرنے لگے۔ تقریر میں انھوں نے اسلام کے بعض احکام پر تنقید کی۔ مولانا احمد الدین نے پادری صاحب کی پوری تقریر سنی۔ دوسرے دن رات کو مولانا نے اپنے مکان کی چھت پر لاؤڈ سپیکر رکھا اور پادری صاحب کی تقریر کا جواب دینا شروع کیا۔ تقریر میں پہلے تو پادری صاحب کے اعتراضات کا جواب دیا جو انھوں نے اسلام پر کیے تھے، پھر عیسائیت پر تنقید شروع کی۔ اس کی شکایت عیسائیوں نے پولیس سے کی اور مولانا احمد الدین کی گرفتاری کے لیے کہا۔

شکایت کے بعد پولیس آئی اور مولانا کو گرفتار کر کے لے گئی۔ ان کی گرفتاری پر مسلمانوں نے احتجاج کیا تو انھیں چھوڑ دیا گیا۔

اسلام کے سلسلے میں مولانا احمد الدین بے حد غیور تھے۔ اس کے خلاف ان کے لیے چھوٹی سے چھوٹی بات سننا بھی گوارا نہ تھا۔

- ہمارے دوست مولانا ابوبکر صدیق (خطیب مسجد اہلِ حدیث نجم احاطہ تھانے دار لاہور) نے بتایا کہ 1942ء میں وہ کھنڈیلا (راجستھان) میں حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی کے حلقۂ درس میں شامل تھے، ایک مرتبہ مولانا کھنڈیلوی نے وہاں کی جماعت اہلِ حدیث کی طرف سے تین روزہ تبلیغی جلسہ منعقد کرایا۔ اس جلسے میں یو پی، بہار اور دہلی کے متعدد علمائے کرام تشریف لائے اور ان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تقریریں ہوئیں۔ صوبہ پنجاب کے چار علما کو بلایا گیا تھا اور وہ تھے حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، ان کے دونوں بھتیجے حافظ اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی، پنجاب کے چوتھے عالم تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔! جلسہ بریلوی حضرات کی مسجد کے بالکل سامنے بہت بڑے میدان میں ہوا تھا۔ حافظ اسماعیل روپڑی کی تقریر سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی سے جلسے کے مختلف اجلاسوں میں دو تقریریں کرائی گئی تھیں۔ ایک تقریر کا موضوع اتباعِ کتاب وسنت تھا۔ ان کی یہ تقریر بھی بہت زور دار تھی اور حاضرین پر اس کا بڑا اثر ہوا تھا۔ دوسری تقریر کا موضوع اسلام اور عیسائیت تھا۔ یہ موضوع بڑا وسیع تھا، اس میں کفارہ، تثلیث، تحریفِ بائبل، حفاظتِ قرآن، حضرت مسیح علیہ السلام کا صلیب پر چڑھنا وغیرہ سب باتیں شامل تھیں۔ سامعین میں علاقے کے مشہور پادری اور بہت سے عیسائی بھی موجود تھے۔ مولانا احمدالدین کی اس تقریر سے لوگ بے حد متاثر ہوئے اور انھیں بڑی داد ملی۔ جب وہ اپنے موقف کی تائید میں مختلف کتابوں کے حوالے دیتے تھے تو ان کے حافظے اور اندازِ بیان سے سامعین بڑے حیران ہوتے تھے۔

❁ مولانا احمدالدین ابھی تعلیم سے فارغ ہوئے تھے کہ پادری عبدالحق گکھڑ آیا۔ وہ علمِ منطق کا ماہر تھا اور مناظرے میں حریف کو منطقی سوالات میں الجھانے کی کوشش کرتا تھا۔ گکھڑ میں اس نے تقریر کی جس میں اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر پر اپنی عادت کے مطابق شدید حملے کیے۔ مولانا احمدالدین اس وقت مروجہ تعلیم تو حاصل کر چکے تھے، لیکن نوعمر تھے۔ وہاں کے لوگوں کے کہنے پر انھوں نے عبدالحق پادری کی تقریر کا جواب دینے کا فیصلہ کیا۔ بائبل کا کچھ حصہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پڑھا اور اللہ کا نام لے کر تقریر شروع کر دی۔ پھر پادری عبدالحق سے مناظرہ کیا اور فتح یاب ہوئے۔ موضوع مناظرہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، خدا تعالیٰ کے بیٹے ہیں یا نہیں؟ پادری عبدالحق کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں، جب کہ مولانا احمد الدین نے یہ ثابت کرنا تھا کہ اللہ کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ مناظرے کا نتیجہ مولانا احمد الدین کی کامیابی کی صورت میں نکلا اور کئی عیسائی اور سکھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کا چھوٹی عمر کا یہ بہت کامیاب مناظرہ تھا۔

❁ گوجراں والا میں ایک مرتبہ بریلوی حضرات اور عیسائیوں کے درمیان مناظرہ طے پایا۔ اب مناظرے کے لیے بریلوی حضرات کے چند سرکردہ لوگ مولانا محمد عمر اچھروی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا محمد عمر نے معذرت کر لی اور فرمایا: ''میں نے کبھی عیسائیوں سے مناظرہ نہیں کیا۔ تم مولانا احمد الدین کے پاس جاؤ۔'' یہ تقسیمِ ملک سے بعد کا واقعہ ہے۔ مولانا احمد الدین اس وقت لائل پور کے علاقہ مومن آباد کی مسجد اہلِ حدیث میں فریضہ خطابت سر انجام دیتے تھے اور وہیں اقامت گزیں تھے۔ وہ لوگ بادلِ نخواستہ مولانا احمد الدین کی خدمت میں آئے۔ مولانا نے ان کی بات سنی اور مناظرے کے لیے تیار ہو گئے۔ پادری صاحب وہاں پہلے سے موجود تھے۔ انھیں مولانا احمد الدین کی آمد کا پتا چلا تو کہا: ''میرا اعلان بریلوی عالم سے مناظرہ کرنے کا ہے، مولانا احمد الدین سے میں مناظرہ نہیں کرنا چاہتا۔''

بغیر مناظرہ کیے مولانا احمد الدین کو کامیابی حاصل ہو گئی اور کتنے ہی لوگوں نے مسلک اہلِ حدیث اختیار کر لیا۔

❁ ایک مرتبہ سانگلہ ہل کے بریلوی حضرات نے ایک پادری صاحب سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظرے کا فیصلہ کیا اور تاریخ مقرر کر لی گئی۔اب وہ اپنے مسلک کے مشہور عالم مولانا سردار احمد صاحب کی خدمت میں لائل پور آئے اور ان سے پادری صاحب کے ساتھ مناظرے کے لیے عرض کی۔ مولانا سردار احمد کو کبھی کسی پادری سے بحث و مناظرے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اس زمانے میں مولانا احمد الدین فیصل آباد کے علاقے مومن آباد کی مسجد اہلِ حدیث میں خدمتِ خطابت انجام دیتے تھے۔ مولانا سردار احمد نے سانگلہ ہل کے لوگوں کو مولانا احمد الدین کے پاس بھیج دیا۔ مولانا احمد الدین کا رہن سہن بالکل سادہ تھا۔ وہ لوگ انھیں دیکھ کر بڑے متعجب ہوئے۔ ان سے مناظرے کے متعلق کہا اور مولانا سردار احمد کے بارے میں بتایا کہ انھوں نے ہمیں آپ کی طرف بھیجا ہے۔ پہلے تو مولانا نے مزاحاً فرمایا کہ حلوہ کھانے کے لیے سردار احمد اور ان کے ساتھی، ڈنڈے کھانے کے لیے وہابی۔ اس کے بعد مولانا احمد الدین چند اہلِ حدیث حضرات کی رفاقت میں سانگلہ ہل پہنچے۔ ان کا نام سنتے ہی پادری صاحب غائب ہو گئے۔ مناظرہ تو نہ ہوا، لیکن تین دن مولانا احمد الدین بریلوی حضرات کی مسجد میں مقیم رہے اور عیسائیت سے متعلق مختلف موضوعات پر ان کی تقریروں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس کا نتیجہ مناظرے سے بھی اچھا نکلا۔ پادری صاحب تو مناظرے سے ہٹ ہی گئے تھے، لیکن بریلوی حضرات پر اس کا بہت اچھا اثر پڑا اور انھیں اہلِ حدیث مسلک سے واقفیت ہوئی۔ بریلوی حضرات اور اہلِ حدیث ایک دوسرے کے قریب ہوئے۔

❀ ایک دفعہ ساہی وال میں ایک پادری صاحب نے مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج کیا تو وہاں کی ایک مسجد اہلِ حدیث کے خطیب حافظ عبدالحق صدیقی مرحوم نے مولانا احمد الدین کے پاس آدمی بھیجا۔ مولانا تشریف لائے تو پادری صاحب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے جواب دیا کہ اس نے جامعہ رشیدیہ کے دیوبندی علما کو مناظرے کے لیے چیلنج کیا ہے، مولانا احمد الدین سے میرا کوئی جھگڑا نہیں اور میں ان سے کسی بھی موضوع پر مناظرہ نہیں کرنا چاہتا۔ تاہم مولانا احمد الدین نے وہاں عیسائیت سے متعلق تقریریں کیں۔ پادری صاحب کو بار بار مناظرے کی دعوت دی، لیکن وہ مقابلے میں نہیں آئے۔ اس طرح مناظرے کے بغیر ہی مولانا احمد الدین اپنے نیک مقصد میں کامیاب رہے۔

❀ بعض اوقات مناظر کو ایسی باتیں بھی مناظرے میں کہنا پڑتی ہیں جو عام حالات میں نہ وہ کہہ سکتا ہے، نہ کہنا چاہتا ہے۔ لیکن مدِ مقابل مجبور کرتا ہے تو بادلِ نخواستہ جواب دینے کے لیے اسے زبان کھولنا پڑتی ہے۔ ایک مرتبہ لاہور میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ایک آریہ پنڈت سے مناظرہ کر رہے تھے۔ پنڈت جی نے اسلامی احکام اور نبی ﷺ کے بارے میں بعض نہایت نازیبا کلمات کہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب نے اپنے خاص انداز میں ان کا جواب دیا تو وہ مزید گستاخی پر اتر آیا۔ اب جواب میں مولانا کچھ دوسرا انداز اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ انھوں نے اعلان کیا کہ پنڈت جی مجھے جواب کے لیے جبراً ایسی راہ پر لگانا چاہتے ہیں، جس سے میں بچنا چاہتا تھا۔ اب میں انہی کی مذہبی کتابوں سے ان کے اعتراضات کا جواب دوں گا۔ دیویوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اس مجلس سے تشریف لے جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ان قابلِ احترام دیویوں کے سامنے ان کی مذہبی کتابوں کی اصل عبارتیں پڑھوں۔ پھر ایک منٹ مولانا خاموش رہے۔ ایک منٹ کے بعد فرمایا: امید ہے دیویاں تشریف لے گئی ہوں گی۔ اب میں وہ عبارتیں پڑھتا ہوں جو دیویوں کی موجودگی میں نہیں پڑھنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چاہتا تھا۔ ابھی مولانا نے دو مقامات ہی سے چند الفاظ پڑھے تھے کہ پنڈت جی نے ہاتھ جوڑ دیے اور کہا بس کیجیے، اس سے آگے نہ پڑھیے۔

❁ اسی طرح کا معاملہ ایک دفعہ مولانا احمد الدین کے ساتھ پیش آیا۔ مناظرے میں ایک بد زبان پادری نے نبی ﷺ اور ازواجِ مطہرات کے متعلق کہا کہ نبی ﷺ کی طاقت کو نو سال کی عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کیسے برداشت کیا؟

مولانا احمد الدین کو بادلِ نخواستہ جواب دینا پڑا کہ تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہو، اس طرح حضرت مریم علیہا السلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ تھیں، (العیاذ باللہ) اللہ کی بیوی ہوئیں۔ انھوں نے اللہ کی لامحدود طاقت کو کیسے برداشت کیا؟

اس جواب پر لوگ بہت خوش ہوئے اور مولانا احمد الدین کو بے حد داد بھی ملی، لیکن انھوں نے فرمایا: میں نے پادری صاحب کی بدزبانی اور انتہائی گستاخانہ الفاظ سے مجبور ہو کر یہ جواب دیا ہے۔ اس پر میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ابنیت وابویت کے سلسلے سے پاک ہے ..... لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ..... حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ ان کا کوئی باپ نہ تھا۔ ان کی ماں حضرت مریم بہ درجہ غایت پاک باز عورت تھیں۔

یہ واقعہ میں نے اس لیے بیان کیا ہے کہ مناظر کو بسا اوقات کئی قسم کی مشکل منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

❁ ایک مرتبہ حافظ آباد میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مناظرہ ہوا، جس میں مسلمانوں کی طرف سے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری، محدث العصر حافظ محمد صاحب گوندلوی اور مولانا احمد دین گکھڑوی جب کہ عیسائیوں کی طرف سے پادری سلطان محمد پال اور پادری عبدالحق مناظرین تھے، یہ مناظرہ 2-3 ستمبر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1928ء کو ہوا اور اس میں مندرجہ ذیل چھے موضوعات زیرِ بحث آئے:

1 تحریفِ بائبل 2 تحریفِ قرآن 3 اسلامی توحید

4 تثلیث 5 کفارہ مسیح 6 اسلامی راہِ نجات

ہر ایک موضوع کے لیے ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹے کا وقت مقرر تھا۔ پہلے، دوسرے، چوتھے اور چھٹے مضمون پر مسلمانوں کی طرف سے مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے گفتگو کی۔ تیسرے مضمون پر حافظ محمد صاحب گوندلوی اور پانچویں عنوان پر مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی نے مناظرہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو نمایاں فتح عطا فرمائی۔

ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' امرتسر (14 ستمبر 1928ء)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دسواں باب

حضرت مولانا حافظ عبدالستار دہلوی سے مناظرہ

اب ایک اور مناظرے کی مختصر سی روداد ملاحظہ ہو۔ میں اس مناظرے میں شامل تھا۔

یہ مناظرہ اس وقت کی جماعتِ غربائے اہلِ حدیث کے امام حضرت مولانا حافظ عبدالستار دہلوی مرحوم ومغفور سے ہوا تھا۔[1]

مجھے اس مناظرے کی تفصیل کا علم ہے اور جن مسائل میں یہ حضرات اختلاف کرتے تھے، اس کے بھی میں تمام پہلوؤں سے باخبر ہوں، لیکن اس کا تذکرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

مناظرہ کیوں ہوا تھا اور اس کا پس منظر کیا تھا؟

چند الفاظ میں سنیے!

1928ء کے لگ بھگ حضرت مولانا محمد علی لکھوی مرحوم نے اپنے آبائی مسکن ''لکھو کے'' سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر پینتالیس ایکڑ زمین میں ''مرکز الاسلام'' کے نام سے ایک تدریسی ادارہ قائم کیا تھا۔ انھوں نے سکونت بھی یہیں اختیار کر لی تھی۔ آبادی سے کچھ دور یہ ایک جنگل تھا۔ 1937ء میں مولانا محمد علی لکھوی نے

[1] اپنی جماعت کے مرکزی سربراہ کو یہ حضرات ''امام'' کہتے ہیں لیکن صوبائی اور ضلعی سربراہ کے لیے اخباروں میں ''امیر'' کا لفظ مرقوم ہوتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تدریس کے لیے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی خدمات حاصل کیں تو میں بھی طالب علم کے طور پر مولانا عطاء اللہ صاحب کے ساتھ وہیں چلا گیا۔ طلبا کی جماعت میں مولانا محمد علی لکھوی کے دونوں صاحب زادے (مولانا محی الدین لکھوی اور مولانا معین الدین لکھوی) بھی شامل تھے۔

مرکز الاسلام سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں ''چک مولوی والا'' تھا۔ اس گاؤں میں ایک بزرگ میاں عبدالقادر سکونت پذیر تھے جو ایک سرکاری سکول میں معلم تھے، نہایت حلیم الطبع بزرگ۔ گرمیوں کا موسم تھا کہ اپنے چند معزز رفقا کی معیت میں جماعتِ غربائے اہلِ حدیث کے امام حضرت مولانا حافظ عبدالستار دہلوی تشریف لائے اور چک مولوی والا میں میاں عبدالقادر مرحوم کے ہاں قیام فرما ہوئے۔

حضرت حافظ عبدالستار مشہور مبلغ توحید اور بہت اچھے خطیب تھے۔ انھوں نے وہاں کے دیہات میں تبلیغی دورہ شروع کیا اور بعض مسائل میں مولانا محمد علی لکھوی کو مناظرے کا چیلنج کیا۔ یہ معلوم نہیں کہ اس چیلنج کو تبلیغِ دین سے کیا تعلق تھا۔ لوگ مولانا کی خدمت میں آئے اور حضرت حافظ صاحب کی سرگرمیوں اور مناظرے کے چیلنج کی بات کی۔ مولانا نے اس وقت اسے کوئی خاص اہمیت نہ دی اور فرمایا: ''مناظرے کے لیے محی الدین کو لے جاؤ۔''[1]

مولانا محمد علی صاحب نے حافظ صاحب اور ان کی جماعت کے متعلق کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ جماعت اہلِ حدیث کے علما کو آپس میں جھگڑنا نہیں چاہیے۔ لیکن حضرت حافظ صاحب نے مختلف دیہات میں جا کر مناظرے کے لیے بہت زیادہ اصرار کیا، بلکہ اسی کو تبلیغِ دین قرار دے لیا، جس سے اس نواح کے

---

[1] مولانا محی الدین لکھوی، مولانا محمد علی صاحب کے بڑے صاحب زادے تھے، جو 28 فروری 1998ء کو فوت ہوئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لوگ پریشان ہوئے۔ایک گاؤں ڈھنڈیاں میں انھوں نے جلسہ کرنے کا اعلان بھی کر دیا۔ اب مجبور ہو کر مولانا محمد علی صاحب نے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے فرمایا کہ وہ کسی مناظر سے بات کریں جو یہاں آئیں اور حافظ صاحب سے ان مسائل کے متعلق مناظرہ کریں جن پر وہ مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عطاء اللہ صاحب گکھڑ گئے اور مولانا احمد الدین سے بات کی۔

مولانا عطاء اللہ صاحب نے بتایا تھا کہ جب وہ مولانا احمد الدین کے پاس گکھڑ پہنچے، اس وقت وہ کسی کام میں مصروف تھے اور وہ اس کام کو جلد ختم کرنا چاہتے تھے۔

مولانا احمد الدین نے ان سے کہا مجھے تو معلوم ہی نہیں کہ غربائے اہلِ حدیث کون ہیں اور کن مسائل میں ان کا کیا نقطہ نظر ہے اور عام اہلِ حدیث حضرات سے ان کے اختلاف کی کیا نوعیت ہے۔

مولانا عطاء اللہ صاحب نے ان سے فرمایا کہ آپ میرے ساتھ چلیے۔ میں اس سلسلے کی تمام باتیں آپ کو راستے میں بتا دوں گا۔ چنانچہ وہ مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب کے ساتھ چل پڑے اور مولانا نے اثنائے سفر میں ان کو ضروری باتیں بتا دیں۔

مولانا احمدالدین نہایت ذہین تھے اور مسائلِ دینیہ کے تمام گوشوں پر انھیں عبور حاصل تھا۔ مولانا عطاء اللہ صاحب کے بتانے اور چند کتابوں کے حوالے دینے سے اصل موضوع کے سب نکات ان کے ذہن میں آ گئے۔

لکھو کے سے کچھ فاصلے پر نہر کے کنارے موضع ''ڈھنڈیاں'' میں مناظرہ طے پایا۔مناظرے سے پہلے علاحدگی میں حضرت حافظ عبدالستار صاحب سے ان کی کچھ باتیں بھی ہوئیں۔ بہت بڑا مجمع تھا۔ مولانا محمد علی لکھوی بھی موجود تھے جو مولانا احمدالدین کے قریب کرسی پر بیٹھے تھے۔ میں بھی وہیں زمین پر بیٹھا تھا۔ فاضلکا بنگلہ اور اس کے اردگرد کے دیہات میں اوڈ راجپوت خاصی تعداد میں آباد تھے اور وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جماعتِ غربائے اہلِ حدیث سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے سربراہ مولانا عبداللہ اوڈ تھے جو چودھری قسم کے آدمی تھے اور صوبہ پنجاب کی جماعت غربائے اہلِ حدیث کے منصبِ امارت پر فائز تھے، وہ بھی مجلسِ مناظرہ میں تشریف فرما تھے۔ لڑائی جھگڑے کے خطرے کے پیشِ نظر پولیس کے چند آدمی بھی موجود تھے۔

مناظرہ شروع ہوا۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے مقابلے میں خود حضرت حافظ عبدالستار صاحب امام غربائے اہلِ حدیث مناظر تھے۔ اوڈوں کی وجہ سے فضا بڑی گرم تھی۔ مولانا احمدالدین گکھڑوی نے اپنے موقف کے حق میں دلائل دینا شروع کیے تو تیسری باری میں حضرت حافظ صاحب کی آواز کا جلال نرم پڑ گیا اور مناظرے کا پانسا پلٹنے لگا۔ پھر صورتِ حال نے ایسا رخ اختیار کر لیا جو محترم المقام حضرت امام صاحب کی عقیدت مند اوڈ برادری کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ چنانچہ مولانا عبداللہ اوڈ کے اشارے سے اوڈوں نے (جو اسی کام کے لیے لائے گئے تھے) ایک دم ہنگامہ بپا کر دیا اور لمحہ بھر میں ان کی لاٹھیاں فضا میں لہرانے لگیں۔ پھر لوگ یہ کہتے ہوئے منتشر ہو گئے کہ دلی کے اردو بولنے والے عالم کے لیے پنجاب کے مولوی احمد الدین کے ''وارے آنا بہت اوکھا'' کام ہے۔ انھوں نے مناظرے سے بچنے کے لیے اوڈوں کو پکارا اور اپنی ہار کو لڑائی میں بدل دیا۔

سب کچھ جاننے کے باوجود میں جماعت غربائے اہلِ حدیث کے سلسلے میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ صرف یہی عرض کروں گا کہ تقسیمِ ملک سے قبل بعض فروعی مسائل کی تعبیر میں ان حضرات میں سختی کا عنصر غالب تھا۔ لیکن اس کے بعد حالات بدل گئے۔ اس جماعت کا مرکزی دفتر کراچی ہے اور ان کا پندرہ روزہ جریدہ ''صحیفہ اہلِ حدیث'' بھی وہیں سے شائع ہوتا ہے۔ اپنے انداز کا یہ بہت اچھا جریدہ ہے جو صاف زبان میں قاری کو بہترین مواد دیتا ہے۔ طویل مدت سے میں اس کا مستقل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قاری ہوں اور اس کے مندرجات پڑھ کر خوش ہوتا ہوں اور ان سے استفادہ کرتا ہوں۔

ان کے اہلِ علم نے قرآن وحدیث کی بے حد خدمت کی۔ مولانا حافظ عبدالستار مرحوم ومغفور نے قرآن کی تفسیر لکھی، جو علمی اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اور بھی متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ کراچی میں دارالعلوم جاری کیا، جس میں بے شمار علما وطلبا نے تعلیم حاصل کی اور کر رہے ہیں۔ اس جماعت کے ایک رکن مولانا امام الدین جونیجو نے قرآن مجید کے اردو ترجمے کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا۔ انھوں نے اور بھی کئی اہم اردو کتابوں کو سندھی میں منتقل کیا۔ امام صاحب کے خاندان کے بعض علمائے عظام نے حدیث کی بعض کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا اور بہت عمدگی سے کیا، جس سے لوگ مستفید ہو رہے ہیں۔ مستفید ہونے والوں میں خود میں بھی شامل ہوں۔

میں پہلا شخص ہوں جس نے کئی سال پہلے اپنی کتاب ''کاروانِ سلف'' میں حضرت مولانا عبدالوہاب دہلوی اور مولانا حافظ عبدالستار دہلوی رحمہما اللہ پر مفصل مضامین لکھے۔ یہ کتاب مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد اور لاہور نے شائع کی۔ اب تک اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ پھر ان میں سے بعض حضرات کا تذکرہ میں نے ایک اور کتاب ''برصغیر کے اہلِ حدیث خدام قرآن'' میں کیا۔ ''گلستانِ حدیث'' میں بھی اس خانوادے کے بعض اہلِ علم کی خدمات کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ''چمنستانِ حدیث'' میں بھی ان میں سے بعض حضرات کے حالات مرقوم ہیں۔

ان حضرات کی خدمتِ دین کا سلسلہ حالات کے مطابق ہندوستان میں بھی جاری ہے اور پاکستان میں بھی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں پاکستان میں ان کی تدریسی اور تصنیفی تگ و دو کا دائرہ بہت پھیلا ہوا ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے مرحومین کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور موجودین کو خدمتِ دین کی زیادہ سے زیادہ توفیق سے نوازے۔ آمین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حضرت حافظ عبدالستار دہلوی رحمہ اللہ نے صرف 61 برس عمر پائی اور 29 اگست 1966ء کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔

''کاروانِ سلف'' میں اس فقیر نے مولانا عبداللہ اوڈ کے واقعاتِ زندگی بھی خاصی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ انھوں نے پہلے منڈی صادق گنج (ضلع بہاول نگر) کے اس مدرسے میں تحصیلِ علم کی جو وہاں علماے غزنویہ نے جاری کیا تھا۔ پھر امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالغفور غزنوی، مولانا نیک محمد اور دیگر حضرات سے کسبِ فیض کیا۔ بعد ازاں دہلی جا کر مولانا عبدالوہاب کے مدرسہ دارالکتاب والسنہ میں داخلہ لیا اور مولانا مرحوم سے سندِ فراغت لی۔ وہ پنجاب کی اوڈ برادری کے سربراہ تھے۔ جماعت غرباے اہلِ حدیث (پنجاب) کے بھی امیر تھے۔ ان کا مسکن فاضلکا بنگلہ (ضلع فیروز پور) تھا۔ وہاں اوڈ راجپوت کافی تعداد میں آباد تھے۔ مولانا عبداللہ اوڈ نے اوڈوں سے اس اجتماع پر حملہ کرایا تھا، جس میں مولانا حافظ عبدالستار دہلوی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی مناظرہ کر رہے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ پنجاب میں حضرت حافظ صاحب کا مناظرہ ناکام ہو۔ اس سے ان کی اہانت کا پہلو نکلتا تھا۔ پھر اس ناتمام مناظرے کی کارروائی ان حضرات نے اپنے اخبار ''صحیفہ اہلِ حدیث'' (دہلی) میں کس انداز میں شائع کی، اس کا مجھے علم نہیں۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ اس مناظرے کے بعد حضرت حافظ صاحب نے ان دیہات میں تبلیغی دورے کا سلسلہ ختم کر دیا تھا اور وہ واپس دہلی تشریف لے گئے تھے۔

مولانا عبداللہ اوڈ میرے مہربان تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل بھی میرے ان سے مراسم تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد وہ اپنے کسی کام کے سلسلے میں لاہور آتے تو ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے دفتر بھی تشریف لاتے اور اس فقیر کا سلام قبول فرماتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے 28 اکتوبر 1966ء کو چک نمبر 20 ایم بی (ضلع سرگودھا) میں وفات پائی۔

یہ مناظرہ آج سے 73 برس پہلے 1937ء میں ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ دو آدمیوں کے سوا اب کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا، جس نے یہ مناظرہ دیکھا ہو جو مولانا حافظ عبدالستار دہلوی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی کے درمیان ہوا تھا، وہ دو آدمی ہیں مولانا معین الدین لکھوی اور یہ فقیر! مولانا معین الدین لکھوی بیمار ہیں[1] اور یہ فقیر اللہ کی مہربانی سے تندرست ہے اور مناظرے کے تمام واقعات کا عینی شاہد!!

مناظرے کی یہ روداد جو میں نے بیان کی ہے آج سے 73 برس قبل کی ہے۔ میری عمر اس وقت دس گیارہ برس کی تھی۔ مولانا عارف جاوید محمدی صاحب نے اواخر جنوری 2011ء کو مجھے کویت سے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے اخبار ہفت روزہ ''اہلِ حدیث'' (امرتسر) کے 20 اگست 1937ء کے شمارے کے ایک مضمون کی فوٹو کاپی بھیجی ہے۔ یہ مضمون اخبار ''اہلِ حدیث'' کے صفحہ 6 کے دو کالموں میں شائع ہوا ہے جو استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کا تحریر فرمودہ ہے۔ حضرت مولانا لکھوی مشہور معلم اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ ان سے ہزاروں طلبا نے اکتسابِ فیض کیا اور علم و عمل کے اونچے مرتبے پر فائز ہوئے۔ جماعت غربائے اہلِ حدیث کے علمائے کرام صدارت یا امارت کے بجائے امامت کے قائل ہیں، یعنی اپنے سربراہ کو ''امام'' کے لفظ سے پکارتے ہیں، اس لیے دورِ گزشتہ میں عام لوگ انھیں ''امامیہ'' کہا کرتے تھے اور ان کی طرف ''امامیہ'' کی نسبت غلط نہیں ہے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی نے اپنے اس مختصر مضمون کا عنوان ''جماعت امامیہ دہلی اور اہلِ حدیث کا

---

[1] یہ کتاب پہلی دفعہ ستمبر 2011 میں چھپی تھی۔ افسوس ہے کہ اس کی اشاعت سے تین مہینے بعد 9 دسمبر 2011 ۱۳ محرم ۱۴۳۳ھ کو مولانا معین الدین لکھوی وفات پا گئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ'' قائم کر کے اس جلسے کی روداد بیان فرمائی ہے۔ انھوں نے اسی وقت یہ واقعہ رقم فرما دیا تھا اور میں اسے 73 سال بعد لکھ رہا ہوں۔ مجھے حضرت مولانا لکھوی کی تحریر کا کوئی علم نہ تھا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اتنا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود میرے حافظے نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا اور میری گزارشات حضرت مولانا لکھوی کے ارشادات سے ملتی جلتی ہیں۔ حضرت مولانا نے 26 فروری 1952ء (7 ربیع الاول 1372ھ) کو جامعہ محمدیہ اوکاڑہ میں وفات پائی اور چک نمبر 18 ون ایل تحصیل رینالہ خورد (ضلع اوکاڑہ) میں دفن کیے گئے۔

فیصل آباد سے تعلق رکھنے والے ہمارے دوست محمد رمضان سلفی صاحب جو جماعت غربائے اہلِ حدیث سے وابستہ ہیں (یعنی امامیہ ہیں) وہ حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے ان ارشادات کو ''تبرک'' سے تعبیر کرتے ہیں اور واقعی یہ بہت بڑا تبرک ہے۔ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی سرگرمیوں کا مرکز ہمیشہ تدریس رہا۔ مضمون نگاری یا تصنیف و تالیف سے انھیں لگاؤ نہ تھا۔

یہ ان کی پہلی مطبوعہ تحریر ہے جو میرے دوست مولانا عارف جاوید محمدی کی وساطت سے اس فقیر کے علم میں آئی۔ اس پر میں اپنے اس معزز دوست کا شکر گزار ہوں۔

اب ذیل میں حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب لکھوی رحمہ اللہ کے ارشادات (بہ صورتِ تبرک) ملاحظہ فرمائیے:

''جماعت امامیہ نے موضع ڈھنڈیاں، ضلع فیروز پور پنجاب میں تبلیغی جلسہ کرنے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی جماعت اہلِ حدیث کو مناظرے کا چیلنج بھی دیا۔ اعیانِ اہلِ حدیث دل سے اس مناظرے کے متمنی تھے، اس لیے انھوں نے بڑی خوشی سے اس چیلنج کو قبول کیا۔ مقامی علما کے علاوہ مولوی عبدالعزیز صاحب ملتانی اور مولوی احمد الدین گکھڑوی بھی اس مناظرے میں شریک ہوئے۔ اہلِ حدیث کی طرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے مناظر مولوی احمد الدین صاحب مقرر ہوئے اور امامیوں کی طرف سے حافظ عبدالستار صاحب (امامِ جماعت) خود مناظر بنے۔

اہلِ حدیث مناظر نے حسبِ قاعدہ علمِ مناظرہ حافظ صاحب سے درخواست کی کہ اپنا دعویٰ بیان کریں یعنی دوسرے الفاظ میں یوں کہا کہ آپ اپنی امامت کی نوعیت بیان کریں تاکہ ہم غور کرسکیں کہ آپ کا دعویٰ امامت کہاں تک صحیح ہے۔ اس کے جواب میں حافظ صاحب نے کہا کہ آپ اعتراض کریں تو ہم جواب دیں گے۔ آخر بہت سی قیل وقال کے بعد اہلِ حدیث مناظر نے کہا کہ آپ اپنے خطبۂ صدارت جلسہ منعقدہ دہلی میں لکھتے ہیں کہ میری امامت ماننے کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی۔[1]

ایسا دعویٰ تو امامتِ نبوت کا مدعی کیا کرتا ہے۔ دوسرے درجے پر امامت بمعنی حکومت ہے۔ اس کے لیے امام میں سیاسی اقتدار کا ہونا شرط ہے یعنی امام میں اتنی قدرت ہو کہ وہ مجرموں کو شرعی سزائیں دے سکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اس وصف سے خالی ہیں، پھر آپ کا ایسا دعویٰ کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔

حافظ صاحب نے جواب میں کہا کہ ہمارا دعویٰ دوسری قسم کی امامت کا ہے۔ مگر ابتدا میں سیاست لازم نہیں ہوا کرتی۔ اس کے علاوہ آپ نے مسئلہ امامت کے اثبات میں بہت سی حدیثیں پڑھیں، جن میں محض اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمانوں کے لیے کوئی امام یا امیر ہونا چاہیے۔

جواب الجواب دیتے ہوئے اہلِ حدیث مناظر نے کہا کہ پھر سرِدست آپ کی امامت مالِ زکات وصول کرنے کے لیے ہے، اگر زکات دینے والے انکاری ہوجائیں تو آپ ان کا کچھ نہیں کرسکتے۔

اس کا جواب امامیہ مناظر نے کچھ نہیں دیا۔ ہاں ان کے اَتباع فساد پر آمادہ

[1] یہ ساری عبارت اصل الفاظ میں ''اہلِ حدیث'' مورخہ 9 جولائی 1937ء کے صفحہ 6 پر درج ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نظر آتے تھے، مگر پولیس کے حسنِ انتظام سے فساد تک نوبت نہیں پہنچی۔ الحمدللہ کہ اس مناظرے کا اثر غیر جانب دار افراد پر بھی بہت اچھا ہوا۔''

(راقم عطا اللہ لکھوی)

دینی مسائل کی تعبیر میں اختلاف کوئی بری بات نہیں ہے۔ اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اس سے نہ کوئی اسلام سے خارج ہوتا ہے، نہ اس کے لیے جنت سے محرومی لکھی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں فراخ دلی کا ثبوت دینا چاہیے۔ اختلاف کو کفر واسلام کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گیارھواں باب

چند رفقاے کرام

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے رفقاے کرام کی تعداد کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ بے شمار لوگ ان کی رفاقت میں رہے اور لاتعداد لوگوں نے ان سے مراسم پیدا کیے۔ ان حضرات میں علما بھی شامل ہیں اور غیر علما بھی، واعظین بھی شامل ہیں اور مدرسین بھی۔ لیکن یہاں صرف ان چند بزرگانِ دین کا ذکر کرنا مقصود ہے، جنھوں نے ان کے ساتھ مل کر اور ان سے قریب رہ کر دین کی خدمت کو اپنا شب و روز کا مشغلہ بنایا یا ان کی معیت میں مختلف مسالک کے اہلِ علم سے مناظرے کیے۔ ایسے بزرگوں کی تعداد بھی بے شک بہت ہوگی، لیکن ان سطور میں صرف سات حضرات کا ذکر کیا جائے گا۔

1 حافظ محمد یوسف گکھڑوی رحمہ اللہ:

حافظ محمد یوسف تبلیغِ اسلام کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ وہ سراپا اخلاص بزرگ تھے اور مسلک اہلِ حدیث کے بہت بڑے داعی اور مبلغ۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے شاگرد تھے اور انتہائی جوش و جذبے سے تقریر کرتے تھے۔ ان کے والد مکرم نے گکھڑ میں اپنے ملکیتی مکان میں اپنی گرہ سے مسجد اہلِ حدیث تعمیر کرائی، جس کا نام مسجد توحید گنج رکھا۔ اس شہر میں یہ اہلِ حدیث کی پہلی مسجد تھی۔ تعمیرِ مسجد کے کچھ عرصے کے بعد اس میں ناظرہ اور حفظ قرآن کا مدرسہ جاری کیا گیا، جس میں شہر کے بہت سے بچوں نے ناظرہ قرآن مجید بھی پڑھا اور قرآن حفظ بھی کیا۔ حفظِ قرآن کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیے مقامی طلبا کے علاوہ شہر سے باہر کے طلبا بھی مدرسے میں داخل ہوئے۔ عام طور سے باہر کے بیس پچیس طلبا ہمیشہ حفظِ قرآن میں مشغول رہتے تھے، جن کے کھانے کا انتظام بھی کیا جاتا تھا۔

حافظ محمد یوسف گکھڑوی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی نے باہمی تعاون سے گکھڑ شہر اور اس کے قرب وجوار میں مسلکِ اہلِ حدیث کی بڑی تبلیغ کی اور ان کی تبلیغ سے متاثر ہوکر بے شمار لوگوں نے توحید وسنت کی صراطِ مستقیم کو اپنایا اور وہ قرآن وحدیث کے عامل ہوئے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے اس مخلص ترین شاگرد اور ساتھی نے 7 مئی 1980ء کو گوجراں والا میں وفات پائی اور ان کا جنازہ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے پڑھایا۔

2 مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے ہم ضلع علما میں سے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی کا نامِ نامی قابلِ ذکر ہے۔ وہ مشہور مقرر اور معروف مناظر تھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے نواسے تھے۔ ان کے دادا مولانا غلام نبی سوہدروی نہایت متقی عالم دین تھے جو حضرت حافظ محمد لکھوی اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد اور حضرت سید عبداللہ غزنوی کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا عبدالمجید کے والد بھی اپنے عہد کے ممتاز عالم تھے، جن کا اسمِ گرامی مولانا عبدالحمید تھا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی جنوری 1901ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت میں بڑی شہرت پائی۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے ان کے ساتھ ملک کے بہت سے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی اور دونوں زندگی بھر کتاب وسنت کی ترویج میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی نے 6 نومبر 1959ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کو وفات پائی۔ ان کا تذکرہ اس کتاب کے دوسرے باب میں (بہ سلسلہ گوجراں والا کے چند علمائے کرام) ہو چکا ہے۔

3 حافظ اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ:

حافظ اسماعیل روپڑی 1908ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے حقیقی بھتیجے تھے۔ انہی سے تعلیم حاصل کی اور انہی کی تربیت میں رہے۔ بہت اچھے خطیب تھے۔ خوش گفتار، خوش لباس اور بلند اخلاق عالمِ دین۔ فنِ مناظرہ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ مرزائی لٹریچر پر بڑی نظر تھی اور مرزا غلام احمد پر خوب صورت انداز سے ان کی کتابوں کے حوالے دے کر تنقید کرتے تھے۔

حافظ عبدالقادر روپڑی کے بڑے بھائی تھے۔ دونوں بھائیوں کی تقریریں لوگ دلچسپی سے سنتے تھے۔

حافظ اسماعیل طویل عرصے تک بیمار رہے۔ انھیں کینسر ہو گیا تھا۔ لیکن اس خطرناک بیماری میں بھی ان کا حوصلہ بلند رہا۔ عیادت کرنے والوں سے خندہ پیشانی سے ملتے۔

بہت سے جلسوں اور مناظروں میں مولانا احمد الدین گکھڑوی سے ان کی رفاقت رہی۔ صرف 54/55 برس عمر پائی۔ 12 جنوری 1962ء کو فوت ہوئے۔ إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

اس قسم کے خوش کلام عوامی مقرر اب کہاں پیدا ہوں گے۔

4 حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے خاص احباب میں سے تھے، ان کا بے حد احترام کرتے اور انھیں استاذُ المناظرین کہا کرتے تھے۔ خود اپنا بھی انھیں استاذ قرار دیتے تھے۔

1911ء میں پیدا ہوئے۔ دینیات کی تعلیم اپنے عم محترم حضرت حافظ عبداللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محدث روپڑی سے حاصل کی۔ تحصیلِ علم کے بعد اپنے آپ کو خدمتِ دین کے لیے وقف کر دیا۔ تقریر اور مناظرے میں مہارت رکھتے تھے۔ مرزائیوں اور شیعوں سے بے شمار مناظرے کیے۔ احناف کے دونوں گروہوں (بریلوی اور دیوبندی حضرات) سے بھی ان کے مباحثوں اور مناظروں کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعدد مناظروں میں شرکت کی، سامع کی حیثیت سے بھی اور معاونِ مناظرہ کی حیثیت سے بھی!

مرزائیت کے خلاف پاکستان میں جتنی تحریکیں اٹھیں اور جو جدوجہد ہوئی، ان سب میں رہنما کی حیثیت سے شرکت کی۔ اس سلسلے میں قید بھی ہوئے اور کافی عرصہ جیل میں رہے۔ ملکی سیاسیات میں بھی حصہ لیا۔

جب تک حافظ اسماعیل روپڑی تندرست رہے، دونوں بھائی اکٹھے جلسوں میں جاتے اور تقریریں کرتے تھے۔ حضرت حافظ عبداللہ روپڑی نے دونوں کی بہترین طریقے سے تربیت کی اور طویل عرصے تک دونوں کو اپنے پاس (روپڑ) رکھا۔ پھر حضرت حافظ صاحب امرتسر تشریف لے گئے تو روپڑ میں ان دونوں بھائیوں کا سلسلہ دعوت وتبلیغ جاری رہا۔

حافظ عبدالقادر روپڑی نے 6 دسمبر 1999ء کو لاہور میں وفات پائی۔

5 مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ:

مولانا محمد حسین ضلع امرتسر کی تحصیل اجنالہ کے ایک گاؤں ''بوہلیاں'' میں 1918ء میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز گاؤں کے ایک شخص ملا غلام نبی سے کیا۔ چھے سال کی عمر میں ایک قریبی گاؤں جستر وال کے لوئر مڈل سکول میں داخل ہوئے اور بارہ سال کی عمر میں چھٹی جماعت کا امتحان پاس کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد دینی تعلیم کے حصول کا مرحلہ پیش آیا۔ اس کے لیے کمیر پور کا انتخاب ہوا جو اس نواح میں اہلِ حدیث کا مرکز تھا۔ روپڑی حضرات کا اصل مسکن یہی قصبہ تھا اور ان میں جو حضرات وہاں تعلیم دیتے تھے، وہ تھے مولانا حافظ محمد حسین، حافظ عبدالرحمٰن، مولانا اللہ بخش کمیر پوری اور بعض دیگر حضرات۔

مولانا محمد حسین مروجہ تعلیم کی تکمیل کی منزل کے قریب پہنچے تو ان کے والد بیمار ہوگئے اور بیماری نے جلد ہی شدت اختیار کرلی اور مجبوراً تعلیم کا سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ اب وہ باپ کی خدمت اور گھریلو کاموں میں مصروف ہوگئے تھے، لیکن اس کے ساتھ ہی گاؤں میں وعظ وتقریر کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ مشہور خطیب ہوگئے۔ پاکستان میں اللہ تعالیٰ نے مزید انعام سے نوازا اور بڑی شہرت عطا فرمائی۔ انھوں نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے ساتھ تقریروں اور مناظروں میں شرکت کی اور ان کے معاون ہوئے۔

مولانا محمد حسین نے 5 اگست 2005ء کی رات کو اپنے مسکن شیخوپورہ میں وفات پائی اور دوسرے روز 6 اگست کو مولانا معین الدین لکھوی نے ان کا پہلا جنازہ پڑھایا۔ دوسرا حافظ محمد یحییٰ میر محمدی نے اور تیسرا کسی اور صاحب نے پڑھایا۔ یکے بعد دیگرے تین جنازے پڑھے گئے، جن میں شریک ہونے والوں کی تعداد حدِ شمار سے آگے تھی۔

6 مولانا نور حسین گرجاکھی رحمہ اللہ:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے ایک ساتھی اور رفیق مناظرہ مولانا نور حسین گرجاکھی تھے۔ مولانا نور حسین 1893ء میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر تھی کہ والد وفات پاگئے۔ اب گھر میں غربت کے سائے لہرانے لگے اور نور حسین کو محنت مزدوری کرنا پڑی۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں حصولِ علم کا شوق پیدا ہوا۔ اس وقت گوجراں والا کی مسجد اہلِ حدیث (چوک نیائیں) میں مولانا علاء الدین مرحوم خطبہ جمعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیتے تھے اور محدود سے پیمانے پر انھوں نے مسجد میں مدرسہ بھی جاری کر رکھا تھا۔ اس مدرسے میں مولانا نور حسین نے اہل سے تحصیلِ علم کا سلسلہ شروع کیا۔ کثرتِ آبادی کی وجہ سے اب تو گرجاکھ کو گوجراں والا کے ایک محلے کی حیثیت حاصل ہے، اس وقت یہ گوجراں والا سے ڈیڑھ دو میل کے فاصلے پر ایک گاؤں تھا۔ مولانا نور حسین نماز فجر سے پہلے گرجاکھ سے چلتے اور گوجراں والا کی جامع مسجد اہلِ حدیث میں مولانا علاء الدین کی اقتدا میں نماز پڑھتے۔ نماز کے بعد پڑھائی شروع ہو جاتی۔

مولانا نور حسین نے ناظرہ قرآن مجید سے پڑھائی کا آغاز کیا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ مولانا علاء الدین سے دینیات کی تعلیم مکمل کر لی۔ وعظ و تبلیغ کا بھی انھیں شوق تھا۔ یہ شوق پورا کرنے کے لیے پہلے مسجد میں وعظ کہنے لگے۔ پھر رفتہ رفتہ آگے قدم بڑھائے اور شہر کے اردگرد کے دیہات میں ان کی آواز پہنچی۔ پنجابی کے شاعر بھی تھے۔ اس وقت لوگوں کو پنجابی شاعری سے دلچسپی تھی۔ مولانا نور حسین نے اس سے فائدہ اٹھایا اور اس طرح ان کے وعظوں کا دائرہ مزید وسیع ہوا۔

وہ مناظروں اور مباحثوں کا دور تھا، کہیں مرزائیوں سے بحثیں ہو رہی ہیں، کہیں عیسائیوں، شیعوں اور بریلویوں سے مناظرے ہو رہے ہیں۔ مولانا نور حسین بھی اس میں حصہ لینے لگے اور جلد ہی بہت اچھے واعظ کے علاوہ مشہور مناظر بھی ہو گئے۔ مولانا احمد الدین کی معیت میں ان کے معاون کے طور پر بھی انھوں نے بعض مسالک کے مناظرین سے مناظرے کیے اور تنہا بھی کیے۔

انھوں نے 18 دسمبر 1951ء کو وفات پائی۔

7 مولانا عبداللہ ثانی رحمہ اللہ:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے ایک ساتھی مولانا عبداللہ ثانی تھے جو 1900ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پس وپیش امرتسر میں پیدا ہوئے۔ وہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خاص تربیت یافتہ اصحابِ علم میں سے تھے۔تقریر وخطابت میں انھوں نے بڑا نام پایا۔تقسیمِ ملک سے قبل اخبار''اہلِ حدیث'' (امرتسر) میں کام کرتے اور مضامین لکھتے رہے۔ مناظروں اور مباحثوں میں بھی حصہ لیا۔ دھیمے انداز کے خطیب تھے اور زبان میں اثر تھا۔بعض مناظرات میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کا سہارا بنے اور ان کی معاونت کی۔ دراصل امرتسر کے محلّہ ڈھاب کھٹیکاں کے رہنے والے تھے اور وہاں کی مسجد اہلِ حدیث کے خطیب۔

قیامِ پاکستان کے زمانے میں جڑاں والا (ضلع فیصل آباد) میں سکونت اختیار کی اور وہاں کی جامع مسجد اہلِ حدیث کے منصبِ خطابت پر فائز ہوئے۔ پاکستان کی جمعیت اہلِ حدیث کے اہم رکن تھے۔

تقریباً 83 سال کی عمر پا کر 7 ستمبر 1983ء کو لاہور میں انتقال کیا۔

قیامِ پاکستان سے پہلے جڑاں والا میں جماعت اہلِ حدیث کی کوئی مسجد نہ تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد جڑاں والا اور اس کے ارد گرد کے دیہات میں فریدکوٹ، ضلع امرتسر اور دیگر مقامات کے بے شمار اہلِ حدیث آباد ہوئے۔ ان میں علماے دین بھی بڑی تعداد میں شامل تھے۔لیکن جڑاں والا شہر کو جن اہلِ حدیث علماے دین نے اپنا مسکن بنایا وہ تھے حافظ احمد پٹوی اور مولانا عبداللہ ثانی امرتسری۔! دونوں بزرگ مشہور واعظ اور مشہور عالم تھے، اور دونوں نے اپنے اپنے انداز میں دین کی بڑی خدمت کی۔ مسئلے مسائل کے لیے لوگ انہی سے رجوع کرتے تھے۔مختلف مقامات میں وعظ وتبلیغ کے لیے بھی انھیں بلایا جاتا تھا اور یہ تشریف لے جاتے تھے۔ حافظ احمد پٹوی معروف طبیب بھی تھے اور جڑاں والا میں ان کا مطب تھا۔ دونوں اپنی اپنی باری سے اللہ کے دربار میں پہنچ گئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بارھواں باب

چند واقعات و لطائف

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق دیکھنے والے کو بہ ظاہر یہی گمان گزرتا تھا کہ سخت طبیعت اور خشک مزاج ہیں، اگرچہ یہ بھی صحیح ہے، لیکن وہ خوش مزاج اور خوش طبع بھی تھے۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

تقسیمِ ملک سے بہت سال پہلے کی بات ہے کہ انھیں ہمارے ہاں کوٹ کپورہ (سابق ریاست فرید کوٹ) کی انجمن اصلاح المسلمین کے سالانہ جلسے میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ ان کے علاوہ مولانا لال حسین اختر، مولانا عبداللہ معمار امرتسری اور مولانا حافظ محمد حسین روپڑی کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ یہ حضرات وہاں تشریف لے گئے تھے اور انھوں نے انجمن اصلاح المسلمین کے جلسہ عام میں تقریریں کی تھیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وہاں خطابت و تدریس کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔

کوٹ کپورہ سے نو دس کلو میٹر کے فاصلے پر ایک گاؤں شیر گھری تھا۔ اس گاؤں میں دو تین گھر مرزائیوں کے تھے، جنھوں نے قادیان سے کسی مرزائی مبلغ کو بلایا تھا اور اس نے مسلمانوں کو مناظرے کا چیلنج کیا تھا۔ انجمن کے جلسے کے موقعے پر شیر گھری کے مسلمانوں کے ایک نمائندے ثناء اللہ بھٹی صاحب کوٹ کپورے تشریف لائے اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور انجمن کے بعض ارکان سے ملے۔ وہ چاہتے تھے کہ دو چار علمائے کرام کو ان کے گاؤں بھیجا جائے تاکہ مرزائی مبلغ کے چیلنج

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا جواب دیا جا سکے اور مرزائیت کے موضوع پر تقریریں کی جائیں۔ ثناء اللہ بھٹی صاحب بڑے وجیہ اور ملنسار بزرگ تھے۔ بے حد مخلص اور کتاب وسنت کے پیروکار!

کوٹ کپورہ سے شیر گھری جانے کے لیے تین چار اونٹوں کا انتظام کیا گیا۔ فیصلہ ہوا کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی، مولانا لال حسین اختر، مولانا عبداللہ معمار، حافظ محمد حسین روپڑی اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وہاں جائیں گے۔ سواری کے لیے مولانا احمد الدین کے حصے میں اونٹنی آئی۔ وہ اونٹنی پر سوار ہوئے تو کہا: مولوی عطاء اللہ!

"واذا العشار اُتیے لت"

یہ بالکل برمحل الفاظ تھے، جسے سن کر ایک خوش گوار قہقہہ بلند ہوا۔ مذکورہ بالا علمائے خمسہ (پنج تن پاک) کے علاوہ جو عام لوگ وہاں گئے، میں بھی ان میں شامل تھا۔ میری عمر اس وقت دس گیارہ سال کی ہوگی۔ لیکن اس چھوٹی عمر میں مجھے اس قسم کے اجتماعات میں حاضر ہونے اور علما کی تقریریں سننے کا بڑا شوق تھا۔

ان حضرات نے وہاں جاتے ہی جلسہ شروع کر دیا۔ مرزائی مبلغ اور دیگر مرزائیوں کو دعوت دی گئی، لیکن کوئی سامنے نہیں آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کا سامنا کرنے سے حریف بہت گھبراتے تھے۔ ان کے بعض مخالف تو ان کا نام سنتے ہی اِدھر اُدھر کھسک جاتے تھے۔

چند اور واقعات سنیے!

تقسیمِ ملک سے پہلے کی بات ہے۔ دوسری عالم گیر جنگ کا زمانہ تھا اور یہ جنگ چھے سال جاری رہی تھی۔ ستمبر 1939ء میں شروع اور جولائی 1945ء میں ختم ہوئی تھی۔ ماہ و سال کا تعین کرنا تو مشکل ہے۔ اسی جنگ کے دنوں میں رائے ونڈ میں ایک تبلیغی جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں تقریر کے لیے مولانا احمد الدین گکھڑوی کو بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

دعوت دی گئی تھی۔ مولانا نے پنجابی میں تقریر کرتے ہوئے ان غیر شرعی رسوم کا تذکرہ کیا جو مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہیں۔ حاضرین میں سے کسی نے بلند آواز سے کہا: ان رسوم کے رائج ہونے میں انگریزی تہذیب کا بھی دخل ہے۔

مولانا نے ہماری روزمرہ کی عام بول چال کی پنجابی زبان میں فرمایا:

''انگریزاں نوں مارو گولا، ساڈا اپنا چال چلن ای وگڑ گیا اے۔''

پولیس کا جو اہل کار مقررین کی تقریریں لکھنے کے لیے آیا تھا، اس نے مولانا کے وہی الفاظ لکھ لیے کہ ''انگریزاں نوں مارو گولا۔''

جنگ کا نازک ترین زمانہ، ملک پر انگریزوں کی حکومت، ادھر انگریزی حکومت کے خلاف کانگرس کی ''ہندوستان خالی کرو'' تحریک بھی چل رہی تھی، جس میں بعض مقامات پر مظاہرین کی طرف سے تشدد کے واقعات بھی ہوئے۔ مولانا کے یہ الفاظ: ''انگریزاں نوں مارو گولا'' تھانے کے اعلیٰ افسروں تک پہنچے تو انھوں نے روزمرہ کے محاوراتی انداز کے بجائے اسے سنجیدگی کے معنوں میں لیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ مولانا احمد الدین نے لوگوں کو تشدد پر ابھارا ہے۔ چنانچہ پولیس والے انھیں تھانے لے گئے۔

یہ انتہائی گھمبیر صورت حال تھی۔ جلسے کے منتظمین اور شہر کے بعض سرکردہ حضرات تھانے گئے اور پولیس کو مولانا کے سیاقِ کلام میں اس لفظ کے محلِ استعمال سے آگاہ کیا تو معاملہ رفع دفع ہوا۔

مولانا احمد الدین مہمان نواز تھے، ان کا حریف بھی ان کے گھر آتا تو اس کی خدمت کرتے۔ بعض دفعہ اسے خود اپنے گھر بلاتے۔ ذیل میں اس کی دو مثالیں ملاحظہ ہوں:

- ان کے بھتیجے جناب مرزا محمد یونس (کھوکھر کی گوجراں والا) بیان کرتے ہیں کہ گکھڑ منڈی کے مغربی محلے میں مرزائیوں کی مسجد تھی۔ مرزائی جب اپنے کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقرر کو تقریر کے لیے بلاتے تو بعض اوقات وہ مقرر ہمارے گھر بھی آ جاتا اور کچھ دیر مولانا احمد الدین سے باتیں کرتا۔ مولانا اخلاقاً موسم کے مطابق اسے چائے یا شربت پلاتے۔ وہ چلا جاتا تو فرماتے: ''جن برتنوں میں اسے کھانے پینے کی چیزیں دی گئی ہیں، وہ برتن اندر نہ لے جانا، وہ برتن باہر رکھو اور رحمتے عیسائن کو دے دو جو ہمارے گھر صفائی کے لیے آتی ہے۔'' ہم ان سے اس کی وجہ پوچھتے تو فرماتے: ''مرزائی کافر ہیں۔ جن برتنوں کو یہ ہاتھ لگا دیں یا جن کو یہ استعمال میں لائیں، ہمیں ان برتنوں میں کھانا پینا نہیں چاہیے۔''

❁ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مولانا سرفراز صفدر سے جو احناف کے دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے تھے، مولانا احمد الدین کے مراسم میں کچھ اتار چڑھاؤ سا آیا۔ لیکن جب مولانا سرفراز حج کر کے آئے تو مولانا ممدوح ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ انھیں حج کی مبارک باد دی۔ پھر ان کی دعوت کی اور اپنے گھر بلایا۔

اختلاف کے باوجود مولانا احمد الدین میل ملاقات کے عادی تھے اور مہمان نوازی ان کا قابلِ ذکر وصف تھا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بارے میں سنا ہے کہ ان کا کوئی ایسا حریف جو امرتسر سے باہر کے کسی مقام سے ان کے ساتھ مناظرے کے لیے آتا تو مناظرے کے بعد وہ اسے اپنے ہاں قیام کی دعوت دیتے۔ وہ یقیناً ان کے ہاں قیام نہیں کرتا ہوگا، انہی لوگوں کے ہاں ٹھہرتا ہوگا، جنھوں نے اسے مناظرے کے لیے بلایا ہوگا، لیکن مولانا کا اخلاق انھیں مجبور کرتا تھا کہ اسے اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی جائے۔

ہفت روزہ الاعتصام کے مینیجر جناب محمد سلیم چنیوٹی کا ایک مضمون ''مناظر اسلام مولانا احمد الدین گکھڑوی'' کے عنوان سے 28 مئی 2010ء کے ''الاعتصام'' میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شائع ہوا ہے۔ اس میں انھوں نے ڈاکٹر محمد یوسف فاروق کے حوالے سے دو دلچسپ واقعے بیان کیے ہیں۔

جی چاہتا ہے ان سطور کے خوانندگانِ محترم کو بھی ان واقعات میں شامل کرلیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب بیان کرتے ہیں:

''بریلوی علما میں ایک مشہور نام مولانا عبدالغفور ہزاروی کا تھا۔ وہ معروف خطیب اور واعظ تھے۔ وزیرآباد رہتے تھے۔ مناظرانہ شہرت بھی رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا احمد الدین گکھڑوی ان کے محلے میں تشریف لے گئے اور لوگوں سے کہا کہ جاؤ عبدالغفور سے کہو احمد الدین آیا ہے۔ اگر وہ میرا نام سن کر اپنی مسجد سے باہر آگئے تو میں شہر چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ ان کا نام سن کر مولانا عبدالغفور مسجد سے باہر نہیں آئے۔''[1]

اب ڈاکٹر محمد یوسف فاروق کی زبانی دوسرا واقعہ سنیے!

''وزیرآباد کے نواح میں ایک گاؤں داد والی شریف میں ایک پیر میاں بڈھا نامی سکونت پذیر تھے اور پیری مریدی کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بعض اختلافی مسائل نور وبشر، حاضر وناظر اور نور من نوراللہ وغیرہ پر اہلِ حدیث کو مناظرے کا چیلنج دیا جو قبول کرلیا گیا۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کو مناظر مقرر کیا گیا۔

---

[1] ڈاکٹر محمد یوسف فاروق ہمارے کرم فرما حکیم عبدالمجید مرحوم کے صاحب زادے اور استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں۔ عالم ومخلص ترین خاندان کے نہایت مخلص اور صاحبِ علم رکن۔ وزیرآباد کے علاقہ ماڈل ٹاؤن میں انھوں نے ایک ہسپتال قائم کیا ہے۔ ماشاء اللہ علمی اداروں سے ان کا تعاون جاری رہتا ہے۔ ان کے بڑے بھائی حکیم عتیق الرحمٰن بھی بڑے خوش اخلاق اور خوش کردار ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ شروع ہوا، لیکن جب بریلوی حضرات نے دیکھا کہ دلائل کی رو سے اہلِ حدیث غلبہ پا رہے ہیں اور معاملہ ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے تو مولانا عبدالغفور ہزاروی کھڑے ہوئے اور بریلوی حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے مسلمان کہلانے والے بے غیرت لوگو! تمھارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ بے حد خوب صورت اور پھولوں سے زیادہ خوشبودار تھے۔ لوگو! تم پر عذابِ الٰہی نازل ہو، تم سن نہیں رہے کہ وہابی بار بار نبی ﷺ کو ''کالا کالا'' کہہ رہے ہیں۔ تم وہابیوں کی اس گستاخی پر کیوں خاموش ہو۔''

اس پر ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ لوگ کھڑے ہو گئے اور مناظرہ ختم ہو گیا۔

''اہلِ حدیث مناظر حوالے کے لیے نبی ﷺ کی کوئی حدیث پڑھتے تو ''قال قال رسول اللہ ﷺ'' کے الفاظ سے شروع کرتے تھے۔ اس ''قال قال'' کو شکست سے بچنے کے لیے مولانا عبدالغفور ہزاروی نے ''کالا کالا'' میں بدل دیا۔''

بہر حال مولانا احمد الدین گکھڑوی فنِ مناظرہ کے تمام پہلوؤں پر حاوی تھے۔ مستحکم دلائل سے اپنے مدِ مقابل کا سامنا کرتے۔ ہر مناظرے میں اللہ نے ان کو کامیابی عطا فرمائی۔ شکست سے بچنے کے لیے لوگ مناظروں میں ہنگامے بھی کرتے ہیں، جس سے مناظرے ادھورے رہ جاتے ہیں، مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بعض مناظروں میں بھی فریقِ مخالف نے ہنگامے کیے۔ یہ کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے۔ ہنگامہ آرائی بھی مناظرے کا حصہ ہے، جو اس وقت کی جاتی ہے، جب شکست سامنے نظر آ رہی ہو۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے جن مرزائی مناظرین سے مناظرے ہوئے ان میں ''احمدیہ پاکٹ بک'' کے مصنف ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی، اللہ دتا المعروف ابوالعطا جالندھری، عبداللہ مبشر، غلام رسول، یار محمد اور سعد الدین وغیرہ شامل ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محمد سلیم چنیوٹی 28 مئی 2010ء کے ''الاعتصام'' میں ڈاکٹر محمد یوسف فاروق کے حوالے سے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے وعظ کے متعلق رقم طراز ہیں:

''مولانا احمد الدین جب وعظ فرماتے تو دائیں ہاتھ میں قرآن کریم پکڑتے اور بائیں ہاتھ سے اپنی قمیص کے ایک کونے کو مروڑتے رہتے۔ دورانِ تقریر میں جب کوئی تاکیدی جملہ کہنے کا موقع آتا تو بائیں ران پر مُکّا مارتے اور اپنی بات جوش سے سامعین کو سمجھانے کی کوشش فرماتے۔ اس عمل سے ان کی ران پر ایک سیاہی مائل نشان سا پڑ گیا تھا۔''

مجھے ان کی ران کے نشان کا تو علم نہیں، البتہ یہ بالکل صحیح ہے کہ وعظ کہتے ہوئے جب وہ جوش میں آتے تو بائیں ران پر زور سے مُکّا مارتے تھے۔ یہ معلوم نہیں انھوں نے بہ وقتِ جوش مکا مارنے کے لیے ران کا انتخاب کیوں کیا تھا، جب کہ ایسے مواقع پر مقررین میز پر مکے مارتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا احمد الدین کی ہر ادا نرالی تھی اور ہر معاملے میں وہ انفرادیت رکھتے تھے۔ وعظ و تقریر میں بھی ان کا ایک خاص انداز تھا، مناظرے میں بھی ان کا الگ رنگ تھا اور مجلسی گفتگو میں بھی انھیں دوسروں سے امتیاز حاصل تھا۔ میرے دوست مولانا عارف جاوید محمدی نے مجھے ایک کتاب بھیجی ہے جس کا نام ''تاریخ اہلِ حدیث جموں وکشمیر'' ہے۔ یہ کتاب صوفی احمد مسلم کی تصنیف ہے اور جمعیت اہلِ حدیث جموں وکشمیر (سری نگر) کی طرف سے شائع کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ کسی زمانے میں کشمیر کے ایک عالمِ دین مولانا محمد عمر، حضرت مولانا ثناء اللہ کی خدمت میں امرتسر پہنچے اور کشمیر کے شہر پونچھ میں اہلِ حدیث کی مسجد بنانے کے متعلق عرض کی تو مولانا مرحوم نے بلا توقف مسجد کے لیے پانچ سو روپے کی تھیلی پیش کی۔ یہ رقم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وصول کرتے ہوئے مولوی محمد عمر نے حضرت مولانا سے سوال کیا کہ آپ نے یہ رقم مجھے کیسے دے دی جب کہ آپ پہلے مجھ سے کوئی تعارف نہیں رکھتے؟ مولانا امرتسری نے جواب میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات القا کی ہے کہ آپ کا بیان صحیح ہے۔ اسی کو کہتے ہیں ''دل را بدل رہیست'' اور یہ اس وعدہ خداوندی کا ایک کھلا ثبوت ہے:

﴿وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [العنکبوت:٦٩]

''اور وہ لوگ جنھوں نے ہمارے بارے میں پوری کوشش کی، ہم ضرور ہی انھیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور اللہ یقیناً نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

پھر جب پونچھ کی مسجد اہلِ حدیث تعمیر ہوگئی اور جمعہ و جماعت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو وہاں تبلیغ کے سلسلے میں مولانا احمد الدین گکھڑوی اور مولانا نور حسین گرجاکھی تشریف لے گئے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک عالمِ دین نے حقارت آمیز انداز میں مولانا احمد الدین کے متعلق کہا کہ یہ لوہار ہیں اور ہم لوہار سے مناظرہ نہیں کرنا چاہتے۔ اس پر مولانا جوش میں آ گئے۔ فرمایا: یہ میرے ساتھ اس لیے مناظرہ نہیں کرنا چاہتا کہ میں اسے ایسا پھاناں ٹھوکوں گا کہ یہ عمر بھر یاد رکھے گا۔ (تاریخِ اہلِ حدیث جموں وکشمیر صفحہ 241، 242)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیرھواں باب

خطیب کی حیثیت سے

مولانا احمد الدین بہت بڑے مناظر تو تھے ہی، علاوہ ازیں صاف گفتار مقرر اور ممتاز خطیب بھی تھے۔ایک زمانہ تھا کہ مذہبی اور دینی جماعتیں کسی مرکزی مقام پر سالانہ تبلیغی جلسوں کا اہتمام کیا کرتی تھیں۔ جماعت اہلِ حدیث میں اس قسم کے جلسوں کا خاص طور سے رواج تھا۔ یہ بہت اچھا رواج اور بہت اچھا سلسلہ تھا۔ اس سے دین کی تبلیغ بھی ہوتی تھی اور جماعتوں کے نظم میں بھی مضبوطی آتی تھی۔ مختلف مقامات کے جو لوگ جلسہ سننے آتے، ان میں بھی تعلقات استوار ہوجاتے تھے اور یہ پتا چل جاتا تھا کہ کس علاقے میں جماعت کی کیا حیثیت ہے۔ جلسوں میں تشریف لانے والے علماے کرام کے بھی آپس میں روابط قائم رہتے تھے اور ان میں استحکام پیدا ہوتا تھا۔بعض دینی مدارس کے بھی سالانہ جلسے منعقد کیے جاتے تھے۔ اس سے ان مدارس کی شہرت بھی ہوتی اور ان کی مالی امداد کی صورت بھی پیدا ہوجاتی تھی۔ ان جلسوں میں جن علماے کرام کو دعوت شرکت دی جاتی تھی، ان میں مولانا احمد الدین گکھڑوی بھی تھے، اس لیے کہ وہ جماعت کے مشہور مقرر تھے اور خالص کتاب و سنت کے عنوانات پر تقریر کرتے تھے۔

1935ء میں مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کی زیرِ امارت ''جمعیت اہلِ حدیث پنجاب'' قائم ہوئی، جو ملک بھر میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتی تھی، اس تنظیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں جن علمائے کرام کا نمایاں ذکر ملتا ہے، ان میں مولانا میر سیالکوٹی کے علاوہ مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا نور حسین گرجاکھی اور مولانا عبداللہ ثانی امرتسری سرفہرست ہیں۔ یہ علمائے دین مختلف شہروں اور دیہاتوں کا دورہ کرتے اور دعوتِ توحید و سنت کے ساتھ مخالفانہ یورش کا بھی بھرپور جواب دیتے، ان علمائے کرام کی تبلیغی مساعی سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا اور کئی لوگوں کے عقائد کی اصلاح ہوئی۔

مولانا ممدوح عوامی جلسوں کے علاوہ متعدد مقامات کی مساجدِ اہلِ حدیث میں بھی خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

جامع مسجد اہلِ حدیث وزیرآباد:

وزیرآباد (ضلع گوجراں والا) کی جس مسجد میں حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ تدریس و خطابت میں مصروف رہے، اس مسجد اور ان کے جاری کردہ مدرسے نے پورے متحدہ ہندوستان میں شہرت پائی اور علما و طلبا کی کثیر تعداد نے حضرت حافظ صاحب سے استفادہ کیا۔ ان کی وفات کے بعد یہ ذمے داری ان کے شاگردِ رشید مولانا عمر الدین کے سپرد ہوئی، جن کا تذکرہ کتاب کے دوسرے باب میں کیا گیا ہے۔ انھوں نے سفرِ آخرت اختیار کیا تو اس مسجد کی خطابت کی ذمہ داری مولانا احمد الدین گکھڑوی کو سونپی گئی۔ مولانا ممدوح کچھ عرصہ اس منصب پر فائز رہے۔ اس کے بعد حالات نے ایسی کروٹ لی کہ مولانا کو اس سے علاحدہ ہونا پڑا۔ یہ قیامِ پاکستان سے قبل کی بات ہے۔ جماعتی معاملات بدلتے رہتے ہیں، کبھی خوش گوار حالات سے واسطہ پڑتا ہے اور کبھی ناخوش گوار واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔ بہرحال مولانا احمد الدین گکھڑوی کچھ عرصہ حضرت حافظ عبدالمنان کی جامع مسجد اہلِ حدیث (وزیرآباد) میں خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جامع مسجد اہلِ حدیث فیصل آباد:

کچھ مدت جامع مسجد اہلِ حدیث (امین پور بازار) فیصل آباد میں بھی مولانا احمد الدین کے خطبہ جمعہ کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ فیصل آباد شہر کی پہلی مسجد اہلِ حدیث ہے۔ 36/1935ء میں اس شہر کے چند افراد ہی مسلکِ اہلِ حدیث سے وابستہ تھے۔ انھوں نے انجمنِ اہلِ حدیث کے نام سے اپنی تنظیم قائم کر لی تھی۔ اس وقت شہر کی موثر ترین شخصیت حکیم نورالدین کی تھی جو وہاں کے سرکردہ اہلِ حدیث عالم تھے۔ لیکن ان کی دلچسپیوں کا زیادہ تر محور انگریز دشمن سیاست تھی اور شہر کے ہندو اور مسلمان سب ان کے سیاسی نقطۂ نظر کے مؤید تھے۔

لائل پور (موجودہ فیصل آباد) جلد ہی خاصے بڑے شہر کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ لیکن اس شہر میں اہلِ حدیث کی کوئی مسجد نہ تھی۔ البتہ حکیم صاحب موصوف منشی محلے کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جو انھوں نے خود ہی تعمیر کرائی تھی، قرآن مجید کا روزانہ درس دیتے تھے۔ اسے خالص اہلِ حدیث کی مسجد نہیں قرار دیا جاتا تھا۔ اتنے بڑے شہر میں اہلِ حدیث کی مسجد نہ ہونے کا اہلِ حدیث حضرات کو بہت احساس تھا۔ چنانچہ 30 اگست 1936ء کو شہر کی انجمن اہلِ حدیث کی میٹنگ ہوئی، جس میں حسبِ ذیل قرار داد منظور کی گئی۔

> ''چوں کہ لائل پور شہر بڑا آباد ہونے کے علاوہ علاقے کا مرکز بھی ہے، جہاں ہر مذہب وملت کے عبادت خانے موجود ہیں۔ اس طویل وعریض شہر میں جماعت اہلِ حدیث کی مسجد کی تعمیر ضروری ہے، جس میں سلفی عقیدے کے مطابق لوگ اجتماعی طور پر صلاۃِ پنج گانہ اور صلاۃِ جمعہ کی ادائیگی کا اہتمام کر سکیں۔ علاوہ ازیں وہ درسِ قرآنِ مجید اور درسِ حدیث رسول (ﷺ) سے مستفید ہو سکیں۔ حکیم نورالدین صاحب سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سیاسیات ملکی کے ساتھ اس اہم فریضے کی جانب بھی توجہ دیں۔ نیز مولوی عبدالواحد صاحب کو انجمن کے پروپیگنڈا سیکریٹری نامزد کیا جاتا ہے۔''

اس کے بعد تعمیر مسجد کے لیے کچھ حرکت پیدا ہوئی اور جلد ہی اس میں تیزی آ گئی۔ مولانا عبدالواحد نے اس سلسلے میں بے حد بھاگ دوڑ کی۔ 11 اکتوبر 1936ء کو مسجد مبارک (لاہور) میں پنجاب کے اہلِ حدیث حضرات کا ایک اجتماع ہوا۔ اس میں انجمن اہلِ حدیث فیصل آباد کے نمائندے کی حیثیت سے مولانا عبدالواحد نے شرکت کی، یہاں مختلف حضرات سے ان کی ملاقات ہوئی اور فیصل آباد میں مسجد کی تعمیر کے متعلق تعاون کے لیے درخواست کی گئی۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے بھی جگہ خریدنے اور مسجد تعمیر کرنے کے متعلق اخبار اہلِ حدیث میں اعلان کرنا شروع کر دیے۔ وہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد یہاں مسجد اہلِ حدیث کی تعمیر ہو۔ بالآخر جگہ خریدی گئی اور 1945ء میں مسجد تعمیر ہو گئی۔ تعمیر کی نگرانی مولانا عبدالواحد کے سپرد تھی۔ اس مسجد کے پہلے امام بھی مولانا عبدالواحد کو مقرر کیا گیا تھا۔ وہ نہایت دیانت دار اور باہمت بزرگ تھے۔ انھوں نے صحاح ستہ کی سند 4 رجب 1351ھ (3 نومبر 1932ء) کو مولانا محمد علی لکھوی سے لی تھی جو اس وقت لاہور کی چینیاں والی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ اس مسجد کے خطیب مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان دنوں سیاسی قیدی کی حیثیت سے جیل میں تھے اور ان کی جگہ انہی کی تجویز سے چینیاں والی مسجد میں مولانا محمد علی لکھوی خطابت و تدریس کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار کی خطابت کا منصب مولانا محمد صدیق مرحوم کے سپرد بھی رہا اور مولانا احمد الدین گکھڑوی بھی یہاں کچھ عرصہ خطیب رہے۔ اب کئی سال سے اس مسجد کے خطیب مولانا محمد یوسف انور ہیں، جو علمائے کرام کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بے حد قدر دان ہیں۔

مسجد مبارک (فیصل آباد):

مسجد مبارک اہلِ حدیث جو فیصل آباد کے منٹگمری بازار میں واقع ہے، اس شہر میں اہلِ حدیث کی دوسری مسجد ہے۔ اس مسجد میں بھی کچھ عرصہ مولانا احمد الدین گکھڑوی خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے رہے۔

مختصر الفاظ میں اس مسجد کی تاریخِ تعمیر یہ ہے کہ یہ احاطہ ایک بزرگ شیخ عبدالرحیم نے خریدا اور اسے مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کر دیا۔ اس علاقے کے ہندو مسجد کی تعمیر کے سخت خلاف تھے اور مسلمان مسجد تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ اتفاق سے انہی دنوں یہاں مولانا ابوالکلام آزاد اور گاندھی جی آئے۔ دونوں دھوبی گھاٹ کے قریب کہیں ٹھہرے تھے۔ شہر کے چند مسلمان زعما ان کی خدمت میں گئے اور انھیں صورت حال سے مطلع کیا اور کہا کہ وہ اپنے اثر و رسوخ سے کام لے کر ہندوؤں کو مسجد کی تعمیر میں رکاوٹ پیدا کرنے سے روکیں۔ انھوں نے جواب دیا یہ کوئی اہم مسئلہ نہیں ہے، آپ بے فکر ہو کر مسجد تعمیر کریں۔ چنانچہ مسجد تعمیر ہو گئی۔ امین پور بازار کی جامع مسجد اہلِ حدیث کے بعد اس شہر میں اہلِ حدیث کی یہ دوسری مسجد ہے۔

اس مسجد میں بھی مولانا احمد الدین گکھڑوی کا کچھ مدت خطبہ جمعہ کا سلسلہ جاری رہا۔ اب بہت سالوں سے اس کے منصبِ خطابت پر مولانا ارشاد الحق اثری فائز ہیں۔ ادارہ علومِ اثریہ بھی اسی مسجد میں قائم ہے۔ اس کے سربراہ بھی مولانا ارشاد الحق اثری ہیں۔ اس ادارے میں متعدد اہلِ علم حضرات تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں، جن میں مولانا عبدالحی انصاری کا نامِ نامی بھی شامل ہے۔ ادارہ علومِ اثریہ کی طرف سے عربی اور اردو کی بہت سی اہم کتابیں شائع ہو چکی ہیں اور مسلسل شائع ہو رہی ہیں۔ یہ ادارہ اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے فضل سے ایک بڑی جماعت سے بھی زیادہ تصنیفی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔

محلّہ مومن آباد کی مسجد اہلِ حدیث میں خطابت:

محلّہ مومن آباد فیصل آباد شہر کے خاصے بڑے علاقے پر محیط ہے، جو قیام پاکستان کے بعد ان لوگوں نے آباد کیا جو مشرقی پنجاب کے بعض مقامات سے بہ طور پناہ گزین یہاں آئے۔ انھوں نے اس کا نام مومن آباد رکھا۔ یہاں مسجد تعمیر کی اور اس میں جمعہ و جماعت کا باقاعدہ انتظام کیا گیا۔ مومن آباد کے لوگ مالی اعتبار سے بھی آسودہ حال ہیں اور تدین وصالحیت کی نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی ہے۔ یہ معلوم نہیں کہ ان کی تعمیر کردہ مسجد کے اولین خطیب کون صاحب تھے اور اب کون خوش قسمت عالم اس فریضے کی انجام دہی پر مامور ہیں، البتہ یہ معلوم ہے کہ اس مسجد کے منصب خطابت پر مولانا احمد الدین گکھڑوی بھی فائز رہے۔ وہ نہایت دبنگ خطیب تھے اور کلمۂ حق بلند کرنے میں بے حد جری۔

فیصل آباد کی ایک اور مسجد میں بھی مولانا احمد الدین خطیب رہے۔ اس مسجد کا نام مسجد فردوس ہے۔ جو گلبرگ (سی) میں ہے۔ بہر کیف مولانا احمد الدین نے مختلف اوقات میں فیصل آباد کی چار مسجدوں میں خدمتِ خطابت سرانجام دی۔ کس مسجد میں کب سے کب تک کتنا عرصہ رہے اور پھر اس خدمت سے کیوں دست بردار ہوئے؟ اس کا زیادہ پتا نہیں چل سکا۔

نظام آباد (وزیر آباد):

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بھتیجے جناب مرزا محمد یونس صاحب نے جو آج کل کھوکھر کی (گوجراں والا) میں مقیم ہیں، جناب محمد سلیم چنیوٹی مینیجر ''الاعتصام'' کے نام ایک خط میں تحریر کیا ہے کہ مرض الموت میں مبتلا ہونے سے پہلے پیرانہ سالی کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باوجود مولانا احمد الدین، وزیرآباد کے قریب نظام آباد کی مسجد میں خطیب رہے۔ اس وقت ان کی رہایش گکھڑ میں تھی۔ مرزا محمد یونس لکھتے ہیں:

''میں خود ہر جمعہ کے روز انھیں گکھڑ منڈی کے بس اسٹاپ سے نظام آباد کے لیے بس پر بٹھانے جاتا تھا۔''

مولانا احمدالدین نے انیس بیس سال کی عمر میں مروجہ علوم سے فراغت حاصل کرلی تھی۔ طالب علمی کے زمانے میں بھی انھیں وعظ وتقریر کا بہت شوق تھا اور وہ کتاب وسنت کی روشنی میں تقریر کیا کرتے تھے۔ گکھڑ کی ایک مسجد میں بھی وہ کچھ عرصہ خطیب رہے۔ اندازہ یہ ہے کہ وہ اپنے شہر کی مسجد اہلِ حدیث میں جو ان کے شاگرد حافظ محمد یوسف صاحب کے والد مکرم نے تعمیر کرائی تھی، ضرور خطابت و امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے ہوں گے۔ اس طرح متعدد مقامات کی مساجد میں ان کا سلسلۂ خطابتِ جمعہ جاری رہا۔ لیکن یہ پتا نہیں چلتا کہ انھوں نے ان مقامات میں کتنا کتنا عرصہ یہ خدمت سرانجام دی۔ البتہ یہ حقیقت ہے کہ خطیب کی حیثیت سے ان کا ایک خاص مقام تھا۔

میں یہ بات اپنی بعض کتابوں کے مختلف مقامات میں عرض کر چکا ہوں اور زبانی بھی عرض کرتا رہتا ہوں، یہاں بھی نہایت دردمندی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ جماعت اہلِ حدیث کے لوگوں کو اپنے علماے کرام کے حالات خاص ترتیب کے ساتھ قلم بند کرنے اور محفوظ رکھنے کی عادت نہیں ہے۔ ان کے علماے کرام نے اپنے اپنے حلقوں میں بے حد خدمات سرانجام دیں، تصنیف و تالیف کی صورت میں بھی، درس و تدریس کی شکل میں بھی، وعظ و تذکیر کے رنگ میں بھی اور افتا و استفتا کے انداز میں بھی۔ اس جماعت کے موجودہ دور کے علماے کرام بھی نہایت اہتمام و مستعدی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ ان خدمات کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

ملک کے مختلف مقامات میں ان کی لاتعداد مساجد ہیں، جن میں درس وتدریس کے ہنگامے بھی جاری ہیں اور وعظ وخطابت کے سلسلے بھی عروج پر ہیں، لیکن ان خدامِ دین کے متعلق تحریری صورت میں معلومات فراہم کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ نہایت افسوس ناک صورتِ حال ہے۔ معلومات فراہم کرنا اور انھیں تحریر کی سِلک میں پرونا اسلام کے خلاف نہیں، بلکہ عین اسلامی عمل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیا علیہم السلام کا تذکرہ کیا ہے، بلکہ اپنے دشمن اور نافرمان شیطان اور فرعون کے متعلق بھی معلومات بہم پہنچا دی ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے حالات سے ہمیں مطلع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام، ائمہ عظام اور صلحا و اتقیا کے واقعات کتابوں میں مرقوم ہیں اور خطبا ومقررین ان واقعات کو جلسوں اور مجلسوں میں بیان کرتے ہیں۔

یہ چند سطور اس لیے لکھی گئی ہیں کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی خطیب بھی تھے، مناظر بھی تھے اور مدرس بھی تھے۔ لیکن ان کے حالات ضبطِ تحریر میں نہیں لائے گئے۔ یہ ایک الم ناک حادثہ ہے۔ بڑی مشکل سے ان کے حالات جمع کیے گئے ہیں جو خوانندگانِ محترم کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ موجودہ دور کے علما کو اپنے حالات محفوظ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

چودھواں باب

مدرس کی حیثیت سے

پہلے بتایا جاچکا ہے کہ مولانا احمد الدین نے تمام علومِ متداولہ کی تحصیل ماہر اساتذہ سے کی۔ یہ علوم عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں پڑھائے جاتے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد خود بھی مولانا ممدوح نے بعض مقامات پر تدریس کی۔

فارسی اور عربی زبانوں میں گفتگو بھی وہ روانی سے کرتے تھے، گزشتہ سطور میں ان کے بھتیجے جناب مرزا محمد یونس صاحب کا ذکر ایک سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔ وہ مولانا کی فارسی زبان میں مہارت کے متعلق جناب محمد سلیم چنیوٹی کو ایک خط میں لکھتے ہیں:

> ''فارسی زبان میں ان کی قدرت تو میں نے بار ہا دیکھی۔ وہ اس طرح کہ ہمارے ایک ہمسائے سخی شاہ صاحب تھے۔ وہ مولانا کے تقریباً ہم عمر تھے اور عالم آدمی تھے۔ ان کی اکثر ملاقاتیں مولانا صاحب سے ہوتی رہتی تھیں، جن میں ان کا ذریعہ کلام فارسی زبان ہوتا تھا۔''

اس طرح عربی بولنے اور لکھنے میں بھی مولانا قدرت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک مرزائی نے ان کو عربی میں مناظرہ کرنے کے لیے کہا تو فوراً تیار ہوگئے۔ فرمایا آؤ! عربی میں مناظرہ کرتے ہیں، میں تمھیں بھاگنے نہیں دوں گا۔ اردو، عربی، فارسی ہر زبان میں مناظرے کے لیے تیار ہوں اور ہر وقت تیار ہوں۔

ہمارے دوست حافظ ریاض احمد عاقب کئی سال سے مرکز ابن القاسم الاسلامی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ملتان میں خدمتِ تدریس انجام دے رہے ہیں۔ تصنیف و تالیف سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ انھوں نے حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی رحمہ اللہ کے حالات لکھے ہیں جو کتابی صورت میں چھپ چکے ہیں۔ جماعت اہلِ حدیث کے رسائل و جرائد میں ان کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔

ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے 4 جون 2010ء کے شمارے میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق انہی حافظ ریاض احمد عاقب کا ایک خط شائع ہوا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سید بدیع الدین شاہ صاحب راشدی نے بیس سال کی عمر میں اپنی عربی تصنیف "المرآة لطرق حديث من كان له إمام فقرأة الامام له قرأة" مکمل کی تو اسے اس دور کے مختلف جلیل القدر علما کی خدمت میں پیش کیا، جنھوں نے اس کتاب پر تقاریظ لکھیں۔ ان علما میں حضرت شاہ صاحب کے بڑے بھائی علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی سمیت مولانا ابوالقاسم بنارسی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عبدالحق بہاول پوری مکی، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا احمد الدین گکھڑوی اور مولانا عبدالرحیم پچھی رحمہم اللہ شامل ہیں۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے اس پر حسبِ ذیل تقریظ لکھی:

فإني رأيت بعض المواضع من الرسالة التي ألفها السيد بديع الدين فوجدتها عجيبة التحقيق، مفيدة التدقيق. قد جمع طرق الحديث الذي روي عن جابر وغيره، أعني من كان له إمام فقرأة الامام له قرأة، وذكر تضعيفها وعللها بالتفصيل وحققها كالبخاري والبيهقي بالدليل.

میں نے سید بدیع الدین شاہ صاحب کے رسالے کے بعض مقامات کو بہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

غور دیکھا تو میں نے اس میں عجیب وغریب اور مفید ترین تحقیق پائی، جس میں (مولف نے) حدیث "من کان له امام فقرأة الامام له قرأة" کے تمام طرق کو جمع کر دیا ہے، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دوسرے راویوں سے مروی ہے اور انھوں نے حدیث کے ان طرق کی وجہ تضعیف وعلل کو تفصیل سے ذکر کیا ہے، اور امام بخاری اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرح انھوں نے سب طرق کی مدلل تحقیق کی ہے۔

عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی فارسی اور عربی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔ ان میں گفتگو پر بھی قادر تھے اور تحریر پر بھی۔

عربی اور فارسی پر ان کے عبور کی وجہ یہ ہے کہ کتبِ درسیہ انھوں نے انہماک اور محنت سے پڑھی تھیں۔ پھر بعض مدارس میں یہ کتابیں انھوں نے طلبا کو پڑھائی بھی تھیں۔ اگرچہ انھوں نے طویل عرصے تک کسی مدرسے میں تدریسی خدمت سرانجام نہیں دی، اسی طرح زیادہ مدت تک کہیں خطابت کا فریضہ بھی انجام نہیں دیا، ہر جگہ ان کی مدتِ خطابت مختصر رہی یا چند سالوں تک محدود۔ لیکن یہ واضح بات ہے کہ جس مسجد میں وہ خطبہ دیتے تھے، وہاں وہ اگلے خطبے تک آٹھ دن بے کار تو نہیں بیٹھے رہتے تھے، لازماً اس اثنا میں وہاں کسی دینی مدرسے میں یا اسی مسجد میں جس کے وہ خطیب تھے، طلبا کو درسی کتابیں پڑھاتے ہوں گے۔ کوئی عالم دین بھی ایسا نہیں جو درس وتدریس سے گریز کرتا ہو۔

جیسا کہ گزشتہ صفحات میں عرض کیا گیا مولانا احمد الدین نے جب درسیات سے فراغت پائی تو خود ان کے شہر گکھڑ میں حافظ محمد یوسف صاحب کے والد نے اپنے خرچ سے مسجد تعمیر کرائی جو اہلِ حدیث کی وہاں پہلی مسجد تھی، اس میں پچیس تیس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طالب علم تھے جو قرآن حفظ کرتے تھے اور دینیات کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ اسی شہر میں حافظ محمد یوسف نے مولانا احمد الدین سے کسبِ علم کیا اور پھر وہ مشہور عالمِ دین اور مبلغِ اسلام ہوئے۔ حافظ محمد یوسف کے علاوہ بھی لازماً ان سے تھوڑے بہت شائقینِ علم نے اخذِ علم کیا ہوگا۔ حافظ صاحب طبعاً دینی معاملات میں خاموش رہنے والے نہیں تھے۔ وہ ضرور چھوٹے بڑوں کو تحصیلِ علم کی ترغیب دیتے ہوں گے اور ان کی ترغیب سے متاثر ہو کر تھوڑی یا زیادہ تعداد میں طلبا نے مولانا احمد الدین سے حصولِ علم کیا ہوگا۔ وہاں جو اتنی تعداد میں لوگوں نے مسلکِ اہلِ حدیث قبول کیا اور اس مسلک کی ایک مسجد کے بعد کتنی ہی مسجدیں تعمیر ہوئیں، یہ انہی السابقون الاولون حضرات کی تبلیغ کا نتیجہ ہے۔

اگر مولانا احمد الدین نے کسی کو علم نہیں پڑھانا تھا تو خود کیوں پڑھا؟ بے شک تحصیلِ علم کے بعد انھوں نے آگے بھی پڑھایا اور پڑھانے کا آغاز اپنے شہر سے کیا۔ اگرچہ اس کی تفصیل کا پتا نہیں چلتا تاہم قرائن بتاتے ہیں کہ وہاں کے طلبا میں حافظ محمد یوسف گکھڑوی اور بعض دیگر حضرات شامل ہوں گے۔

مولانا احمد الدین نے وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان اور مولانا عمر الدین کی مسجد میں خطابت کا سلسلہ شروع کیا۔ وہاں بھی پہلے سے طلبا تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ مولانا احمد الدین نے وہاں بھی پہلے اساتذہ کی طرح تھوڑا یا زیادہ عرصہ طلبا کو پڑھایا ہوگا۔

پھر فیصل آباد کی جامع مسجد اہلِ حدیث (امین پور بازار) میں وہ خطیب مقرر ہوئے تو اس مسجد میں بھی دو چار یا اس سے زیادہ طالب علموں کو پڑھاتے رہے ہوں گے۔ بعض معاملات نفیاً یا اثباتاً واضح نہیں ہوتے، ان کا فیصلہ قرائن اور ماحول کی فضا سے کیا جاتا ہے۔

چند مہینے پیشتر حضرت مولانا محمد علی جانباز کے صاحب زادہ گرامی قدر جناب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا عبدالحنان ایم اے کی ایک نہایت معلوماتی کتاب ''تذکرہ مساجد اہلِ حدیث سیالکوٹ'' شائع ہوئی ہے، اس سے پتا چلتا ہے کہ سیالکوٹ میں بھی مولانا احمد الدین کا سلسلہ درس جاری رہا۔ فاضل مصنف لکھتے ہیں:

سیالکوٹ کی ایک مسجد کا نام ''جامع مسجد اہلِ حدیث ڈپٹی باغ'' ہے۔ اس مسجد کا سنگِ بنیاد 1960ء میں وہاں کے دو مشہور علماے دین نے رکھا تھا، وہ تھے مولانا حافظ محمد شریف اور مولانا حکیم محمد صادق!

حافظ محمد شریف سیالکوٹ کے ممتاز عالم اور نامور خطیب تھے۔ ان کے ساتھی حکیم محمد صادق بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی تحریر میں بے حد شگفتگی اور دلکشی پائی جاتی ہے۔ عمدہ زبان اور قرآن وحدیث کے دلائل سے بھرپور اسلوبِ نگارش ان کی تحریر کا خاصہ ہے۔ چند اصحابِ ثروت کے تعاون سے یہ مسجد تکمیل کو پہنچی۔ اس میں پہلا خطبہ جمعہ حکیم محمد صادق صاحب نے ارشاد فرمایا اور پھر یہ خدمت انہی کے سپرد رہی۔

جس محلے میں یہ مسجد تعمیر ہوئی، اسے ''محلّہ ڈپٹی باغ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ انگریزی حکومت کے زمانے میں سیالکوٹ کا کوئی انگریز آفیسر کسی محکمے کا ڈپٹی تھا۔ یہ سارا علاقہ اس انگریز کی ملکیت تھا اور اس علاقے میں اس کا ایک باغ تھا جو کافی رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اسے ''ڈپٹی باغ'' کہا جاتا تھا۔ اب بھی یہ علاقہ اسی نام سے موسوم ہے۔

اس مسجد میں درسِ نظامی کی تعلیم کے لیے حافظ محمد شریف صاحب نے ''مدرسہ دارالحدیث'' قائم کیا، جس میں مولانا احمد الدین گکھڑوی اور حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی کے فرزندِ گرامی مولانا عبدالرحمٰن لکھوی کی خدمات بہ طور مدرس حاصل کی گئیں۔ حافظ محمد شریف صاحب کی دعوت پر مولانا محمد علی جانباز سندِ فراغت حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں پہلی مرتبہ بہ طور استاذ اسی مسجد میں تشریف لائے اور یہاں دو سال درسِ حدیث دیتے رہے۔ پھر حالات نے ایسی کروٹ لی کہ وہ اسی شہر میں مستقل طور پر آباد ہو گئے اور جامعہ رحمانیہ کے نام سے ناصر روڈ پر دارالعلوم قائم کیا، اس عالمِ جلیل نے 13 دسمبر 2008ء کو وفات پائی۔ ان کی وفات کے بعد جامعہ رحمانیہ کا انتظام ان کے لائق فرزندوں کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ بڑی خوب صورتی سے اس جامعہ کو چلا رہے ہیں۔[1]

دیگر مدارس کی طرح یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے سیالکوٹ کے ''مدرسہ دارالحدیث'' میں کتنا عرصہ خدمتِ تدریس انجام دی۔

---

[1] تفصیل کے ملاحظہ ہو! ''تذکرہ مساجدِ اہلِ حدیث سیالکوٹ'' صفحہ 322 تا 328۔ از صاحب زادہ عبدالحنان جانباز ایم اے بن شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز۔ (طبع جولائی 2010ء)۔ ناشر: ادارہ جامعہ رحمانیہ ناصر روڈ، سیالکوٹ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پندرھواں باب

اخلاق و عادات

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ مولانا احمد الدین تین بھائی تھے اور ایک بہن۔ بھائیوں میں سب سے بڑے احمد الدین تھے، ان سے چھوٹے فضل احمد اور سب سے چھوٹے عبداللہ!

مولانا احمد الدین کی شادی ہوئی، لیکن اس کے بعد معاملہ طلاق تک پہنچ گیا۔ پھر دوسری شادی نہیں کی۔ تمام عمر مجرد رہے۔ اولاد سے محروم تھے۔

❁ عبداللہ کی نرینہ اولاد چار بیٹے تھے، جن کے نام یہ ہیں: مرزا محمد یونس، محمد اسلم، محمد یعقوب اور محمد یوسف۔ مرزا محمد یونس نے بذریعہ ٹیلی فون بتایا کہ ان کے والد عبداللہ جوانی میں وفات پا گئے تھے۔ اس وقت ان کے بچے کم عمر تھے۔ ان (محمد یونس) کی عمر صرف دو سال کی تھی۔ آمدنی کا بہ ظاہر کوئی ذریعہ نہ تھا، لیکن مولانا احمد الدین نے ان بچوں کی اس طرح کفالت کی کہ انھیں مالی لحاظ سے کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوئی۔ پھر بچے جوان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے تکلیفیں رفع فرما دیں۔

ان بچوں نے بھی اپنے تایا مولانا احمد الدین کی بڑی خدمت کی اور ان کا ہر حکم مانا۔ اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ محمد اسلم کسی کام کے سلسلے میں ایک مرتبہ فیصل آباد جانے کے لیے تیار ہوئے تو مولانا احمد الدین نے فرمایا: میرے لیے زرعی یونیورسٹی کے مالی سے شہد کی بوتل ضرور لانا۔ وہ دس روپے کی بوتل دے گا۔ لیکن یہ وہاں اپنے کاموں میں ایسے الجھے کہ شہد کی بوتل والی مولانا کی بات بھول گئے اور واپس گکھڑ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آ گئے۔ مولانا نے پوچھا: شہد لائے ہو؟

کہا: بھول گیا۔ لیکن اس بھول کا اس قدر احساس ہوا کہ دوبارہ فیصل آباد گئے اور شہد کی بوتل لا کر مولانا کی خدمت میں پیش کی۔

عبداللہ کے چار بیٹوں میں سے دو بیٹے محمد اسلم اور محمد یوسف فوت ہو گئے ہیں۔ دو محمد یعقوب اور محمد یونس زندہ ہیں۔ محمد یونس کی عمر اس وقت ساٹھ سال ہے اور وہ کھوکھر کی (گوجراں والا) میں اقامت گزیں ہیں۔

مولانا احمد الدین سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ رہن سہن، لباس اور کھانے پینے میں کوئی تکلف نہ تھا۔ دوستوں کے دوست تھے۔ ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ کا صحیح ترین نمونہ تھے۔ جو شخص ان پر کسی قسم کا احسان کرتا اسے یاد رکھتے اور اس کے شکر گزار ہوتے۔

- مولانا احمد الدین نے مروجہ تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد 1920ء کے لگ بھگ تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کیا۔ اس زمانے میں مبلغینِ اسلام زیادہ پیدل چلتے تھے، مولانا ممدوح بھی دیہات میں جلسوں پر جاتے تو پیدل ہی جاتے۔
- وہ بڑا عجیب دور تھا۔ لوگ اہلِ حدیث کی سخت مخالفت کرتے تھے۔ وہابی کہہ کر ان سے دور بھاگتے اور ان کے خلاف تعصب پھیلاتے۔ اس زمانے میں اہلِ حدیث علما تبلیغِ دین کے لیے تکلیف اٹھا کر بھی پہنچنے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ایک آدمی بھی ان کی تبلیغ سے راہِ راست پر آ گیا تو ان کا مقصد پورا ہو گیا اور ساری تکلیف رفع ہو گئی۔ یہ ان کے اخلاص اور کتاب وسنت سے محبت کی دلیل تھی۔
- مولانا احمد الدین نے تمام عمر توحید وسنت کی تبلیغ اور بدعات کی تردید کرتے ہوئے گزاری۔ یہی ان کی زندگی کا مقصد تھا اور یہی ان کے دل کی آواز تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سے انھیں راحت ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں وہ کسی قسم کی مداہنت اور رو رعایت کے قائل نہ تھے۔ نیکی اور برائی کے فرق کو جانچنے کا ان کا ایک خاص معیار تھا۔ کسی کو ذرہ بھی اس سے ہٹا ہوا دیکھتے تو فوراً اپنی رائے ظاہر کر دیتے۔ اس باب میں کسی بڑے چھوٹے اور عالم و غیر عالم کی پروا نہ کرتے۔ خطبہ جمعہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ بعض خطیبوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا کہ خطبہ مختصر ہونا چاہیے یا لمبا۔ نہ اس مسئلے پر زیادہ غور کیا جاتا ہے کہ جمعے کی نماز میں اختصار سے کام لیا جائے یا نماز کسی قدر لمبی کی جائے۔ لیکن مولانا احمد الدین رحمہ اللہ اس کا پورا خیال رکھتے تھے۔

- فیصل آباد کے ایک دوست نے بتایا کہ ایک دفعہ وہ مدرسہ دار القرآن و الحدیث (فیصل آباد) میں جمعہ پڑھنے گئے۔ شیخ الحدیث مولانا عبداللہ صاحب ویرو والوی خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ وہ نہایت متبع سنت عالم دین تھے۔ شرعی احکام کے سلسلے میں بے حد محتاط۔ ان کا خطبہ کچھ لمبا ہو گیا۔ جمعے کے بعد مولانا احمد الدین نے اس پر انھیں ٹوکا اور فرمایا کہ خطبہ مختصر ہونا چاہیے۔ نمازیوں میں بیمار بھی ہوتے ہیں اور کمزور بھی، ان کا خیال رکھنا چاہیے۔ انھوں نے مولانا احمد الدین کو کوئی جواب نہیں دیا۔ کامل احترام کے ساتھ خاموشی سے ان کی بات سنی۔
- ایک دوست نے انھیں کھانے پر بلایا تو دیکھا کہ بیٹھک میں کسی کی تصویر لگی ہوئی ہے۔ فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ فرمایا جب تک یہ تصویر نہیں ہٹائی جائے گی، میں آگے نہیں جاؤں گا، کھانا کھائے بغیر واپس چلا جاؤں گا۔ چنانچہ تصویر ہٹائی گئی تو آگے بڑھے اور کھانا کھایا۔

اس قسم کے معاملات میں وہ انتہائی حساس تھے۔ لیکن ہم ان باتوں کو معمولی سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ یہ ہماری غلطی ہے۔ اس قسم کی غلطیوں کو معمولی نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سمجھنا چاہیے۔ ان کے ارتکاب سے بچنا چاہیے۔

- کسی عوامی جلسے میں اپنے کسی ساتھی مقرر کی تقریر میں کوئی ایسی بات سنتے جو لوگوں میں تو مشہور ہوتی، مگر شرعی اعتبار سے پایۂ ثبوت کو نہ پہنچتی تو اس مقرر کو اس کی غلطی کی طرف متوجہ فرماتے اور جلسہ عام میں اس کی خود تردید کرتے یا مقرر سے کہتے کہ وہ اس غلط بیانی کی تردید کرے۔ اس ضمن میں ان کے اندازِ بیان میں بعض اوقات تشدد بھی آجاتا تھا۔
- وہ پسِ پشت کسی کی برائی نہ کرتے، اپنی زبان کو کسی کی غیبت سے آلودہ نہ ہونے دیتے۔ ان کے طرزِ بیان میں بعض مواقع پر سختی کا عنصر غالب آجاتا تھا، لیکن اس کا تعلق ان کی حق گوئی سے تھا۔ خواہ مخواہ کسی کو پریشان کرنا ان کا مقصد ہرگز نہیں ہوتا تھا۔
- وہ خوش خصال، صالح فطرت اور عمدہ سیرت عالم دین تھے۔ برائی کو برداشت کرنا اور برائی کا ارتکاب ہوتے ہوئے دیکھنا اور خاموش رہنا ان کی فطرت کے خلاف تھا۔ سچی بات یہ ہے کہ صالحیت اسی کا نام ہے اور نیکی کے اصل آثار یہی ہیں۔ اس سے محرومی صالحیت سے محرومی ہے۔

سنا ہے کہ ان کے کسی قریبی عزیز کی شادی تھی۔ دیکھا کہ دولھا میاں نے سہرہ باندھا ہوا ہے۔ فرمایا سہرہ اتار دو۔ اس نے اتار دیا۔

پھر دیکھا کہ سر کے بالوں کی کٹنگ خلافِ شرع ہے۔ فرمایا بال کتراؤ۔ اس نے کتروا دیے۔

کسی کے ہاتھ میں چھوٹا سا ریڈیو تھا۔ فرمایا اسے کہیں رکھ دو، اس نے رکھ دیا۔

بلاشبہہ وہ گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان تھے۔ خیر و صالحیت کا پیکر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متحرک۔ مجسمۂ تبلیغِ دین، اخلاقِ حسنہ کے مالک، بہترین عادات کے حامل، خوش کردار۔ ہم عاجز بندوں کے نزدیک ان کی حسنات کا پلڑا بہت بھاری تھا۔ اگر انسانی فطرت کی رو سے کچھ لغزشیں ہوئیں بھی تو ان شاءاللہ حسنات کی کثرت سے ختم ہوگئیں۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾

''نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں۔''

وہ کتاب وسنت کے سچے پیروکار تھے۔

❁ وعظ و تذکیر کے لیے وہ جہاں جاتے، حالات کے مطابق بات کرتے۔ سختی کی ضرورت محسوس کرتے تو اسلوبِ کلام سخت ہو جاتا اور نرمی کی ضرورت ہوتی تو نرم انداز میں اپنا نقطہ نظر بیان فرماتے۔ بے وجہ نہ سختی کا اظہار کرتے، نہ کسی کے لحاظ ملاحظے میں آ کر نرمی سے کام لیتے۔ ان کا اصل مقصد اعلائے کلمۃ اللہ تھا اور موقع و محل کی مناسبت سے اس پر عمل کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ وہ صحیح معنوں میں حق گو عالمِ دین تھے۔ لالچ، طمع، حرص، خوف سے نا آشنا۔ احمد دین کو دینِ احمد (ﷺ) سے بے پناہ محبت تھی۔ یہی ان کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اور اسی کی ترویج و اشاعت ان کا شب و روز کا مشغلہ تھا۔

اصل عادات واخلاق وہی ہیں جو مولانا احمد الدین گکھڑوی میں پائے جاتے تھے۔ وہ نہ کسی کو پریشان کرتے تھے، نہ کسی کے درپے آزار ہوتے تھے، نہ کسی کو دھوکا دیتے تھے اور نہ کسی کا حق مارتے تھے۔ وہ نہایت صاف گو، علم پرور، اہلِ علم کی عزت کرنے والے، مہمانوں کی خدمت کرنے والے، کلمہ حق بلند کرنے والے، عابد و زاہد، غیور اور جسور عالمِ دین تھے۔ اسلام کے مبلغ ان کی مجلسوں میں حاضر ہوتے اور ان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے استفادہ کرتے تھے، لیکن دینی مسائل کی غلط تعبیر کرنے اور احکام شریعت کو دینوی مفاد کے لیے استعمال کرنے والے ان سے خوف زدہ اور مرعوب رہتے تھے۔

غلط رو لوگوں کو وہ وعظ و تقریر میں بھی ہدفِ تنقید ٹھہراتے اور عام مجالس میں بھی ان کی سخت الفاظ میں تردید کرتے۔ اس سلسلے میں وہ کسی کی پروا نہ کرتے۔ صحیح بات برسرِ عام بیان فرماتے۔

ہم عاجز بندوں کی دعا ہے کہ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کا ٹھکانا جنت الفردوس ہو! آمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سولھواں باب

تصانیف

مولانا احمد الدین گکھڑوی جہاں کامیاب مناظر اور بہت اچھے خطیب ومقرر تھے، وہاں صاحبِ تحقیق مصنف بھی تھے۔ انھوں نے تصنیفی کام اگرچہ محدود پیمانے پر کیا اور زیادہ تر خدمات مناظر وخطیب کی حیثیت سے انجام دیں اور ان کی اصل شہرت کا باعث بھی یہی خدمات ہوئیں، تاہم ان کی محدود تصنیفی جدوجہد بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی تفصیل آیندہ صفحات میں دی جارہی ہے۔

1: برہان الحق:

مولانا احمدالدین کی تصانیف میں ایک قابلِ ذکر کتاب ''برہان الحق'' ہے۔ یہ کتاب پادری فنڈر کی کتاب ''میزان الحق'' کے حصہ اول کے چار ابواب کا جواب ہے۔ پادری فنڈر عیسائیوں کے مشہور پادری تھے۔ مسلمانوں کی طرف سے قرآن مجید کی حفاظت کا شد ومد کے ساتھ جو دعویٰ محکم دلائل کی روشنی میں کیا جاتا ہے، پادری فنڈر نے میزان الحق میں اسے غلط قرار دیا ہے۔

مولانا احمد الدین نے اپنی کتاب برہان الحق میں پادری مذکور کے اس زاویۂ نظر کا نہایت وضاحت سے مدلل جواب دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید بالکل محفوظ ہے۔ البتہ بائبل میں تحریف وتبدل کا عمل جاری رہا ہے۔ اسے کسی صورت میں محفوظ اور اصلی بائبل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مولانا احمد الدین کی یہ کتاب 16=30/20 سائز کے 192 صفحات اور 128 عنوانات پر مشتمل ہے جو بہت سال پیشتر سکول بک ڈپو، اردو بازار گوجراں والا کی طرف سے شائع کی گئی تھی۔

کتاب کے ابتدا میں مولانا ممدوح تحریر فرماتے ہیں:

''اکثر مسیحی دوست کہا کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام ہماری کتابوں میں جو تحریف اور تغیر و تبدل ثابت کرتے ہیں، وہ درحقیقت نہ کسی قسم کی تحریف ہے، نہ تغیر و تبدل۔ وہ ترجمہ کرنے والوں کی غلطیاں ہیں۔ اصل کتابوں میں کمی بیشی کا نشان تک نہیں ہے۔

''ہم اپنے ان دوستوں سے عرض کریں گے کہ کیا آپ کے پاس بائبل کا کوئی اصلی نسخہ موجود ہے کہ اس نسخے کو معیار قرار دے کر موجودہ تراجم کا مقابلہ کیا جائے اور یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ واقعی اصلی بائبل یہ ہے اور ترجمہ کرنے والوں نے اس میں تحریف کی ہے؟ لیکن ہم یہ دعوے سے کہتے ہیں کہ دنیا کے کسی عیسائی کے پاس بائبل کا اصلی نسخہ موجود نہیں ہے۔ ان سب کے پاس تراجم ہی ہیں۔''

اس کے آگے مولانا لکھتے ہیں۔

''اگر اصل کتاب میں تغیر و تبدل نہ ہوتا تو مترجمین کی کیا جرأت کہ اس کے خلاف ترجمہ کریں۔ پس ثابت ہوا کہ بائبل کے اصلی نسخے ہی میں تحریف اور تغیر و تبدل ہوا ہے۔

''پھر یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ان تمام تراجم میں آخر کون سا ایسا ترجمہ ہے جو اصل کتاب کے موافق ہو؟ اگر ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس نسخے کا اعلان کریں۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ اصل اور صحیح نسخے کا اعلان کرنے کے بعد باقی تراجم کو غلط اور ساقط الاعتبار ہونے کی بنا پر چھوڑ دینے کا اعلان بھی کیا جائے۔

''یہاں یہ یاد رہے کہ رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں فرقوں کی توراتوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں مشرق اور مغرب کا فرق ہے اور پھر ان دونوں کے علاوہ ایک تیسری تورات سامریہ کی ہے، جو ان دونوں توراتوں سے مختلف ہے۔ اب ان مسیحی دوستوں کو چاہیے کہ ان تینوں میں سے ایک کا انتخاب کرلیں، باقی دو کو چھوڑ دیں۔ فرقے بھی تین ہیں اور ان کی کتابیں بھی تین ہیں۔ یہ تحریف کی ایک کھلی ہوئی علامت نہیں تو اور کیا ہے، لیکن یہ ان تینوں میں سے کسی کو بھی یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کتاب صحیح ہے، اس لیے کہ کسی کتاب کے صحیح ہونے کے لیے دلائل کی ضرورت ہے، جو ان کے پاس نہیں ہیں۔

اس تحقیق کے لیے پادری فنڈر صاحب کی کتاب ''میزان الحق'' کے چاروں ابواب کا بڑی گہری نظر سے مطالعہ کیا گیا، کیوں کہ ان ابواب میں پادری صاحب نے بائبل کی حفاظت اور قرآن مجید کو تحریف شدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان ابواب کا جواب اختصار کے ساتھ دیا جائے اور دے دیا گیا۔ ان کا جواب دینا اس لیے بھی ضروری ہے کہ اکثر مسیحی دوستوں کا ماخذ یہی کتاب ہے۔ مسیحی مبلغین اسی کتاب سے مواد لے کر کتابیں شائع کرتے ہیں۔

> ''ہم نے اپنی اس کتاب (برہان الحق) میں اس بات کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے کہ تحریفِ بائبل کو خود اس کی اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا جائے، تاکہ ہمارے عیسائی دوستوں کو انکار کی گنجایش نہ رہے۔''

مولانا موصوف فرماتے ہیں:

> ''اس کتاب میں سب سے پہلے قرآن کے متعلق اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، اور بعد میں بائبل کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔''[1]

خوانندگانِ محترم نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا احمد الدین کی تحریر کتنی صاف اور

---

[1] برہان الحق صفحہ: 12

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شستہ ہے۔ ہر بات نہایت عمدگی سے بیان کی گئی ہے۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ نے اس کتاب پر تقریظ لکھی ہے جو کتاب کے تین صفحات (187 تا 189) پر شائع ہوئی ہے۔ مولانا سلفی تحریر فرماتے ہیں:

''مولانا احمد الدین صاحب رحمہ اللہ کی زیرِ تقریظ کتاب کو میں نے متعدد مقامات سے بغور پڑھا۔ مولانا نے تحریفِ انجیل کے متعلق مستقل دستاویز مرتب فرما دی ہے۔ مسیحی متکلمین تثلیث اور کفارہ ایسے مسائل پر جس زبان میں گفتگو کرتے ہیں، وہ انبیا کی زبان نہیں، وہ ارسطو اور افلاطون کے نظریات ہیں، جنھیں مسیحی متکلمین نے انجیل اور توریت کی تعلیمات میں ترمیم، بلکہ تنسیخ کے لیے اس نہج پر مرتب کیا ہے، جس سے عوام کو مغالطہ دیا جا سکے۔''

مولانا سلفی اس سے آگے لکھتے ہیں:

''مولانا احمد الدین نے بائبل کی سرگزشت کا تفصیلی جائزہ لیا ہے اور اس کی تحریف کے مختلف ادوار کا مفصل تذکرہ فرمایا ہے اور ثابت فرمایا ہے کہ موجودہ بائبل میں لفظی اور معنوی تحریف دونوں موجود ہیں۔''

مسیحی مناظر اس موضوع سے عموماً پہلو بچا کر گزرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی وہ تحریفِ قرآن کے موضوع اور تحقیقی ذخیرے کی آڑ لیتے ہیں، کبھی صحیح روایات کا مفہوم توڑ مروڑ کر مسلمانوں کو الزام دے کر بچنے کی سعی کرتے ہیں۔ معلوم ہے کہ الزام سے نہ کوئی جرم ثابت ہو سکتا ہے، نہ کوئی مجرم بری ہو سکتا ہے۔

مولانا احمد الدین نے ان الزامات کا تحقیقی جواب دے کر مسیحی مصنفین کا تمام بقایا چکا دیا ہے۔ اب مسیحی مناظر جب تک بائبل کا کوئی صحیح اور مستند نسخہ پیدا نہ کریں، جس پر تثلیث اور کفارہ ایسے غیر معقول اور خارج از فہم مسائل کی بنیاد رکھی جائے، اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وقت تک بات نہیں بن سکتی۔ مولانا احمد الدین نے تحریفِ بائبل کے تمام پہلوؤں کا بہترین انداز سے جائزہ لیا ہے۔

''پہلے یہ ذخیرہ مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی کی ''اظہار الحق'' اور ابن القیم رحمہ اللہ کی ''هداهة الجبارىٰ من اليهود و النصارىٰ'' وغیرہ میں تھا، اب یہ مواد ایک خاص انداز سے زیرِ تقریظ کتاب میں آ گیا ہے۔ دونوں اس باب میں قابلِ اعتماد ہیں۔ خدا تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ ناظرین سے استدعا ہے کہ کتاب غور سے پڑھیں اور اسے خرید کر مسیحی حضرات تک پہنچائیں اور مصنف کی صحت اور طولِ حیات کے لیے دعا فرمائیں۔''

محمد اسماعیل

مدرس وخطیب جامع مسجد اہلِ حدیث گوجراں والا

کتاب کے آخر (صفحہ 190، 191) میں کتاب کے ناشر عنایت اللہ نے ''عرضِ ناشر'' کے عنوان سے لکھا ہے:

''ناظرین! یہ کتاب جو کہ آپ کے ہاتھ میں ہے، اس کی اشاعت کی غرض و غایت سوا اس کے اور کوئی نہیں کہ عیسائیوں کے اکثر مناد اور پادری مختلف مقامات پر مجمعے لگا کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ اس وقت مسلمان اسے برا تو محسوس کرتے ہیں، لیکن عیسائیت کے متعلق کچھ واقفیت نہ ہونے کی بنا پر دل ہی دل میں جل کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی مسلمان ان مجمع باز منادوں پر کوئی اعتراض کرے تو بجائے اس کے کہ اپنی بائبل کی صفائی پیش کریں الٹا قرآن مجید اور اسلام پر برسنا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شروع کر دیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کمزور اعتقاد والے مسلمان اسلام سے بالکل انکار تو نہیں کرتے، لیکن کچھ نہ کچھ شکوک و شبہات کو اپنے دل میں جگہ دے دیتے ہیں۔

اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے حضرت مولانا کو اس پر آمادہ کیا کہ کوئی ایسی ایک کتاب ضرور لکھیں جو کہ ہر طبقے کے لیے یکساں مفید ہو۔ چنانچہ یہ کتاب اپنے فن میں ایک الگ حیثیت رکھتی ہے، جس کو پڑھ کر ایک معمولی علم والا بھی عیسائیوں کو لا جواب کر سکتا ہے۔

پھر اس کتاب کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ پہلے ان اعتراضات کے جو کہ مخالفین قرآنِ پاک کی حفاظت پر کرتے ہیں، ٹھوس اور مدلل اور عام فہم جواب دیے گئے ہیں، اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید نبی ﷺ سے لے کر آج تک ہر طرح کی کمی بیشی سے محفوظ ہے۔ بعد ازاں بائبل کی خامیوں اور کمزوریوں کو اس کے اندر ہی سے مختلف طریقوں سے منظرِ عام پر لایا گیا ہے تاکہ مخالفین کو انکار کی گنجایش ہی نہ رہے۔''

عنایت اللہ

برہان الحق کے فاضل مصنف نے اپنے مقدمے میں اور مولانا محمد اسماعیل صاحب نے تقریظ میں اور ناشرِ کتاب عنایت اللہ نے ''عرضِ ناشر'' میں کتاب کی تصنیف و اشاعت کی وجہ اور اس کے مندرجات کی تفصیل خوب صورت انداز میں بیان کر دی ہے۔ افسوس ہے، یہ تینوں بزرگانِ گرامی وفات پا چکے ہیں۔

جناب عنایت اللہ صاحب جنھوں نے یہ کتاب مولانا سے لکھوائی اور پھر خاص طور سے اس کی اشاعت و طباعت کا اہتمام کیا، وہ مولانا ممدوح کے حقیقی بھانجے اور فائن کلاتھ ہاؤس گوجراں والا کے مالک تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برہان الحق اپنے موضوع کی ایک اہم کتاب ہے، جن حضرات کی تحریک وسعی سے یہ کتاب لکھی اور شائع کی گئی، اللہ انھیں اجرِ جزیل سے نوازے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ''برہان الحق'' کے چند اقتباسات بھی درج کر دیے جائیں تاکہ قارئین کو مولانا احمدالدین کے دعوے کے ثبوت میں ان کے دلائل کا پتا بھی چل جائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ ان کی تحریر کی اردو زبان کتنی صاف اور سلیس ہے۔

''قرآن مجید کی حفاظت کے دلائل'' کے عنوان کے تحت مولانا ممدوح رقم طراز ہیں:

دلیلِ اول:

قرآن مجید بہ تدریج اتارا گیا۔ جتنا نازل ہوتا تھا، صحابہ کرام اس کو نبی ﷺ سے حفظ کرلیا کرتے تھے۔

دلیلِ دوم:

آنحضرت ﷺ نے قرآن پڑھنے کی یہاں تک فضیلت بیان فرمائی کہ ایک حرف کے بدلے میں دس نیکیوں کے ملنے کا وعدہ فرمایا اور اس کے بھلا دینے کی سخت مذمت کی (مشکاۃ باب فضائل القرآن) اس ترغیب اور ترہیب سے سیکڑوں صحابہ کرام نے قرآن مجید یاد کیا۔

دلیلِ سوم:

پانچ وقت کی نمازوں میں سے فجر، مغرب اور عشا تین نمازوں میں بلند آواز سے قرآن پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ سورت فاتحہ کے بعد امام مختار ہے کہ جہاں سے چاہے قرآن پڑھ سکتا ہے۔ پھر جن آیات کو امام پڑھتا ہے، مقتدیوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جن کو سن کر وہ سورتیں یا آیتیں حفظ ہوجاتی ہیں۔ اگر امام ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرف کی غلطی بھی کرے تو فوراً مقتدیوں میں سے کوئی نہ کوئی وہی آیت صحیح الفاظ میں پڑھ کر سنا دیتا ہے تاکہ کتاب اللہ میں ایک حرف کی بھی غلطی نہ ہونے پائے۔ یہ طریقہ نبی ﷺ سے لے کر تا حال اہلِ اسلام میں جاری ہے۔

دلیلِ چہارم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حفاظتِ قرآن کی ایک عجیب تدبیر قائم کردی۔ آپ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم دیا کہ قیامِ رمضان کی گیارہ رکعات میں صحابہ کی بڑی جماعت کے امام بن کر رات کو قرآن سنائیں۔

(مشکاۃ باب قیام رمضان)

پھر صحابہ میں سے سیکڑوں ایسے صحابہ تھے کہ جنھوں نے خود نبی ﷺ سے قرآن حفظ کیا تھا تاکہ کسی قسم کی کمی بیشی نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس زمانے سے لے کر تا حال یہی دستور جاری ہے کہ ماہِ رمضان میں تمام ملکوں کے ہر ضلعے، ہر شہر اور ہر قصبے میں سارا مہینا مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت کو حافظ صاحبان امام بن کر بہ آوازِ بلند قرآن سناتے ہیں اور جماعت میں بھی کئی حافظ ہوتے ہیں۔ کیا مجال کہ امام ایک حرف یا زیر زبر کی بھی غلطی کرے۔

پس خلاصہ یہ کہ سیکڑوں صحابہ نے نبی ﷺ سے ہی قرآن یاد کرلیا تھا اور صحابہ سے ان کے سیکڑوں شاگردوں نے اسی طرح قرآن یاد کیا جیسا کہ خود صحابہ نے نبی ﷺ سے یاد کیا تھا۔ مسلسل اسی طرح ہر زمانے میں لاکھوں حفاظ، قرآن مجید یاد کرتے چلے آئے اور قیامت تک ان شاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ صحابہ میں سے اتنے حافظِ قرآن ہوگئے تھے کہ وہ ایک بڑے لشکر کی تعداد میں تھے، جو لڑائیوں میں بھیجے جاتے تھے۔

جس کتاب کے حفظ کا یہ معجزانہ اہتمام کیا گیا ہو اور خاص قواعد وضوابط مقرر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کیے گئے ہوں، اس میں کسی قسم کی ملاوٹ یا کمی بیشی کس طرح ہو سکتی ہے۔[1]

اقتباس لمبا ہو گیا، لیکن اس کا اندراج نہایت ضروری تھا۔ یہ مضمون ایسا ہے جو مسلسل آنا چاہیے تھا۔ اس کے الگ الگ ٹکڑے نہیں ہو سکتے تھے، چنانچہ مسلسل ہی درج کیا گیا ہے۔

مولانا احمد الدین لکھتے ہیں:

"یہ حفظ قرآن کی سند کا مجمل ذکر ہے۔ دنیا بھر کا کوئی مذہب والا اپنی کتاب کی جسے وہ کلام اللہ سمجھتا ہے، اس طرح کی نظیر نہیں پیش کر سکتا۔ عیسائی زبان درازیاں تو بہت کرتے ہیں، لیکن وہ بائبل کی کسی ایک کتاب کی ایسی سند نہیں پیش کر سکتے، جس طرح کہ ہم نے قرآن مجید کی سند پیش کی ہے۔"[2]

اس سے آگے مولانا ممدوح فرماتے ہیں کہ مختلف ملکوں اور علاقوں کے حفاظِ قرآن کو اگر ایک مجلس میں بٹھا لیا جائے اور ان میں سے کوئی حافظ، قرآن کا کوئی حصہ پڑھے اور اس میں کوئی زیر زبر کی غلطی ہو جائے تو فوراً دوسرا حافظ اس غلطی کو پکڑ لے گا اور اس کی تصحیح کرا دے گا، لیکن بائبل کے چند عالموں کو اسی قسم کی مجلس میں جمع کر دیا جائے اور ان سے کہا جائے کہ بائبل کا کوئی حصہ زبانی سناؤ تو نہ ان میں سے کوئی سنا سکے گا اور نہ کوئی کسی کی تصحیح کر سکے گا۔

قرآن کی سات قرأتوں کے متعلق جو اعتراض کیا جاتا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے مولانا احمد الدین تحریر فرماتے ہیں:

"حدیثوں میں جو یہ مذکور ہے کہ قرآن سات قرأتوں میں نازل ہوا ہے، محققین کے نزدیک ان سے الفاظِ قرآن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا،

---

[1] برہان الحق صفحہ: 18 تا 20۔

[2] برہان الحق صفحہ: 21۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

البتہ حرکات وسکنات وغیرہ اعراب میں قدرے تبدیلی آتی ہے۔ مثلاً ادغام، اظہار، امالہ، مد وغیرہ میں لغات عرب کچھ مختلف تھیں۔ کسی قبیلے کو زیادہ ادغام کی عادت تھی اور کسی کو اظہار کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کی کہ سات قرأتوں میں سے وہ جس قراءت میں چاہیں پڑھیں۔''[1]

قرآن کی کیفیتِ نزول اور اس کی جمع وکتابت کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

''قرآن مجید نبی ﷺ پر ایک ایک سورت کر کے نازل ہوا، کبھی ایک آیت بھی نازل ہو جاتی تھی۔ جس قدر قرآن نازل ہوتا، نبی ﷺ اپنے صحابہ کو حفظ بھی کراتے اور لکھاتے بھی تھے۔[2]

مولانا لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں قرآنِ مجید نازل ہو گیا تھا۔ موطا امام مالک کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

''نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو سفر میں قرآن اپنے ساتھ لے جانے سے منع فرمایا، اس خطرے کے پیش نظر کہ کوئی دشمن ان کے ہاتھوں سے چھین کر اس کی بے حرمتی نہ کرے۔''

مولانا فرماتے ہیں:

''اگر آنحضرت ﷺ کی زندگی میں لکھا ہوا قرآن نہیں تھا یا صحابہ کے پاس قرآن نہ ہوتا تو آپ ایسا حکم کیوں دیتے؟ حفاظ کے دلوں سے نکال کر تو اس کی بے حرمتی کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

---

[1] برہان الحق صفحہ: 38۔

[2] برہان الحق صفحہ: 40۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بے شک ''برہان الحق'' اپنے موضوع کی ایک اہم اور قابلِ مطالعہ کتاب ہے، زبان و انداز کے اعتبار سے بھی اور دلائل کے اعتبار سے بھی۔

2: سیرت سید العالمین:

یہ کتاب 16=30/20 سائز کے 176 صفحات پر محیط ہے اور سکول بک ڈپو اردو بازار، گوجراں والا کی طرف سے شائع ہوئی، جو پادری ٹھاکر داس کی کتاب ''سیرۃ المسیح ومحمد'' (ﷺ) کے جواب میں لکھی گئی۔ ٹائٹل پیج پر حسبِ ذیل الفاظ مرقوم ہیں:

مصنفہ

مناظر اسلام مولانا احمد الدین گکھڑوی

رسالہ ہذا میں پادری ٹھاکر داس کے زہریلے حملے جو اس نے نبی ﷺ کی نبوت اور عصمت پر کیے ہیں، ان کا جوابِ تحقیقی اور الزامی دے کر براہینِ قاطع بہ دلائل واضح آپ ﷺ کی نبوت اور عصمت کو ثابت کیا گیا ہے۔ ناظرین باتمکین کی خدمت میں التماس ہے کہ آپ اس رسالے کو اول سے آخر تک کم از کم دوبار ضرور پڑھیں۔ مسلم اسے پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کریں اور مسیحی دوستوں پر اگر حق ظاہر ہو جائے تو اسے قبول کرنے میں ہرگز تاخیر نہ کریں۔

یہ کتاب لکھنے کی وجہ مولانا احمد الدین گکھڑوی ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''پادری ٹھاکر داس جی، ایل کا رسالہ ''سیرۃ المسیح ومحمد'' (ﷺ) 1929ء میں اس عاجز کی نظر سے گزرا تھا۔ مصنف مذکور نے حضرت مسیح اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا مقابلہ کرتے ہوئے حضرت سید الانبیا ﷺ کی شان میں ایسے نا شائستہ الفاظ استعمال کیے ہیں اور ایسا غیر مہذب انداز اختیار کیا ہے کہ اسے دیکھتے ہی مسلمان کا دل زخمی ہو جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہمیں غیرتِ اسلامی اور چند احباب کی ترغیب نے اس کا جواب لکھ کر عیسائی مشنریوں میں ارسال کرنے پر اس لیے آمادہ کیا کہ شاید کوئی پادری صاحب اس کا جواب شائع کر کے ہم تک پہنچا دے تا کہ اس کے جواب الجواب کی طرف توجہ کی جائے۔ مگر تا حال کسی کو اس کا جواب لکھنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ بعض احباب کی ترغیب نے دل میں خیال پیدا کیا کہ ازسرِنو اس میں کچھ ترمیم کر کے دوبارہ شائع کیا جائے۔''[1]

مولانا احمد الدین تحریر فرماتے ہیں:

''جواب لکھنے سے پہلے ہمارا عقیدہ جو انبیا علیہم السلام کی نسبت ہے، بیان کر دینا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارا اہلِ اسلام کا اعتقاد ہے کہ ہم تمام انبیا علیہم السلام کو برحق مانتے ہیں۔ ان کی تصدیق و احترام کو ہم صریح ایمان سمجھتے ہیں۔ ناظرین اس بات کا ضرور خیال رکھیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ہم برحق نبی اور رسول مانتے ہیں۔ ان کی عزت بھی دوسرے رسولوں کی طرح کرتے ہیں۔ ان کی توہین یا کسی دوسرے نبی کی توہین کو صریح کفر سمجھتے ہیں۔ ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کل مخلوق بلکہ تمام انبیا اور ملائکہ سے افضل واشرف، سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات، جامع کمالات و ارفع الدرجات مانتے ہیں، جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''فضائلِ سید العالمین'' میں ثابت کیا ہے۔''[2]

---

[1] صفحہ: 11۔ مولانا کے ان الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ کتاب کا یہ دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن 1930ء کے پس و پیش شائع ہوا ہوگا۔ پادری ٹھاکرداس کی کتاب کا انھیں 1929ء میں علم ہوا تھا اور اسی وقت اس کا جواب لکھ دیا تھا۔ یہ ایڈیشن جو اس وقت پیش نظر ہے اور جس میں پہلے ایڈیشن کی بہ نسبت کچھ اضافے کیے گئے ہیں، اگست 1966ء کا طبع شدہ ہے۔

[2] سیرتِ سید العالمین صفحہ: 11۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب پر تین علمائے کرام نے تقاریظ لکھیں۔ان میں سے پہلے عالمِ دین ہیں مولانا احمد الدین کے استاذِ مکرم مولانا سلطان احمد رحمہ اللہ سکنہ نت کلاں بمضافات گکھڑ۔ دوسرے ہیں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ اور تیسرے بزرگ ہیں حضرت سید محمد شریف شاہ صاحب گھڑیالوی رحمہ اللہ کے فرزند گرامی حضرت سید محمد اسماعیل شاہ گھڑیالوی رحمہ اللہ۔

مولانا سلطان احمد رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''اقول حامدًا و مصلیاً، برادرانِ اسلام، السلام علیکم! میرے شاگرد احمد الدین کو طالب علمی کے زمانے میں بھی غیر مذاہب کی کتب مطالعہ کرنے کا ازحد شوق تھا۔ اسی اثنا میں ان کو ایک رسالہ مسمی سیرت المسیح و محمد (ﷺ) ملا۔ اس کے مصنف پادری ٹھاکر داس نے حضرت مسیح اور نبی ﷺ کی سیرت کا مقابلہ کرتے ہوئے نبی ﷺ کے حق میں سب وشتم سے کام لیتے ہوئے افترا پردازی اور بہتان طرازی کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ مولوی احمد الدین نے مجھے اس کے تحقیقی اور الزامی جواب سنائے جو نہایت مدلل اور مبرہن تھے، جن کو سن کر دل میں سرور پیدا ہوا۔ میں نے اس کو نصیحت کی کہ ان جوابات کو کتابی صورت میں قلم بند کر کے شائع کرنا چاہیے تاکہ اہلِ اسلام کے ہاتھ میں ایک دستاویز ہو۔ برادرانِ اسلام کی خدمت میں التماس ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں نہایت کوشش کر کے بہ نظر غور مطالعہ کریں اور عیسائیوں تک پہنچانے کی سعی بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین''[1]

اب حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی شیخ الحدیث والتفسیر گوجراں والا کی رقم فرمودہ تقریظ ملاحظہ ہو:

---

[1] سیرت سید العالمین صفحہ: 172۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"الحمد لله رب العالمين و الصلاة والسلام علىٰ رسوله وأصحابه أجمعين.

میں نے رسالہ" سیرتِ سید العالمین" کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ مولوی احمد الدین نے پادری ٹھاکر داس کے زہریلے جملے اور اعتراضات کا جواب دے کر اہلِ اسلام کو تسلی دے دی، بلکہ ان کے دل میں فرحت و سرور پیدا کردیا۔ نبی ﷺ کی نبوت و رسالت کو براہینِ قاطع و دلائلِ واضح سے ثابت کر کے اہلِ اسلام پر احسان کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف مذکور کو حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اور صحت عطا کرے۔"[1]

تیسری تقریظ مولانا سید محمد اسماعیل شاہ بن حضرت سید محمد شریف شاہ گھڑیالوی کی تحریر کردہ ہے۔ اس کا بھی مطالعہ فرمایئے:

"حامدًا و مصلیاً، برادرانِ اسلام، السلام علیکم! میں نے لائل پور محلّہ مومن آباد میں قیام کیا اور مولوی احمد الدین نے مجھے مسودہ سیرت سید العالمین کا دکھایا۔ میں نے اس کا بہ نظر غور اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ مصنف نے نبی ﷺ کی رسالت کو نہایت معقول و منقول پُر زور دلائل، تحقیقی جواب اور الزامی جواب سے مصنفِ مخالف کا ناطقہ بند کرتے ہوئے ثابت کیا ہے۔ بالخصوص اسلامی جہاد پر مخالف کے اعتراضات کا مدلل و مبرہن جواب دیا ہے۔ برادرانِ اسلام کو اس رسالے کی اشاعت کی ازحد سعی کر کے بہ نظر غور مطالعہ کرنا چاہیے اور اسے عیسائیوں کی مشنریوں تک پہنچانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اسلام کی خدمت

[1] سیرت سید العالمین صفحہ: 173۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا زیادہ سے زیادہ اشتیاق پیدا کرے۔''[1]

جن حضرات کے تعاون سے یہ کتاب شائع ہوئی، مولانا احمد الدین صاحب ''معاونین اشاعت کے حق میں دعا'' کے عنوان سے ان کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کرتے ہیں:

''معاونین میں سے میرا حقیقی بھانجا عنایت اللہ سکنہ کھوکھر کے (متصل گوجراں والا) مولانا محمد رفیق صاحب پسروری، مولانا محمد رفیق صاحب مدن پوری لائل پور اور شیخ محمد اسحاق صاحب فتح گڑھی مہاجر حال وارد گوجراں والا وغیرھم ہیں، جنھوں نے مالی امداد سے اس کتاب کو شائع کرایا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ان کے مال واولاد، صحت وعمر میں رحمت وبرکت کی بارش کرے اور ان کو کتبِ اسلامیہ کی (جو مخالفین کی تردید میں لکھی گئی ہیں) زیادہ سے زیادہ اشاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔''[2]

کتاب کے فاضل مصنف مولانا احمد الدین گکھڑوی، کتاب کے مخلص ترین ناشر حافظ محمد یوسف گکھڑوی رحمہ اللہ اور کتاب کی طباعت میں مالی تعاون کرنے والے بزرگانِ گرامی (سب) وفات پا چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور انھیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، آمین!

ان عالی مرتبت علمائے کرام کی تقاریظ کے بعد ہم اس کتاب کے متعلق کچھ عرض نہیں کرنا چاہتے۔ ان تقاریظ سے خوانندگانِ محترم پر یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ کتاب اپنے موضوع میں بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ البتہ یہ عرض کریں گے کہ

---

[1] سیرت سید العالمین صفحہ: 174۔

[2] سیرت سید العالمین صفحہ: 175۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں پروف ریڈنگ کی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ اس کی افادیت کے پیشِ نظر اسے خوب صورت انداز سے کمپوز کرا کے دوبارہ چھپوانا چاہیے۔

3: تقدیس سید الابرار عن مطاعن الذنادقۃ والکفار:

مولانا احمد الدین گکھڑوی نے یہ کتاب بھی پادری ٹھاکر داس کی کتاب ''سیرت المسیح ومحمد'' کے جواب میں لکھی۔ قدرے بڑے سائز کے 47 صفحات کی یہ کتاب 1929ء میں تصنیف ہوئی۔ اپنے موضوع کی نہایت عمدہ کتاب ہے۔ پادری ٹھاکر داس نے نبی ﷺ کی ذاتِ اقدس پر جو اعتراضات کیے، کتاب میں ان کا تحقیقی اور الزامی دونوں طریق سے جواب دیا گیا ہے۔ پادری مذکور کے اعتراض کو ''قال'' لکھا گیا ہے اور اپنے جواب کو ''اقول'' تحریر کیا گیا ہے۔

کتاب پر نہ مقدمہ ہے، نہ کسی عالم دین کی تقریظ۔ یہ بھی مرقوم نہیں کہ کتاب کہاں چھپی اور کس ناشر نے شائع کی۔ ٹائٹل پیج پر یہ الفاظ مرقوم ہیں:

هجوت محمدا فأجبت عنه
وعند الله في ذاك الجزاء
فإن أبي ووالدتي وعرضي
بعرضِ محمد منكم وفاء

الحمد للہ کہ رسالہ لاجواب مسمی بہ

تقدیس سید الابرار

عن

مطاعن الذنادقة والکفار

بجواب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

”سیرت المسیح والمحمد“

مصنفہ

مولوی احمد الدین صاحب

متوطن گکھڑ ضلع گوجراں والا

طبع ہوا 1929ء

4: نجات الاسلام:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی یہ کتاب ساٹھ صفحات پر مشتمل ہے جو سکول بک ڈپو گوجراں والا نے 1961ء (1381ھ) میں شائع کی۔ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ افغانستان کا ایک مسلمان سلطان محمد اس لیے عیسائی ہوگیا تھا کہ اس کے نزدیک اسلام میں نجات حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں، جب کہ عیسائیت میں نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔ عیسائیت قبول کرنے کے بعد یہ شخص پادری ہوگیا اور اس نے اسلام کے خلاف کتابیں لکھیں، جن میں اسلام اور مسلمانوں پر شدید تنقید کی۔ نبی ﷺ کی ذاتِ اطہر و اقدس پر بھی سخت ترین حملے کیے۔ اس نے بعض مسلمان علما سے مناظرے بھی کیے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ سے بھی اس کے مناظرے ہوئے۔[1]

اس کتاب پر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے مقدمہ لکھا۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على محمد وآله وأصحابه أجمعين برحمتك ياأرحم الراحمين“

---

[1] آیندہ سطور میں پہلے مصنفِ کتاب مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کا دیباچہ درج کیا جارہا ہے، جس میں تالیفِ کتاب کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ بعدازاں مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی تقریظ درج کی جائے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''عاجز احمدالدین جمیع برادرانِ اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ ایک رسالہ مسمّٰی بہ ''میں مسیحی کیوں ہو گیا'' عاجز کی نظر سے گزرا جس کے مصنف جناب پادری سلطان محمد صاحب افغانستانی ہیں۔ وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں اسلام کو چھوڑ کر اس لیے عیسائی ہوا کہ اسلام میں نجات نہیں پائی جاسکتی اور عیسائیت میں مجھے نجات مل گئی۔

چند احباب نے اس کا جواب لکھنے کی مجھے ترغیب دی، جن میں خصوصاً مولوی محمد رفیق صاحب (محلّہ مدن پورہ لائل پور) شاعرِ اسلام جناب محمد سعید صاحب الفت، شیخ محمد اسحاق صاحب گوجراں والا اور جناب عنایت اللہ صاحب کھوکھر کی والے وغیرہ شامل ہیں۔

اس رسالے کا جواب حضرت شیخ الاسلام جناب مولانا ثناء اللہ رحمہ اللہ (امرتسری) نے اخبار ''اہلِ حدیث'' میں قسط وار شائع کیا۔ (اخبار کے وہ شمارے مجھے دست یاب نہیں ہوئے) بعد ازاں اس کا جواب الجواب پادری صاحب نے وہ آیات اور احادیث جن سے استدلال کرتے ہوئے اسلامی نجات کی نفی کی، بالتفصیل لکھ کر شائع کیا، اور اس کا نام ''شیر افگن'' رکھا۔ چوں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ کا لقب ''شیر پنجاب'' تھا، اس لیے پادری صاحب نے اپنے رسالے کا نام ''شیر افگن'' رکھا۔ گویا وہ شیر سے بھی زیادہ طاقت ور ہے۔

اس عاجز نے جناب پادری صاحب کے ہر دو رسائل کو سامنے رکھ کر جواب دیا ہے۔ ان کی طول کلامی اور غیر متعلقہ باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف ان کے دلائل ہی کا جواب دیا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جناب پادری صاحب کے رسائل کے اقتباسات کے لیے ''سیئات'' کا لفظ تجویز کیا گیا ہے جس کا ترجمہ گنہگاری اور بدیاں ہیں۔ یعنی جناب پادری صاحب کا مقصد یہ ہے کہ گنہگار انسانوں کو اسلام نجات نہیں دلا سکتا۔ چنانچہ پادری صاحب کے اعتراضات کے جواب کے لیے اسی نسبت سے ''نجات'' کا لفظ اپنی طرف سے مناسب سمجھا گیا ہے، جس کے معنی مصیبت سے رہائی پانے کے ہیں۔

نیز اس رسالے میں پادری صاحب کے رسالے ''میں مسیحی کیوں ہوگیا'' کی علامت ''میں۔۔۔گیا'' اور ان کے رسالے شیرافگن کی علامت ''شیر'' بہ غرض اختصار اختیار کی گئی ہیں۔ بعض مقامات پر مناسبت کے لحاظ سے ہر دو رسائل کا پورا نام بھی استعمال کیا گیا ہے۔

پادری صاحب نے اپنے رسائل میں حضرت مولانا ثناء اللہ کے حق میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔ وہابی وہابی کی رٹ لگا کر بہت سے اوراق کو سیاہ کردیا ہے۔ چوں کہ مولانا صاحب اہلِ اسلام میں ایک ممتاز ہستی رکھتے تھے، اس لیے ان کی توہین وتذلیل دیکھ کر اگرچہ ہمیں سخت صدمہ ہوا ہے، لیکن ہم پادری صاحب کو معاف کرتے ہیں۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ موضع قلعہ میہاں سنگھ (ضلع گوجراں والا) میں ایک مناظرہ ہوا۔ اہلِ اسلام کی طرف سے مولانا ثناء اللہ صاحب اور مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی مناظر تھے۔ اور عیسائیوں کی طرف سے پادری عبدالحق صاحب اور پادری مذکور (سلطان محمد صاحب) تھے اور خاکسار بھی وہاں موجود تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''اسلامی نجات'' کے موضوع پر مولانا ثناء اللہ مدعی تھے اور پادری سلطان محمد صاحب معترض تھے۔ ''شیرِ پنجاب'' کی مدلل تقریر سن کر پادری صاحب پر ایسی وحشت ناک اور حیرت انگیز حالت طاری ہوئی کہ بولنے سے عاجز ہو گئے۔ ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔

علاوہ ازیں پادری صاحب نے عیسائیوں میں عالی مرتبہ حاصل کرنے کے لیے اپنے اخبار میں قرآن مجید کی تفسیر لکھنی شروع کی، اور اس کا نام ''سلطان التفاسیر'' رکھا۔ شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ نے اخبار ''اہلِ حدیث'' میں اس کا جواب دینا شروع کیا اور اس کا نام ''برہان التفاسیر'' رکھا۔ پہلے پارے کے چوتھے حصے تک پہنچ کر جناب پادری صاحب نے اپنے قلم کو نیچے ڈال دیا اور تفسیر کے سلسلے کو بند کرتے ہوئے عذر کیا کہ مجھے ''بواسیر'' کا عارضہ ہو گیا ہے، اس لیے میں تفسیر کو بند کرتا ہوں، چنانچہ مولانا موصوف نے اخبار میں شائع کیا کہ ناظرین اخبار ''اہلِ حدیث'' میں جو مسلسل طور پر ''برہان التفاسیر'' بجواب ''سلطان التفاسیر'' پڑھا کرتے تھے، وہ سلسلہ اب ختم ہو چکا ہے، کیوں کہ پادری صاحب کو بواسیر شروع ہو گئی۔ لہٰذا اب سے تفسیر نہیں آیا کرے گی، بلکہ اس کی بجائے بواسیر آیا کرے گی۔

بہر کیف ہم ذاتیات میں الجھنے کی بجائے صرف دلائل کے جوابات تک ہی محدود رہنا مناسب سمجھتے ہیں۔''

احقر احمد الدین

اب پڑھیے مولانا محمد اسماعیل رحمہ اللہ کی تقریظ۔

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفىٰ.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''عیسائیت اور اسلام میں آویزش بہت پرانی ہے ۔اس کے وجوہ مختلف رہے ہیں: معاشی، سیاسی، دینی، اخلاقی۔ اسلام نے ہر میدان میں مسیحیت سے مقابلہ کیا، دفاع بھی کیا، جارحانہ حملے بھی کیے ۔خود مسیحیت نے بھی اسلام کے ساتھ زور آزمائی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب عیسائیت کو موقع ملا، اس نے اسلام کو کبھی نہیں بخشا۔ عرصے تک یہ لڑائی اپنے اپنے حلقوں میں ہوتی رہی۔ علما، اعتقاد اور اعمال میں مناظرات کرتے رہے، حکومتیں میدان کارزار میں اپنے جوہر دکھاتی رہیں۔ سیاسی، علمی، معاشی حلقے اپنے اپنے انداز سے اپنے اپنے مذہب کی خدمت کرتے رہے۔

عرصے سے مغربی حکومتوں نے سیاسی مقاصد کے لیے مذہب کو استعمال کرنا شروع کیا۔ معاشی رعایتوں سے مسیحیت کی اشاعت کے لیے راہیں ہم وار کیں۔ چھوٹے اور غیر مستطیع ملکوں کو اس انداز سے امداد دی گئی کہ وہاں اگر سیاسی حربوں سے کام نہ چلے تو مشنریوں اور ان کے متعلقہ حلقوں کو سیاسی دسیسہ کاریوں کے لیے استعمال کیا جائے۔

بعض کم فہم سیاست دانوں نے اپنی وسیع النظری کی ترنگ میں ملک میں ایسے عناصر پیدا کر لیے جن کی وفاداری ملک کے ساتھ قطعی طور پر مشکوک ہے۔

وہ اس ملک میں رہتے ہوئے بھی دوسرے ملک کے وظیفہ خوار ہیں۔ یہ ہم وطن اجنبی اپنے ملک کے بجائے دوسرے ملکوں کی خدمت کرتے ہیں، اس لیے کہ انھیں کہیں سے وظیفہ درآمد ہوتا ہے۔

مغربی طاقتیں اس عیسائیت کی اشاعت پر کروڑوں روپے خرچ کر رہی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہیں جس پر انھیں ذاتی طور پر کچھ یقین نہیں۔ ان کے محققین عہدِ جدید اور عہدِ عتیق دونوں کے صحیفوں کو وضعی اور غیر مستند سمجھتے ہیں۔ مگر ان کی اطاعت صرف اس لیے ہو رہی ہے کہ اس سے دوسرے ملک کے حالات معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ نیز اس سے ملک کی سیاسیات میں دخل دینے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ تعلیمی مشنریاں سیاسی مقاصد کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتی ہیں۔ تعلیمی ادارے علم کے ساتھ عیسائیت اور عیسائیت کے ساتھ اپنی سیاست کو کامیاب بنانے کا بہترین ذریعہ ہیں۔

ہندوستان اور پاکستان میں انگریزی حکومت کے صد سالہ دور نے تعلیم کی راہ سے ایسی تباہی مچائی ہے کہ ہر پڑھا لکھا آدمی نیم بابو یا عیسائی معلوم ہوتا ہے۔ اسلام کے ہمدرد اور خیر اندیش حضرات کو ان تمام چور دروازوں پر نظر رکھنی چاہیے اور انھیں بند کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

عیسائیت کی روک تھام کے لیے محض مناظرات اور لٹریچر ہی کافی نہیں، بعض دوسری راہیں آج کل اس سے کہیں زیادہ مؤثر ہیں۔

پادری سلطان محمد پال نے آج سے کئی سال پہلے ایک رسالہ لکھا تھا، جس میں ظاہر کیا تھا کہ انھیں اسلام میں چوں کہ نجات نظر نہ آئی، اس لیے وہ عیسائی ہو گئے۔ معمولی قسم کا طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ وہ محض مغالطے تھے، جو نو آموز عیسائیوں کو خوش کرنے کے لیے لکھ دیے، ورنہ وہ حقیقت میں کچھ اور تھے۔ پادری صاحب زندہ ہوتے تو ہم ان سے عرض کرتے کہ ان کی اصل مصیبت آخرت نہیں، دنیوی نجات ہی تھی۔ مگر اب پادری صاحب کا انتقال ہو چکا ہے، اس لیے بحث بے وقت ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہمارے مولوی احمد الدین صاحب مخلص ترین اہلِ علم ہیں۔ وہ ایسے معاملات میں اپنا فرض ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ انھوں نے پادری صاحب کی ان غلط بیانیوں کا پورا تعاقب کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ان وجوہ سے ان کی طرف مائل ہوا ہو تو اس کی تسکین کا سامان ہو جائے۔

سیاسی، معاشی، علمی راہوں سے آنے والی عیسائیت کا علاج ان لوگوں کا فرض ہے جو ان راہوں کے در و بست پر قابض ہیں۔

اللہ تعالیٰ مولوی صاحب کو اجر اور توفیق عطا فرمائے تاکہ وہ دین کی مزید خدمت کر سکیں۔ کتاب آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اس کے متعلق مجھے کسی تعارف کرانے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود اپنے متعلق سچا شاہد ہے۔"

محمد اسمٰعیل مدرس گوجراں والا

یکم محرم الحرام 1381ھ

15 جون 1961ء

5: قدامت اہلِ سنت والجماعت یعنی اہلِ حدیث:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کا یہ رسالہ 16=30/20 سائز کے 32 صفحات پر مشتمل ہے جو سکول بک ڈپو گوجراں والا نے جون 1968ء میں شائع کیا تھا۔ "سخنے چند" کے عنوان سے اس پر مقدمہ مولانا عبدالواحد مرحوم نے لکھا جو اس وقت جامع مسجد اہلِ حدیث توحید گنج گکھڑ کے خطیب و امام تھے۔

مولانا احمد الدین کا موقف یہ تھا کہ اہلِ حدیث ہی دراصل "اہلِ سنت والجماعت" ہیں جو صحیح معنوں میں نبی ﷺ کے اطاعت گزار اور عاملِ کتاب و سنت ہیں۔ اس مختصر رسالے میں انھوں نے بہ دلائل ثابت فرمایا ہے کہ یہی قدیم مذہب ہے، جس پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عمل پیرا ہونے کی نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اسی پر عامل تھے اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ بھی ہمیشہ اسی راہِ مستقیم پر گامزن رہے اور لوگوں کو اسی راستے پر چلنے کی تاکید فرمائی۔

اس رسالے میں مسئلہ تقلید پر بھی بحث کی گئی ہے اور ائمہ اربعہ (حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) کے اقوال کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ چاروں ائمہ نے کسی امام کی تقلید کرنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ صرف نبی ﷺ کے ارشادات پر عمل کیا جائے، نبی ﷺ کے فرامین کے مقابلے میں کسی کی بات کو قابلِ عمل اور لائقِ اتباع نہ سمجھائے۔

اپنے موضوع میں یہ رسالہ بہ درجہ غایت اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن یہ چھوٹا سا رسالہ ایک ہی مرتبہ آج سے بیالیس (42) سال قبل (1968ء میں) چھپا تھا۔ وہ لتھو کی طباعت کا زمانہ تھا اور کتابیں لتھو پر شائع ہوتی تھیں۔ اُس دور کے مطابق رسالہ اچھے انداز سے چھپا۔ لیکن کوئی ناشر مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کا یہ رسالہ اور ان کی دوسری کتابیں کمپوز کرا کے خوب صورت انداز میں چھاپ دے تو یہ بڑی خدمت ہوگی۔

مولانا ممدوح کی تمام کتابیں حافظ محمد یوسف گکھڑوی مرحوم و مغفور نے اپنے ادارے سکول بک ڈپو گوجراں والا کی طرف سے شائع کی تھیں اور ان کی اشاعت میں محض مسلک اہلِ حدیث کی تبلیغ کا جذبہ کارفرما تھا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو جزاے خیر سے نوازے اور ان کی مغفرت فرمائے، آمین!

یہ رسالہ مجھے میرے مرحوم کرم فرما حکیم عبدالمجید صاحب رحمہ اللہ کے فرزندِ گرامی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے بھتیجے حکیم محمد عتیق الرحمٰن صاحب (ساکن وزیرآباد) نے ارسال فرمایا۔ میں اس پر ان کا بے حد شکرگزار ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

6: فضائل سید العالمین:

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی یہ تصنیف 16=30/20 سائز کے 240 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نبی ﷺ کی سیرت طیبہ کے موضوع پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحۂ اول (ٹائٹل پیج) پر یہ الفاظ مرقوم ہیں:

وکان فضل اللہ علیك عظیما

فضائل سید العالمین

مصنفہ

احقر العباد احمد الدین گکھڑوی

ملنے کا پتا: دفتر سید العالمین گکھڑ منڈی

ناشر: سکول بک ڈپو گوجراں والا

مولانا احمد الدین کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے سکول بک ڈپو گوجراں والا نے شائع کی اور اشرف پریس ایبک روڈ (لاہور) میں چھپی۔

یہ کتاب مجھے نہیں مل رہی تھی۔ میرے عزیز دوست شاہد فاروق ناگی (گوجراں والا) نے بذریعہ ڈاک ارسال کی۔ اس پر میں ان کا شکر گزار ہوں۔ شاہد فاروق ناگی کے متعلق میرا تجربہ ہے کہ میں نے جب ان سے کسی کتاب کے بارے میں کہا، اگر وہ ان کے پاس ہے تو انھوں نے فوراً بھجوا دی۔ اگر نہیں ہے تو کہیں سے تلاش کر کے اصل کتاب یا اس کی فوٹو کاپی ارسال کر دی۔ اللہ انھیں جزائے خیر سے نوازے۔

اس کتاب پر جن حضراتِ علما نے تقاریظ لکھیں، وہ ہیں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا احمد الدین گکھڑوی کے استاذ محترم مولانا سلطان احمد موضع نت کلاں،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی اور مولانا محمد حنیف ندوی۔

ذیل میں سب سے پہلے تمہید پڑھیے جو خود مصنفِ ذی شان نے لکھی۔ یہ تمہید صفحہ تین، چار اور پانچ میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ یہ کتاب انھوں نے کیوں لکھی اور کس کے کہنے سے لکھی۔ اس کے بعد حضرت حافظ عبداللہ صاحب روپڑی کی تقریظ ہے۔ پھر مولانا سلطان احمد اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی تقریظیں اکٹھی ہیں اور تیسری تقریظ ہے مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی۔ ملاحظہ فرمایئے پہلے حضرت مصنف کی تمہید۔ پھر ترتیب وار تینوں علمائے کرام کی تقاریظ۔

تمہید از مصنف:

"الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ أفضل الأنبياء محمد و علىٰ آله وأصحابه أجمعين.

"احقر العباد احمد دین گکھڑوی فضائل سید العالمین کو ہدیۂ ناظرین کرتا ہے۔ اس کی تصنیف کا باعث یہ ہوا کہ مولوی عبدالسلام صاحب پونچھوی مقام سفیدہ والے تحصیلِ علم کے لیے کچھ مدت میرے پاس ٹھہرے۔ جب اس سے فارغ ہو چکے تو کہنے لگے کہ ایک مضمون اس قسم کا قلم بند کرنا چاہیے جو وعظ میں بیان کیا جائے، جس سے سامعین کے دل میں لطافت و دلچسپی و حبِ رسول ﷺ اور آپ ﷺ کی سنت کا اشتیاق پیدا ہو۔ پس حسبِ ارشاد ان کے نبی ﷺ کے فضائل کا مضمون تجویز کیا گیا، کہ نہایت عزیز اور دلکش ہے۔ پھر اس کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی مالک سکول بک ڈپو گوجراں والا نے دوبارہ اس کے لکھنے کی ترغیب دی اور اس کی اشاعت میں نہایت جاں فشانی سے کوشش بھی کی،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

خدا جزاے خیر دے۔ اس کو ترتیب دے کر دوبارہ لکھا گیا اور بعض مقامات میں ترمیم بھی کی گئی۔ رسالہ ہذا میں مندرجہ ذیل امور کا التزام کیا گیا ہے۔

اول یہ کہ ان آیات واحادیث کا ذکر جو آپ ﷺ کی سیرت اور معجزات وغیرہ کے علاوہ ہیں (جو فضائل آپ ﷺ کے معجزات سے ثابت ہوتے ہیں) ان کا ذکر ہم نے اپنی کتاب برہان الحق میں کر دیا ہے۔ محبانِ رسول ﷺ کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

دوم: حتی الامکان اس میں حدیث صحیح اور حسن پر ہی اکتفا کیا گیا ہے مگر بعض مقامات میں حدیثِ معروف کو جس میں خفیف سا ضعف ہے اور مضمون کے لحاظ سے احادیثِ صحیحہ کے عین مطابق ہے، اس کو بموجب اصول محدثین بطور استشہاد ومتابعت کے درج کیا گیا ہے۔

سوم: فضائل پر سے شبہات کا ازالہ حتی الامکان تحقیقی جواب سے کیا گیا ہے۔ مگر بعض مقامات اس سے مستثنیٰ ہیں۔ الزامی جوابات سے اس لیے پرہیز کیا گیا ہے کہ یہ کوئی مخالفین کی تردید میں نہیں ہے۔

چہارم: وہ فضائل جو روایاتِ کاذبہ سے ثابت ہیں، ان سے یہ مضمون کلیتاً منزہ ومبرا ہے۔ کیوں کہ وہ درحقیقت فضائل نہیں، بلکہ وہ کاذبین کا اختراع اور خدا و رسول ﷺ پر بہتان ہے۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں، جن میں عیسائیوں کی طرح غلو ومبالغہ پایا جاتا ہے اور قرآن وحدیث کے مخالف بھی ہیں۔ اور غلو کا ذکر آیندہ کیا جائے گا، ان شاء اللہ۔

پنجم: جس آیت سے فضیلت کا استدلال کیا گیا ہے، اس کو اس سے پیشتر کی آیت کے مضمون سے مناسبت اور ربط بھی دیا گیا ہے۔ رسالہ ہذا کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نام فضائل سید العالمین رکھا گیا ہے۔"

اب ملاحظہ ہو تقریظ حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب روپڑی رحمہ اللہ لاہور ماڈل ٹاؤن:

"بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام علىٰ سيد العالمين .

"فضائل سید العالمین" مصنفہ مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی میں نے شروع سے چالیس صفحات تک بالا ستیعاب اور اس سے آگے کئی مقامات سے جستہ جستہ دیکھی۔ اس موضوع پر آج تک بے شمار کتابیں شائع ہو چکی ہیں، مگر "فضائل سید العالمین" کے مصنف کا طرزِ بیان دلکش ہونے کے ساتھ عام فہم اور مناظرانہ ہے، فضائل کے بیان میں اسلام کی حقانیت اور عالم گیر ہونے کے زبردست دلائل ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات کا احسن طریق سے ازالہ کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ جس قدر فضائل بیان ہوئے ان کا ماخذ صحیح ہے اور ان کو بطور دعویٰ و دلیل کے بیان کیا ہے۔ یعنی ایک فضیلت کا دعویٰ کر کے اس کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے۔ مصنف نے روایات کی صحت کا التزام کیا ہے۔ اگر کسی روایت میں کوئی ضعف ہے تو بہت تھوڑا اور ایسی روایات کا ذکر بھی اکثر بطور شواہد کے ہے۔ مختصر یہ کہ اردو زبان میں یہ کتاب اپنے موضوع پر کئی خصوصیات کی حامل ہے، اس کا مطالعہ نہ صرف عوام کے لیے بلکہ علما خصوصاً مناظرین کے لیے بے حد مفید ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے اور ان کی سعی مشکور فرمائے۔ اہلِ اسلام سے عموماً اور جماعت اہلِ حدیث سے خصوصاً

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

میری سفارش ہے کہ اس کتاب کی اشاعت میں خاص حصہ لیں۔ فقط

عبداللہ امرتسری روپڑی، لاہور ماڈل ٹاؤن، کوٹھی نمبر 119، سی بلاک۔

اب پڑھیے تقریظ از شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ مدرس مدرسہ محمدیہ گوجراں والا:

''فضائل سید العالمین'' کا کافی حصہ میں نے غور سے پڑھا۔ محترم مصنف میرے دیرینہ دوست، مخلص اور نیک دل ہونے کے ساتھ تجربہ کار مناظر ہیں۔ رسمی مناظرات میں ان کا ایک مخصوص مقام ہے۔

ہمیں باوجودے کہ رسمی مناظرات سے کوئی دلچسپی نہیں، نہ ہی اس کے لیے طبیعت میں صلاحیت ہے، تاہم ''فضائل سید العالمین'' کو ہم نے دلچسپ پایا۔ بعض مقامات میں تو مصنف علام نے بڑی دقتِ نظر سے کام لیا ہے، اور تحقیق مسئلے کی عام مناظرانہ روش پر غالب آ گئی ہے۔ بعض مقامات پر مناظرانہ انداز بھی نمایاں ہوگیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود سنجیدگی کا پہلو بہت واضح ہے۔

مصنف محترم مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ایک ایسا موضوع جس پر آج تک یا میلاد خوانوں کا قبضہ تھا یا فلسفی سیرت نگاروں کا۔ اول الذکر گروہ نے اس چشمۂ صافی کو اس قدر مکدر کر دیا کہ ایک سلجھا ہوا دماغ ان مزخرفات کو سن بھی نہیں سکتا، جو ان لوگوں کے وعظوں اور نعتوں میں بیان کیے جاتے ہیں۔ دوسرے فریق نے اسے اس قدر خشک اور خالص فلسفی موضوع بنا دیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے نہ تو عقیدت پیدا ہوتی ہے، نہ ہی وہ سرور باقی رہتا ہے، جو سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا لازمی جزو ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مصنف علام نے اس رسالے میں علمی تحقیق کے ساتھ عقیدت مندی کے ذوق کو جمع کر دیا ہے۔"

فجزاه الله عنا وعن المسلمين أحسن الجزاء.

محمد اسماعیل بن ابراہیم السلفی 8/9/1950

مولانا سطان احمد رحمہ اللہ کی تقریظ اس سے ملتی جلتی ہے۔

تقریظ از حضرت مولانا محمد حنیف صاحب ندوی مدیر الاعتصام گوجراں والا:

"فضائل سید العالمین" کو میں نے جستہ جستہ کئی مقامات سے دیکھا ہے۔ مولانا نے اس مفید کتاب کی تدوین میں جن امور کا التزام کیا ہے، اس میں وہ کامیاب ہیں، اس میں حشو و زوائد سے قطعِ نظر صرف ان روایات و صحیح احادیث کا تذکرہ ہے، جن سے آنحضرت ﷺ کے محامد کا کوئی پہلو نکلتا ہے۔ کتاب بلاشبہہ مفید اور قابلِ مطالعہ ہے۔"

محمد حنیف ندوی

یہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کی چھے کتابیں (کتبِ ستہ) ہیں جو انھوں نے تصنیف فرمائیں۔ ان کی زبان بھی سلیس ہے اور دلائل و معلومات کے لحاظ سے بھی انھیں بے حد اہمیت حاصل ہے۔ اب مولانا کی ایک اور تحریر ملاحظہ ہو۔

7: تقریظ بر کتاب صلاۃ الرسول:

مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ (متوفی 29 جون 1986ء) بہت سی کتابوں کے مصنف تھے۔ اسلوبِ تحریر نہایت شگفتہ۔ اپنی تصانیف میں انھوں نے قرآن و حدیث کے مسائل کو جس خوب صورتی سے وضاحت کے ساتھ اردو زبان میں بیان کیا ہے، موجودہ دور کے دینیات پر لکھنے والے نوجوانوں کو اسے مشعلِ راہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے ان کے قلم کو بڑی شگفتگی عطا فرمائی تھی، ان کا طرزِ نگارش ادیبانہ اور پرکشش ہے۔ ان کی تصانیف سے قاری کو جہاں مسائلِ شرعیہ سے آگاہی حاصل ہوتی ہے، وہاں نئے سے نئے ادبی الفاظ سے بھی اس کا ذہن آشنا ہوتا ہے۔

ان کی ایک کتاب کا نام ''صلاۃ الرسول'' ہے۔ اس کے متعلق جن حضرات علماے عظام نے قلمی صورت میں اظہارِ خیال فرمایا، ان میں حضرت العلام حافظ محمد گوندلوی، حضرت حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ کے اسماے گرامی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کے بارے میں چند سطریں تحریر فرمائی ہیں، جو بڑی جان دار ہیں اور کتاب کے آغاز میں درج ہیں۔ مولانا احمد الدین صاحب، حکیم صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

> ''آپ کی کتاب صلاۃ الرسول موصول ہوئی۔ میں نے اس کے بعض مقامات عموماً اور اس کے مسائلِ اختلافیہ خصوصاً بہ غور مطالعہ کیے۔ کتاب کو مستند اور مدلل پایا۔ کتاب کی عبارت اور اسلوبِ بیان بھی عجیب ہے۔ ہر مسلمان اردو خواں کو عموماً اور خصوصاً اہلِ سنت والجماعت اہلِ حدیث کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے، بلکہ دیہات کے علما کو چاہیے کہ اس کتاب کو اپنے نصاب میں داخل کر کے چھوٹے بچوں کو ضرور پڑھائیں تاکہ ان کو نبی ﷺ کی نماز کی تعلیم حاصل ہو جائے اور وہ سب مسائل پر حاوی ہو جائیں، وھو المطلوب۔''
>
> والسلام احمد الدین گکھڑوی
>
> (حال وارد، لائل پور 15 اگست 1969ء)

یہ کتاب پہلی دفعہ 1969ء میں چھپی تھی۔ اس کے بعد کئی مرتبہ چھپی۔ بہت مقبول ہوئی اور بہت پڑھی گئی۔

اس کتاب کے بارے میں پاکستانی فوج کے ایک کرنل کا واقعہ سنیے۔ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیان کرتے ہیں:

''ان کا تعلق ایک بریلوی مسلک کے خاندان سے ہے۔ گھر کے تمام افراد پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، لیکن میں نماز نہیں پڑھتا تھا۔ مجھے والدین نماز پڑھنے کے لیے کہتے تو میں خاموش رہتا۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ میں مسلمان ہوں اور فوج کے ایک بڑے عہدے پر فائز ہوں، مجھے اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اور نماز پڑھنی چاہیے۔ لیکن نماز پڑھنے سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیے کہ نماز کیوں پڑھی جائے اور کس طریقے سے پڑھی جائے۔ میں اس سلسلے میں لائبریری گیا تو مجھے ایک کتاب ملی جس کا نام ''صلاۃ الرسول'' ہے۔ وہ کتاب زبان، انداز اور معلومات کے اعتبار سے میرے لیے بے حد باعثِ جاذبیت ثابت ہوئی اور میں اس سے اتنا متاثر ہوا کہ نماز کے تمام احکام اور اس کی ادائیگی کے سب طریقے میرے ذہن میں پیوست ہو گئے۔ پھر میں نے وہ کتاب خرید کر اپنے متعدد ساتھیوں کو دی اور انھوں نے اس کا مطالعہ کیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دوست نماز پڑھتے تھے وہ صحیح طریقے سے پڑھنے لگے اور جو نہیں پڑھتے تھے، وہ نماز کے پابند ہو گئے۔''

اس کتاب کے بارے میں یہ ایک فوجی افسر کے تاثرات ہیں جو انھوں نے بیان کیے اور میں نے یہاں درج کر دیے۔

یاد رکھیے! اسلام کی تبلیغ جتنی ادبی اور خوب صورت زبان میں کی جائے گی، اتنی ہی پڑھنے اور سننے والوں کے لیے موثر اور فائدہ مند ثابت ہوگی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ستر ھواں باب

واقعات و معمولات کی ایک جھلک

(از مولانا محمد یوسف انور)

مولانا محمد یوسف انور کا شمار میرے سراپا خلوص دیرینہ دوستوں میں ہوتا ہے۔ وہ گزشتہ بیس برس سے جامع مسجد اہلِ حدیث (امین پور بازار فیصل آباد) کے منصبِ خطابت پر متمکن ہیں۔ ان کے والد محترم حاجی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم جماعت اہلِ حدیث کے علمائے کرام سے بے حد عقیدت و محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ وہ مسلک اہلِ حدیث کی تبلیغ میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ بہت سے علمائے کرام کی میزبانی اور اپنے مکان پر ٹھہرانے کا انھیں شرف حاصل رہا، جن میں مولانا احمد الدین گکھڑوی خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ والدِ مکرم کی طرح مولانا محمد یوسف انور بھی علمائے کرام کا انتہائی احترام کرتے اور ان سے قریبی مراسم رکھتے ہیں۔ مولانا احمد الدین کو چوں کہ انھوں نے بہت قریب سے دیکھا ہے اور چھوٹی عمر ہی سے ان کی مجلسوں میں بیٹھنے اور ان کی گفتگو سننے کے انھیں مواقع حاصل رہے ہیں، اس لیے انھوں نے میری درخواست پر مولانا ممدوح سے متعلق چند واقعات اور ان کے معمولات لکھ بھیجے ہیں، جنھیں انہی کے الفاظ میں ذیل میں درج کیا جا رہا ہے، مطالعہ فرمائیے!

❁ مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ بلند پایہ عالمِ دین، بہت بڑے مناظر، تمام مذاہب کا گہرا مطالعہ رکھنے والے محقق اور مقرر تھے۔ تقسیم ملک سے کچھ عرصہ قبل ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہر پٹی (حال ضلع امرتسر) میں تین روزہ اہلِ حدیث کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ میں اپنے والد مرحوم کے ساتھ کانفرنس میں گیا تھا۔ وہاں جن معروف علما کی تقریریں سنیں اور ان کی زیارت کی ان میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا اسمِ گرامی بالخصوص قابلِ ذکر ہے۔

کانفرنس کے ایک اجلاس میں مولانا احمد دین گکھڑوی نے پر جوش اور مدلل تقریر کی تو مولانا ثناء اللہ صاحب نے انھیں تھپکی دی اور فرمایا کہ میرے بعد مخالفینِ اسلام سے نپٹنے کے لیے اور میدانِ مناظرہ میں انھیں زیر کرنے کے لیے بحمد اللہ احمد الدین موجود ہوگا۔ چنانچہ مولانا امرتسری کی بشارت کے مطابق ہی مولانا گکھڑوی کو دیکھا گیا، بلکہ اس دور میں جہاں مولانا امرتسری کسی وجہ سے مناظرے کے لیے نہ جا سکتے تو مولانا گکھڑوی کو وہاں بھیجتے اور وہ مناظرہ کر کے فاتح کی حیثیت سے واپس لوٹتے۔

❁ مولانا گکھڑوی کی حاضر جوابی کا اس زمانے کا ایک واقعہ والد مرحوم نے ذکر کیا۔ پٹی سے تھوڑے فاصلے پر ایک دیہی مقام سُگھے تھا، جہاں بریلوی مناظر مولانا محمد عمر اچھروی سے مناظرہ طے تھا۔ امرتسر سے چلتے ہوئے پہلی ٹرین نکل گئی تو ہمارے مناظرین مولانا احمد الدین گکھڑوی، حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد عبداللہ ثانی اور مولانا نور حسین گرجاکھی دوسری ٹرین پر سوار ہوئے۔ دوپہر کے وقت روانہ ہوکر ٹرین شام کو پٹی پہنچی اور پٹی سے تانگوں پر مقامِ مناظرہ میں یہ حضرات عشا کے وقت پہنچے۔ والد صاحب بنفسِ نفیس وہاں موجود تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ جب مناظرہ شروع ہوا تو مولوی محمد عمر نے کہا کہ پہلے آپ اہلِ حدیث علما اپنی یہ پہلی شکست تسلیم کریں کہ مناظرے کا وقت 9 بجے تھا اور آپ لوگوں نے پورا دن ضائع کیا اور اب رات کو یہاں آگئے ہیں۔ کئی لوگ یہ کہہ کر چلے گئے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہلِ حدیث نہیں پہنچ سکے۔ ان کی یہ تاخیر شکست کے مترادف ہے۔ بات کسی حد تک درست تھی۔ مگر فوری طور پر مولانا گکھڑوی کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی محمد عمر اشتہار دیجیے۔ انھوں نے مناظرے کا اشتہار بھجوایا۔ اشتہار میں تاریخ اور وقت تو لکھا تھا مگر یہ نہیں لکھا تھا کہ صبح کے نو بجے یا رات کے نو بجے مناظرہ ہو گا، چنانچہ مولانا گکھڑوی نے مولانا محمد عمر سے کہا کہ جلسے اور مناظرے اکثر رات کو ہوتے ہیں، ہم بروقت پہنچ گئے ہیں، یہ سمجھ کر کہ پروگرام رات کا ہے۔ اگر آپ کے مطابق دن کے 9 بجے کا وقت ہے تو بتایئے دن کے 9 بجے کا وقت اشتہار میں کہاں لکھا ہے؟ مولانا کا یہ جواب سن کر مولوی محمد عمر لاجواب ہو گئے۔

- تقسیمِ ملک کے بعد 1949ء کے آخر میں مولانا گکھڑوی فیصل آباد (اس دور کے لائل پور) تشریف لائے۔ قبل ازیں وہ وزیر آباد میں حافظ عبدالمنان کی مسجد میں خطیب تھے۔ منتظمین نے مولانا کو فارغ کر کے مولانا محمد عبداللہ مظفر گڑھی کو خطیب مقرر کر لیا جو اچھے مقرر اور خوش الحان واعظ تھے۔ شاید وہاں کے لوگوں کو مولانا احمد الدین میں گانے کے انداز سے خالی سادہ تقریر متاثر نہ کرتی ہوگی۔
- پاکستان بن جانے کے بعد جامع اہلِ حدیث امین پور بازار کے پہلے خطیب ہمارے استاذ مولانا محمد عبداللہ ویرو والوی تھے۔ مولانا عبداللہ صاحب عالی قدر مدرس تو تھے مگر ان کی خطابت سے لوگ مطمئن نہ تھے، جب کہ اس وقت جھنگ بازار میں مولانا سردار احمد بریلوی کا بڑا زور تھا اور شہر ومضافات میں بدعات پر مبنی مسائل پھیل رہے تھے۔ ایسے حالات میں میرے والد مرحوم نے جو انجمن اہلِ حدیث کے رکن بھی تھے، یہ بات انجمن کے اجلاس میں رکھی کہ مولانا احمد دین گکھڑوی کو لایا جائے۔ چنانچہ انجمن کے فیصلے پر والد صاحب وزیر آباد گئے اور مولانا کو لے آئے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

1950ء سے 1953ء کے غالباً آخر تک وہ جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار میں خطیب رہے۔ صبح کی نماز کے بعد وہ روزانہ درسِ قرآن مجید بھی دیتے تھے۔ خطباتِ جمعہ کا مسلسل موضوع توحید رہا۔ درمیان میں رمضان، ذی الحجہ اور محرم کی مناسبت سے البتہ خطبات دیے جاتے تھے۔

❁ 1953ء کی تحریک تحفظِ ختمِ نبوت میں فیصل آباد میں روزانہ جامع مسجد کچہری بازار میں صبح جلسہ ہوتا اور پانچ پانچ رضا کاروں کی گرفتاری دی جاتی۔ اس کے علاوہ بھی علما و مقررین اور کارکنوں کی گرفتاریاں ہوتی تھیں۔ ایک روز مولانا گکھڑوی نے مرزائیت کے خلاف اور ختم نبوت کے اثبات میں زبردست تقریر کی۔ میں نے مولانا علی محمد صمصام کی نظم ؎

ویکھو مرزے قادیاں والے کہیاں پایاں بھنڈیاں
کئی قوماں دیاں قوماں کر گیا اے گندیاں

ترنم کے ساتھ پڑھی۔ میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ رات کو ہمارے مکان پر پولیس آئی۔ والد صاحب باہر آئے تو مجھے اور میرے والد اور مولانا گکھڑوی کو گرفتار کر کے لے گئی اور ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد میں بند کر دیا۔ دو ہفتے کے بعد مجھے اور والد صاحب کو تو چھوڑ دیا۔ لیکن مولانا احمد الدین گکھڑوی تین مہینے جیل میں قید رہے۔

❁ جب تک مولانا گکھڑوی امین پور بازار کی مسجد میں خطیب رہے، ان کا قیام وطعام ہمارے غریب خانے پر رہا۔ والد صاحب کو ان سے اور انھیں والد صاحب سے انتہائی محبت تھی۔ شہر اور مضافات میں جلسوں پر والد صاحب مولانا کو لے جاتے۔ چوں کہ مولانا کی بینائی کمزور تھی، اس لیے والد صاحب خاص طور پر ان کا خیال رکھتے۔ دن کے وقت اکثر مولانا مرحوم ہماری دکان گول بازار کریانہ پر والد صاحب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے پاس آجاتے، جہاں کاروبار کے ساتھ ساتھ مولانا سے میل جول کرنے والوں اور مسئلے مسائل پوچھنے والوں کا آنا جانا رہتا۔ مولانا گکھڑوی کے جگری دوست مولانا علی محمد صمصام تھے، جن کی رہائش فیصل آباد سے چند میل کے فاصلے پر چک نمبر 39 نزد ستیانہ بنگلہ میں تھی۔ وہ بھی تبلیغی پروگراموں میں آتے جاتے ہمارے غریب خانے پر قیام فرماتے۔ روپڑی برادران حافظ محمد اسماعیل اور حافظ عبدالقادر بھی پہلے والد صاحب سے آکر ملتے اور یہاں سے آگے جہاں شہر میں جانا ہوتا، جاتے تھے۔ جلسے سے فراغت کے بعد بھی ان کا قیام ہمارے ہاں ہوتا۔

- مولانا احمد الدین کے قیام کی وجہ سے دور دراز سے آنے والے علما کا قیام بھی ہمارے ہاں رہتا، جن میں مولانا عبدالمجید سوہدروی، حافظ محمد اسماعیل ذبیح، مولانا محمد رفیق خان پسروری، مولانا محمد عبداللہ گورداس پوری، مولانا سید عبدالغنی شاہ کامونکے والے شامل تھے۔ والد صاحب اور والدہ ان کی خدمت یعنی کھانے پینے کا پورا حق ادا کرتے اور عقیدت و احترام کے ساتھ ان کی ضروریات کا خیال رکھتے۔ یہ علما رات گئے بھی تشریف لاتے تو میرے والدین کو ان کے اس وقت آنے پر بھی کوئی ملال نہ ہوتا، بلکہ خوشی کا اظہار کرتے۔

- مولانا احمد الدین اپنے اساتذہ خصوصاً مولانا ثناء اللہ امرتسری (جو مناظرے میں ان کے استاد تھے) اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا تذکرہ بڑے خوب صورت انداز میں کرتے۔ مولانا گکھڑوی کی دعوت پر مولانا سیالکوٹی 1952ء میں فیصل آباد تشریف لائے۔ انھوں نے جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ ان کا قیام صدر انجمن مولانا حکیم نور دین کی کوٹھی (کوتوالی روڈ پر جہاں حکیم صاحب کے صاحب زادے میر عبدالقیوم کی رہائش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھی) دو روز رہا۔

- ایک دفعہ مولانا گکھڑوی نے اپنے دوست اور تبلیغی ہم سفر مولانا نور حسین گرجاکھی کو بھی فیصل آباد آنے کی دعوت دی، چنانچہ انھوں نے بھی خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ رات کو سانگلہ ہل کے قریب ہنجلی گاؤں میں مولوی محمد عمر اچھروی اور مولوی عنایت اللہ سانگلوی سے مناظرہ طے تھا۔ یہ دونوں بریلوی عالم صبح سے شام تک دن بھر اہلِ حدیث کو مناظرے کے لیے للکارتے رہے۔ مگر جب شام کو مولانا گکھڑوی، مولانا نور حسین اور حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر وہاں پہنچے تو دونوں فوراً گاؤں چھوڑ گئے اور رات کو ان علما نے تقریریں کیں۔ میں بھی والدِ صاحب کے ساتھ وہاں گیا تھا۔

- مولانا گکھڑوی نے ایک مرتبہ مرزائی مناظر سے شملہ میں مناظرہ کیا تھا۔ اس مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بتایا کہ اس مناظرے میں ہمارے صدر مولانا عبدالمجید سوہدروی تھے اور دوسری جانب مرزائی مناظر سلیم تھا۔ طے پایا کہ وہاں کے ماحول کے مطابق اردو میں گفتگو اور تقریریں ہوں گی۔ مولانا فرماتے ہیں: ''میں چوں کہ اردو کے بجائے پنجابی میں تقریر کرنے کا عادی ہوں، اس لیے اردو میں تقریر کرتے ہوئے کسی وقت پنجابی الفاظ زبان سے نکل جاتے جب کہ مرزائی مناظر فرفر اردو بول رہا تھا۔ اپنی زبان دانی کے گھمنڈ میں اس نے ہمارے صدر مولانا عبدالمجید سوہدروی سے کہا کہ آپ کو پنجاب سے کوئی ایسا مناظر نہیں ملا جو اردو بول سکے۔ آپ کا مناظر اردو بولتے بولتے بیچ میں پنجابی لے آتا ہے۔ بات تو اس کی درست تھی، مگر مولانا گکھڑوی نے جواب میں فرمایا: ''بھئی پنجاب کا خطہ ہی ایسا ہے، یہاں کے نبی کو اردو نہیں آتی۔ آپ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مرزا غلام احمد نے فلاں کتاب کے فلاں صفحے پر ڈول کو بوکا لکھا ہے۔'' پھر مرزائی مقرر ایسا لاجواب ہوا کہ اس بات کو دوبارہ نہ دہرایا۔

- ایک شخص کو طلاق ثلاثہ کا مسئلہ سمجھاتے ہوئے کہا کہ اس کی مثال ایسی ہے کہ فجر کے وقت کوئی آدمی پانچوں نمازیں فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشا اکٹھی ادا کرے۔ یہ نماز فجر کی ہوگی، باقی نمازیں اپنے اپنے وقت پر ہوں گی۔ اسی طرح تین طلاقیں ایک بار دینے سے ایک ہی واقع ہوگی۔ باقی اپنے وقت پر ایک ایک ماہ کے بعد واقع ہوں گی۔
- ایک گھر میں کھانے کی دعوت پر فِرنی (سویٹ ڈش) کھاتے کھاتے مولانا ہنس پڑے۔ میں نے عرض کیا آپ ہنسے کس بات پر ہیں؟ فرمایا ''میں الہامی کھانا کھا رہا ہوں۔ مرزا غلام احمد کا الہام ہے کہ فِرنی بڑی اچھی شے ہے۔''
- مولانا کو اہلِ سنت کے مکاتبِ فکر احناف (دیوبندی و بریلوی) اور شیعہ کے عقائد و اعمال اور ان کی فقہی کتب پر عبور حاصل تھا۔ تقریروں میں ان کے حوالے دیتے تھے۔ غیر مسلموں، عیسائیوں، مرزائیوں اور ہندوؤں کی کتب کے صفحات کے صفحات ازبر تھے۔ ان کے ساتھ مناظروں کے واقعات بیان کیا کرتے تھے۔ میری عمر چوں کہ اس زمانے میں چھوٹی تھی اس لیے بہت سی باتیں حافظے میں نہیں رہیں۔
- جامع اہلِ حدیث امین پور بازار کی خطابت کے بعد قریباً دو سال تک مسجد مبارک منٹگمری بازار میں خطبہ اور صبح کا درس قرآن ارشاد فرماتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امین پور بازار کی مسجد میں توحید بیان کی، یہاں رسالت بیان ہوگی۔ چنانچہ وہاں نبی ﷺ کے حالات اور سیرت وسوانح ان کا موضوع رہا۔ شاید اسی دوران میں کتاب ''سیرتِ سید العالمین'' بھی تصنیف فرمائی۔
- منٹگمری بازار کے بعد گلبرگ (سی) کی مسجد الفردوس میں سال ڈیڑھ سال خطبہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیتے رہے۔ پھر کئی سال جامع اہلِ حدیث مومن آباد میں خطیب رہے۔ یہاں مختلف عوارض کثرت بول، بخار اور اس کے ساتھ نقاہت اور کھانسی وغیرہ میں مبتلا ہوگئے۔ بالآخر اپنے آبائی شہر گکھڑ تشریف لے گئے اور وہاں انتقال کر گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

❁ مولانا احمد الدین نے قیام فیصل آباد کے دوران مولوی سردار احمد کو کئی بار مناظرے کا چیلنج دیا۔ مولانا سردار احمد کی مسجد (جھنگ بازار) میں مولوی محمد عمر اچھروی کی آمدورفت رہتی تھی۔ مگر انھیں کبھی مولانا احمد الدین کا سامنا کرنے کی جرأت نہیں ہوئی، البتہ تقسیمِ ملک سے قبل مولانا محمد عمر اچھروی سے ان کے کئی مناظرے ہوئے۔ اسی طرح دوسرے مسالک کے اہلِ علم اور غیر مسلموں سے بھی انھوں نے مناظرے کیے۔

❁ مولانا احمد الدین صاحب کے قیامِ فیصل آباد کے دوران مختلف مساجد میں ان کی خطابت اور وعظ کے سلسلے جاری رہے جن سے متاثر ہو کر بے شمار افراد، بلکہ بہت سے خاندانوں نے مسلک اہلِ حدیث قبول کیا۔ ان میں صوفی احمد دین اور حاجی بشیر احمد اور ان کے بریلویت میں متشدد بھائی اور خاندان کے دور و نزدیک کے شیخ برادری کے لوگ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں، جن کی اصلاحِ عقائد کے نتیجے میں شہر میں مسلک اہلِ حدیث کو بہت فروغ ہوا۔ اس سلسلے میں میرے والد کا کردار بہت نمایاں تھا جو ان نوجوانوں کو کسی نہ کسی طرح مولانا کے پاس لے جاتے، ان سے یہ نوجوان مسائل دریافت کرتے۔ پھر جب وہ اپنے علما کے پاس جا کر ان کا جواب طلب کرتے تو سمجھ جاتے کہ حق کیا ہے!

❁ 1955ء میں جامع اہلِ حدیث امین پور بازار میں مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تشریف لائے۔ ان کا طنطنہ اور جوش و جذبہ سونے پر سہاگہ تھا۔ ان کی تاندلیاں والا میں اراضی، نمبرداری اور پھر گول بازار کریانہ میں ان کی دکان بھی تھی۔ یہ قدرت کی طرف سے وہ اسباب تھے جن کی وجہ سے فیصل آباد شہر میں اہلِ حدیث کی ترقی ہوئی۔ جامعہ سلفیہ، مدرسہ دارالقرآن والحدیث، جامعہ تعلیمات اسلامیہ اور چھوٹے بڑے کئی تعلیمی مراکز ومدارس اور شہر بھر کی نئی کالونیوں اور بستیوں میں مساجد اہلِ حدیث کی تعمیرات ہوئیں۔ راقم السطور مولانا محمد صدیق کی رحلت کے بعد عرصہ بیس سال سے جامع اہلِ حدیث امین پور بازار میں خدمت خطابت انجام دے رہا ہے۔ لیکن اس جماعتی ترقی کی اساس وبنیاد میں مولانا احمد دین گکھڑوی کی تگ وتاز اور مسلک اہلِ حدیث کی تبلیغ و دعوت کے سلسلے میں ان کی بھرپور شب وروز کی کوشش بھی شامل ہے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ.

❁ مولانا احمد الدین شب زندہ دار اور تہجد گزار تھے، ہر وقت ان کی زبان ذکر و اذکار میں مصروف رہتی۔ ان کی خوراک بہت کم تھی۔ ایک ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہ کھاتے۔ بادی اشیا، آلو اور گوبھی سے پرہیز کرتے، اگر کہیں کھانے میں یہ چیزیں ہوتیں تو پاؤ ڈیڑھ پاؤ دودھ منگوا لیتے اور اس سے روٹی کھا لیتے۔ سالن میں زیادہ مرچیں پسند نہ کرتے۔ مرچ مصالحہ کے شدید مخالف تھے۔ کہا کرتے تھے کہ ہندوؤں اور سکھوں میں بہت کم لوگ نابینا ہیں۔ مسلمانوں میں نابیناؤں کی کثرت کی وجہ مرچ مصالحہ کا زیادہ استعمال ہے۔

❁ سادہ لباس، سفید تہبند، قمیص اور سفید پگڑی۔ سرخ وسفید چہرہ، قد آور، گٹھا ہوا مضبوط جسم۔ نوعمری میں لوہا بھی کوٹتے رہے تھے، اس لیے مضبوط اعصاب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مالک تھے۔

- مسلک اہلِ حدیث اور اس کے امتیازی مسائل آمین ،رفع الیدین، طلاقِ ثلاثہ اور مسنون تراویح گیارہ رکعت وغیرہ پر کوئی مداہنت نہیں کرتے تھے۔ ان کے اثبات میں بڑے عقلی ونقلی دلائل بیان فرماتے۔ بہت سے دیوبندی احباب نے اپنے علما سے ان مسائل کا جواب نہ پا کر مسلک اہلِ حدیث اختیار کیا۔ جلسوں اور کانفرنسوں میں ان کی تقریر اکثر مسلک اہلِ حدیث کی حقانیت کے موضوع پر ہوتی۔
- مولانا مودودی کے نظریات کے شدید مخالف تھے۔ مولانا عبدالواحد مرحوم جو جامع اہلِ حدیث کے بانی اور امام تھے، مائل بہ جماعت اسلامی تھے۔ چنانچہ ان سے مولانا کی اکثر نوک جھونک رہتی۔
- مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف اس زمانے میں جماعت اسلامی کے ضلعی امیر تھے اور جماعت کا دفتر مسجد کے نیچے بازار میں تھا۔ حکیم صاحب مسجد میں نماز کے لیے آتے تو مولانا احمد الدین ان سے بھی مولانا مودودی کی تفسیری تشریحات اور اجتہادات کے متعلق گفتگو کرتے، جس کا شافی جواب حکیم صاحب سے نہ بن پڑتا۔ ایک مرتبہ مولانا مودودی کے فیصل آباد کے دورے کے دوران حکیم صاحب نے مودودی صاحب سے مولانا احمد الدین کی گفتگو اور تبادلِ خیالات کا پروگرام بنایا، لیکن مولانا مودودی نے انکار کردیا۔
- فجر کی نماز کے بعد درس قرآن دینے کے بعد کمپنی باغ سیر کے لیے جانا مولانا احمد الدین کا معمول تھا۔ بالعموم والد صاحب ان کے ہمراہ ہوتے، کبھی میں بھی ان کے ساتھ چلا جاتا۔ بعض اوقات دوسرے احباب بھی شریک ہو جاتے اور باغ میں محفل جم جاتی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

- عام بات چیت اور دوستوں کی محفل میں وہ حاضر جواب اور خوش گفتار تھے۔ ان کے ایک عقیدت مند ڈاکٹر محمد یعقوب کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ انھوں نے نام کے بارے میں مولانا سے پوچھا تو برجستہ فرمایا یعقوب کا بیٹا یوسف۔
- جماعت میں مختلف گروہوں، مرکزی جمعیت اہلِ حدیث اور مرکزی جماعت اہلِ حدیث وغیرہ میں سے کسی کے باقاعدہ رکن نہیں تھے۔ مگر مرکزی جمعیت اہلِ حدیث کے نظام کو ترجیح دیتے، مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی سیاست و علمی بصیرت اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کی فہم و فراست اور محدثانہ شان کے معترف تھے۔ دونوں جماعتیں انھیں اپنے جلسوں اور کانفرنسوں میں مدعو کرتیں اور وہ خطاب فرماتے۔
- حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے علم و فضل، زہد و تقویٰ اور اندازِ فتاویٰ کی بڑی تعریف کرتے۔ حضرت حافظ محمد گوندلوی کے طرزِ تدریس، وسعتِ مطالعہ اور علمی تحقیق کو سراہتے۔ جب جامعہ سلفیہ کے ابتدائی زمانے میں کلاسیں جامع اہلِ حدیث امین پور بازار میں دو سال تک رہیں تو حضرت حافظ صاحب گوندلوی کے درسِ بخاری میں باقاعدگی سے شمولیت کرتے اور سماعت فرماتے۔ اسی طرح حضرت مولانا شریف اللہ خان (جو حنفی المسلک تھے اور معقولات میں بلند مرتبہ رکھتے تھے) ان کے درس میں شامل ہو کر سلم اور مطول جیسی کتب کی سماعت کرتے۔ عام طلبہ کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے۔ اساتذہ اور محنتی طلبا سے ان کا تبادل خیالات اور علمی مذاکرات رہتے۔
- امام جماعت غربائے اہلِ حدیث مولانا حافظ عبدالستار سے ایک مناظرے کا واقعہ جو غالباً پٹی یا مضافات میں ہوا، والد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مولانا احمد دین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے امام صاحب سے مناظرے میں کہا کہ اگر آپ امام ہیں تو حدیں جاری کیوں نہیں کرتے؟ چور کا ہاتھ کاٹیں اور زانی اور شرابی پر حدود نافذ کریں۔ امام صاحب نے جواب میں کہا کہ ہماری امامت ابھی مکی ہے۔ جب اقتدار میں آئیں گے اور امامت مدنی صورت اختیار کرے گی تو حدود کا نفاذ کریں گے۔ مولانا احمدالدین نے جواب میں کہا: آپ کی امامت بڑی سیانی (عقل مند) ہے۔ زکاۃ اکٹھی کرنے کے لیے مدنی ہے اور حدود جاری کرنے کے لیے مکی ہے۔ اسی نکتے پر انھوں نے مناظرہ جیت لیا۔

- مولانا احمد دین صاحب کے زمانہ خطابت امین پور بازار کے دوران ایک مرتبہ امام عبدالستار صاحب فیصل آباد تشریف لائے تو مولانا احمد الدین انتہائی محبت اور عقیدت سے انھیں ملے۔ ہم نے دھوبی گھاٹ میں رات کو ان کی تقریر کا پروگرام بنایا، چنانچہ انھوں نے شرک وبدعات کی تردید اور توحیدِ باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کی، ان سے قبل مولانا احمد دین اور مولانا علی محمد صمصام کی تقریریں ہوئیں۔ آخری تقریر دل پذیر حافظ محمد اسماعیل روپڑی کی تھی جن کی خطابت اور شیریں بیانی مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

- بلاشبہہ مولانا احمد الدین گکھڑوی اپنے عہد کے بہت بڑے مناظر اور حاضر جواب عالم تھے۔ ان کی مسلکی خدمات کی حدود بہت وسیع تھیں۔ وہ پرجوش مقرر اور صاحبِ تحقیق مصنف تھے۔ ان کی تصانیف تعداد میں زیادہ نہیں ہیں، لیکن جتنی ہیں محققانہ انداز کی ہیں۔ اس قسم کے لوگ اب کہاں پیدا ہوں گے۔ اب حالات بھی بدل گئے ہیں اور لوگوں کی دلچسپیوں میں بھی تبدیلی آ گئی ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اٹھارھواں باب

مولانا گکھڑوی کے دس واقعات

(بہ قلم مولانا ارشاد الحق اثری)

مولانا ارشاد الحق اثری اردو اور عربی کی بہت سی کتابوں کے مصنف و مرتب اور جماعت اہلِ حدیث کے مشہور محقق اور خطیب ہیں۔ ادارہ علوم اثریہ (فیصل آباد) کی نظامت انہی کے سپرد ہے۔ اس ادارے میں متعدد اصحابِ علم تصنیفی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور ان کی تصانیف ہمارے لیے استفادے کا باعث ہیں۔ مولانا ممدوح سے طویل مدت سے میرے دوستانہ مراسم قائم ہیں۔ ان کے حالات اور ان کی تصنیفی خدمات کی تفصیل میری زیرِ طبع کتاب ''گلستانِ حدیث'' میں مرقوم ہے۔ میرے اس عالم وفاضل دوست نے میری درخواست پر مولانا احمد الدین گکھڑوی سے متعلق دس دلچسپ واقعات ارسال فرمائے، جو کتاب کے ایک مستقل باب کے طور پر ذیل میں درج کیے جا رہے ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

1. حضرت مولانا احمد الدین گکھڑوی مسلک اہلِ حدیث کے ترجمان اور فرق باطلہ عیسائیوں، قادیانیوں، آریہ سماجیوں، منکرینِ حدیث اور خرافاتیوں کے مقابلے میں سیف بے نیام اور کامیاب مناظر تھے۔ میرا ان سے پہلا تعارف 1964ء میں جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن میں ہوا۔ یہ میرا جامعہ سلفیہ (لائل پور) میں پہلا سال تھا۔ دوران سال میں وفاتِ مسیح کے متعلق ایک پمفلٹ، جو آں جہانی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے شائع ہوا تھا اور اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق تیس (30) آیاتِ قرآنی سے استدلال کیا گیا تھا، میرے ہاتھ لگا۔ اسے پڑھا تو دل و دماغ تشکیک کا شکار ہوگئے۔ ہم جماعت ساتھیوں سے بات ہوئی تو کوئی تشفی بخش جواب نہ ملا۔ اساتذہ کرام سے اپنی خورد سالی کی بنا پر بات کرنے سے گھبراتا تھا۔ میں تھوڑا عرصہ پیشتر جامعہ سلفیہ میں آیا تھا اور ابھی اہلِ حدیث بھی نہیں ہوا تھا۔ حسنِ اتفاق کہ جامعہ تعلیم الاسلام (ماموں کانجن) کے احباب نے کانفرنس کے انعقاد کا پروگرام بنایا۔ کانفرنس میں شرکت کے لیے ملک بھر کے جید اور نامور علمائے کرام کے نام پر مشتمل بڑا اشتہار پہلی بار دیکھا۔

ماموں کانجن کا نام عرصہ پہلے اپنے وطن لیاقت پور میں سن چکا تھا۔ اس کے دیکھنے اور کانفرنس میں شریک ہونے کا اشتیاق دوچند ہوگیا۔ ادھر میرے ہم جماعت مولانا حافظ عبدالستار مرحوم (سابق شیخ الحدیث جامعہ کوٹ ادو) اور مولانا عبدالکریم ثاقب (حال برمنگھم) کی تشجیع نے اس اشتیاق کو سہ آتشہ بنا دیا کہ کانفرنس میں چلو، مولانا احمد الدین گکھڑوی وہاں تشریف فرما ہوں گے، ان سے حیاتِ مسیح علیہ السلام کے مسئلے میں تمھاری تشفی ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم حسبِ پروگرام کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے ماموں کانجن جامعہ تعلیم الاسلام پہنچے۔ وہاں پہلی بار اکابر علمائے اہلِ حدیث کو دیکھا، اور مولانا گکھڑوی تو ہمارے مطلوب تھے۔ وہ ایک خیمے میں تشریف فرما تھے اور ان کے چند عقیدت مند ان کے پاس بیٹھے تھے۔ جامعہ سلفیہ کے ناتے سے ہم نے اپنا تعارف کرایا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔

حال احوال پوچھنے کے بعد مرحوم حافظ عبدالستار صاحب نے میرا تعارف کراتے ہوئے حیاتِ مسیح کے بارے میں مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ یہ اس مسئلے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تردد اور تشکیک کا شکار ہے اور قرآن پاک سے حضرت مسیح علیہ السلام کی وفات پر جو مرزا قادیانی نے استدلال کیا ہے، اس کے بارے میں رہنمائی چاہتا ہے۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے ان چند آیات کے متعلق گفتگو فرمائی جنھیں مرزا قادیانی نے معرضِ استدلال میں پیش کیا تھا۔ مولانا کا اسلوبِ تفہیم مناظرانہ تھا۔ ایک راہِ گم گشتہ کے لیے ظاہر ہے یہ اسلوب رہنمائی اور تشفی کا باعث نہیں بنتا۔ ایک طالب علم کی استعداد کے مطابق حکیمانہ گفتگو ہی اس کی تشفی کا باعث ہوتی ہے۔ انھوں نے طالب علم کا لحاظ رکھے بغیر اپنے مناظرانہ اسلوب کو ہی اپنائے رکھا۔ یوں ان کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر رہیں اور میرے اشکالات بہ دستور ذہن کو پراگندہ کرتے رہے۔ اس کا حل بالآخر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی شہادت القرآن سے ہوا اور اطمینان قلب کی نعمت میسر آئی۔ والحمد لله علیٰ ذلك۔ یہ مولانا گکھڑوی سے میری پہلی ملاقات تھی۔

2 حضرت مولانا احمد الدین گکھڑوی زندگی کے آخری ایام میں جب خطبہ و خطابت کے میدان سے اپنی ناتوانی اور پیرانہ سالی کی بنا پر فارغ تھے تو کچھ دنوں کے لیے ''لائل پور'' تشریف لے آتے۔ جامع مسجد رحمانیہ مندر گلی میں قیام فرماتے۔ مولانا محمد یوسف انور کے والد گرامی حاجی عبدالرحمٰن مرحوم ان کے خدمت گزار ہوتے۔ اور اس خدمت میں رحمانیہ مسجد کے امام و مدرس حافظ محمد حنیف مرحوم بھی کسی اعتبار سے پیچھے نہیں رہتے تھے۔ وہ ان کی خوراک اور آرام کا بڑا اہتمام کرتے۔ حافظ محمد حنیف کا آبائی قصبہ فیروز وٹواں (ضلع شیخوپورہ) تھا۔ بڑے نیک اور درویش منش انسان تھے۔ رحمانیہ مسجد میں تشریف لانے والے علمائے کرام کی لوجہ اللہ خدمت کر کے خوش ہوتے۔ علمائے کرام بھی لائل پور تشریف لاتے تو رحمانیہ مسجد میں ڈیرے ڈال دیتے۔ مولانا احمد الدین بھی یہاں تشریف لاتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احبابِ جماعت ان کی خدمت کرتے اور بیس پچیس دن بعد واپس تشریف لے جاتے۔ پھر وہ وقت بھی آیا کہ نقاہت و کمزوری کے باعث ان کا یوں آنے جانے کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔

3 ایک بار یہ ناکارہ ان کی خدمت میں گکھڑ حاضر ہوا۔ گھر سے باہر سڑک کنارے چار پائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کچھ دیر ان کی خدمت میں بیٹھا رہا اور دعائیں لیتا رہا، علاج معالجے کے لیے کچھ رقم ان کی خدمت میں پیش کی تو بڑی بے نیازی سے خاموشی کے ساتھ تکیے کے نیچے رکھ دی۔

4 مولانا مرحوم جامعہ رحمانیہ میں مختصر درس ارشاد فرماتے۔ راقم ان ایام میں ادارہ علوم اثریہ منٹگمری بازار میں مقیم تھا۔ کبھی کبھی صبح کی نماز رحمانیہ مسجد میں ادا کرتا اور ان کے درس سے مستفید ہوتا۔ درس کے بعد مجلس میں حاضرین کے استفسارات کا جواب دیتے۔ اکثر و بیشتر قادیانیت، عیسائیت اور خرافاتیوں کے بارے میں گفتگو فرماتے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں ہوں یا تورات وانجیل، حسبِ مناسبت ان کی عبارتیں پڑھتے تو یوں محسوس ہوتا کہ انھیں یہ کتابیں ازبر ہیں۔

5 ایک روز دوران گفتگو حیات مسیح علیہ السلام کے متعلق بحث چل نکلی تو انھوں نے فرمایا کہ امام بیہقی کتاب الاسما والصفات میں ایک روایت لائے ہیں، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر ہے۔ مجھے یہ کتاب نہیں مل سکی، ایک ثانوی حوالے میں یہ الفاظ میں نے دیکھے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت ادارہ علومِ اثریہ کے کتب خانے میں امام بیہقی کی یہ کتاب موجود ہے اور اس میں واقعی یہ روایت ہے۔ میری بات سن کر خاموش ہوگئے۔ کچھ دیر بعد میں واپس ادارے میں آگیا۔ دن کے تقریباً 9 بجے ہوں گے۔ میں اپنے کمرے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو اوپر کی منزل میں سیڑھیوں کے درمیان میں بنا ہوا تھا، لکھنے پڑھنے میں مصروف تھا کہ سیڑھیوں سے کسی کے آنے کا احساس ہوا۔ معاً خیال گزرا کہ کہیں مولانا احمد الدین ہی نہ ہوں، کیوں کہ سیڑھیوں پر چڑھنے کا ان کا خاص طریقہ تھا۔ نظر اور جسمانی کمزوری کے باعث وہ پہلے اپنا عصا سیڑھی پر مارتے۔ پھر اس پر قدم رکھتے۔ یوں ٹھک ٹھک کی آواز سے احساس ہوا کہ مولانا احمد الدین معلوم ہوتے ہیں۔ میں اٹھا تو میرا گمان یقین میں بدل گیا۔ انھیں تکیے کے ساتھ بٹھایا تو سانس لینے کے بعد فرمانے لگے، میں امام بیہقی کی کتاب الاسما والصفات میں حوالہ دیکھنے کے لیے آیا ہوں، وہ حوالہ دکھاؤ۔ میں نے حیران ہو کر عرض کیا آپ نے اتنی زحمت کیوں فرمائی۔ مجھے کہہ دیا ہوتا، میں کتاب لے کر خود حاضر خدمت ہو جاتا۔ فرمانے لگے ضرورت میری تھی، تمھاری نہیں..... یہ ہے علم کی طلب صادق۔ اس پیرانہ سالی میں بھی یہ ذوق وشوق، ائمہ سلف کی میراث ہے۔ میں نے کتاب الاسما والصفات کے علاوہ علامہ ہیثمی کی مجمع الزوائد سے بھی "ینزل من السماء" کے الفاظ دکھائے تو بڑے خوش ہوئے اور ڈھیروں دعائیں دیں۔

6 مولانا محمد یوسف انور نے ذکر کیا کہ مولانا احمد الدین وزیر آباد میں محدثِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان کی جامع مسجد میں خطیب تھے۔ اسی دوران میں ایک خطبہ وہاں مولانا عبداللہ مظفر گڑھی نے ارشاد فرمایا تو انتظامیہ کا مزاج بدل گیا۔ وہ بڑے خوش الحان اور مقبول خطیب تھے۔

مولانا احمد الدین علم وفضل کا سمندر تھے۔ استنباط مسائل میں اجتہادی ملکہ رکھتے تھے اور بڑے حاضر جواب مناظر اور اپنے مدِمقابل کو ہر پہلو میں مسکت جواب دیتے تھے۔ مگر ترنم اور خوش الحانی ان کی لغت سے خارج تھی۔ اپنی تمام تر خوبیوں کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

باوصف اس ''کم زوری'' کے باعث ایک جگہ مستقل طور پر ٹھہر نہ سکے۔

7 وزیر آباد سے لائل پور تشریف لائے۔ یہاں جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار میں 1952ء یا 1953ء میں خطیب مقرر ہوئے اور اڑھائی تین سال یہاں خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ خودداری اور طبیعت کی بے پروائی کی بنا پر انتظامیہ سے اختلاف ہوا تو منٹگمری بازار کی جامع مسجد مبارک اہلِ حدیث کے احباب انھیں اپنے ہاں لے آئے۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ اڑھائی تین سال میں نے امین پور بازار کی مسجد میں لا إله إلا الله کی تفسیر اور تبلیغ کی ہے، اب یہاں محمد رسول الله کی تفسیر بیان کروں گا۔ یہاں تقریباً دو سال رہے۔ مولانا محمد یعقوب مالک شافی دواخانہ مسجد کے صدر تھے۔ ان سے اختلاف ہوا تو مبارک مسجد کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ اس کے بعد لائل پور کے محلّہ مومن آباد کے احباب، جن میں پیش پیش مولانا محمد یحییٰ صاحب مرحوم تھے، انھیں اپنے محلے کی مسجد میں لے آئے اور تقریباً سات سال وہاں خطبہ ارشاد فرماتے رہے۔ مولانا گکھڑوی مرحوم کی تصانیف میں ایک کتاب ''سیرت سید العالمین (ﷺ)'' ہے۔ اس کتاب کی تکمیل انھوں نے غالباً اسی محلے (مومن آباد) میں کی جیسا کہ اس کی تقریظ میں حضرت مولانا سید محمد اسماعیل بن حضرت سید محمد شریف گھڑیالوی کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے۔

8 لائل پور کی ان مساجد کے علاوہ مولانا مرحوم نے گلبرگ کی جامع مسجد فردوس اہلِ حدیث میں بھی تقریباً ڈیڑھ سال تک خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ یہ کالونی نئی نئی بنی تھی اور اس سے آگے کوئی آبادی نہ تھی۔ مولانا صبح کی نماز کے بعد وہاں درس ارشاد فرماتے اور طلوعِ آفتاب کے بعد پیدل چل کر مولانا محمد یوسف انور کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والد گرامی حاجی عبدالرحمٰن کے ہاں آجاتے۔ حاجی عبدالرحمٰن کو اہلِ علم سے بڑا پیار تھا۔ وہ ان کی خدمت و مدارات میں سب سے زیادہ پیش پیش رہتے تھے۔ وہ معروف معنوں میں تو عالم نہ تھے مگر اپنے اخلاص اور عمل کی بدولت خاموش مبلغ اور داعی حق تھے۔ بہت سے حضرات کو ان کی دعوت سے توحید و سنت کی راہِ ہدایت ملی۔ علماے کرام لائل پور میں تشریف لاتے تو ان کی مہمان نوازی میں کوئی کمی باقی نہ رہنے دیتے۔ مولانا احمد الدین بھی دن بھر ان کے پاس رہتے اور فرماتے کہ گلبرگ میں دل نہیں لگتا۔ اس سے آگے تو انسان نظر نہیں آتے۔ شام ہوتی تو پیدل واپس گلبرگ تشریف لے جاتے۔

9 حضرت مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی نے بتایا کہ حضرت مولانا علی محمد صمصام نے گھر میں ایک بکری پال رکھی تھی، اس لیے مولانا احمد الدین انھیں مزاحاً ''بکری والا'' کہا کرتے تھے۔ مولانا صمصام نے ایک بار حضرت حافظ عبداللہ محدث روپڑی کی خدمت میں ان کی شکایت کر دی کہ یہ مجھے جلسوں میں ''بکری والا'' کہتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحب نے یہ الفاظ کہنے سے مولانا احمد الدین کو حکماً روک دیا۔ تاہم وہ یہ عرض کیے بغیر نہ رہ سکے کہ حضرت! آپ نے روک دیا تو میں یہ الفاظ آیندہ نہیں کہوں گا مگر اللہ کے نبی حضرت یونس علیہ السلام کو اگر مچھلی والا کہا جا سکتا ہے اور کہا گیا ہے[1] تو انھیں بکری والا کیوں نہیں کہا جا سکتا، جب کہ واقعتاً یہ بکری والے ہیں۔

10 مندر گلی کی جامع مسجد رحمانیہ ہی میں ایک بار یوں ہوا کہ رمضان المبارک میں عصر کے قریب چند حضرات بیٹھے تھے، مختلف مسائل پر گفتگو ہو رہی تھی کہ اس

---

[1] سورہ الانبیا کی آیت نمبر 87 میں حضرت یونس علیہ السلام کو ''ذاالنون'' (مچھلی والا) فرمایا گیا ہے، اس لیے کہ وہ تین دن مچھلی کے پیٹ میں رہے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دوران مولانا علی محمد صمصام نے فرمایا جو شخص اب روزہ افطار کرے، میں اسے سو روپیہ دوں گا۔ مولانا گکھڑوی بھی تشریف فرما تھے۔ فرمانے لگے: سو روپیہ دو، میں افطار کرتا ہوں۔ مولانا صمصام نے سو روپے دیے تو جیب میں ڈال کر خاموش ہو رہے۔ مولانا صمصام نے اصرار کیا کہ روزہ افطار کرو۔ مولانا گکھڑوی فرمانے لگے: کن نادانوں سے سابقہ پڑا ہے۔ بھائی روزہ افطار کرنے اور توڑنے میں فرق ہے۔ آپ نے افطار کا کہا ہے۔ افطار تو افطار کے وقت پر ہوگا۔ ان سے کہا گیا کہ بات تو اب افطار کرنے کی تھی۔ فرمانے لگے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ﴾ (اب ان سے مباشرت کرو) ''اب'' سے رات مراد ہے۔ یعنی رات کے وقت اسی طرح اس ''اب'' سے بھی افطار کا وقت مقررہ مراد ہے۔

مولانا کے اس استدلال پر سب ششدر ہو کر رہ گئے۔ اس سے ان کے استدلالی مزاج کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا نے بعد میں یہ سو روپے مولانا صمصام کی اہلیہ کو دیے، کیوں کہ یہ بات انھوں نے مجلس میں ہی کہہ دی تھی کہ یہ رقم انھیں نہیں دوں گا، اپنی بھابھی صاحبہ کو دوں گا۔

اس نوعیت کی بہت سی باتیں حضرت حافظ عبدالقادر روپڑی سنایا کرتے تھے، مگر افسوس آج نہ سنانے والے رہے، نہ وہ جن کی یہ باتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی حسنات قبول فرمائے اور انھیں جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انیسواں باب

حکیم محمد عتیق الرحمٰن کا مکتوبِ گرامی

مولانا احمد الدین گکھڑوی سے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے جن دوستوں سے ٹیلی فون پر رابطہ قائم کیا، ان میں جناب حکیم محمد عتیق الرحمٰن صاحب بھی شامل ہیں۔ انھوں نے اس سلسلے میں بہت تعاون کیا۔ وہ گوجراں والا بھی گئے اور مولانا محمد ابراہیم صاحب سے ملے جو برادری میں مولانا احمد الدین کے بھتیجے ہیں۔ ان سے جو معلومات حاصل ہوئیں، وہ حکیم صاحب نے مجھے بھجوا دیں۔ اس پر میں ان کا بے حد شکر گزار ہوں۔ ذیل میں وہ خط ملاحظہ فرمائیے! جو حکیم صاحب نے مجھے لکھا۔ اس میں مولانا سے متعلق جو معلومات درج ہیں، اگرچہ ان میں سے بعض باتیں کتاب میں آ گئی ہیں، لیکن اس خط کی صورت میں بھی قارئین کے علم میں آ جائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ یہ بڑی دلچسپ اور اہم باتیں ہیں جو مولانا احمد الدین سے متعلق تاریخ کا ضروری حصہ ہیں۔ خط کی اہمیت کے پیش نظر اسے کتاب کا ایک مستقل باب بنا دیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم جناب بھٹی صاحب

زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رات کو ٹیلی فون پر آپ نے جو حکم دیا، اس کی تعمیل کے طور پر چند سطور لکھ رہا ہوں۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی نظام آباد میں باغ والی مسجد اہلِ حدیث میں خطیب تھے۔ ہم لوگ الہ آباد میں مقیم ہیں۔ ان دونوں آبادیوں میں جی ٹی روڈ اور ریلوے لائن حدِ فاصل ہے۔ اس وقت الہ آباد میں اہلِ حدیث کی کوئی مسجد نہیں تھی۔ ہم لوگ نماز کے لیے نظام آباد میں، عام طور پر باغ والی مسجد ہی میں جاتے تھے۔ اب بحمدللہ الہ آباد میں اہلِ حدیث کی بارہ مسجدیں ہیں۔

سنا ہے کہ مولانا احمد الدین باغ والی مسجد اہلِ حدیث میں تقسیم ملک سے پہلے بھی خطیب رہے تھے۔ ہماری ہوش میں مولانا ممدوح کا یہ دوسرا دورِ خطابت تھا۔ مولانا گکھڑوی جمعۃ المبارک کی صبح کو اس ٹرین سے تشریف لایا کرتے تھے جو تقریباً آٹھ بجے گوجراں والا سے آتی تھی۔ وہ جمعہ پڑھاتے، رات یہیں قیام فرماتے، ہفتے کی صبح کو درسِ قرآن حکیم دیتے اور پھر آٹھ بجے کی ٹرین سے اپنے شہر گکھڑ چلے جاتے۔

مولانا مرحوم کا خطبہ جمعہ اور درسِ قرآن حکیم ایسا مربوط اور مضبوط ہوتا کہ سننے والوں کے دلوں میں گھر کر جاتا۔

ان کا موضوع عام طور پر توحیدِ خالص ہوتا۔ وہ بدعی فرقوں کا پوسٹ مارٹم اس قدر مضبوط دلائل سے کرتے کہ کوئی تشنگی نہ رہتی۔ اگر شیعی مسلک کے بارے میں بات کرتے تو محسوس ہوتا کہ ان کا اصل موضوع یا ہدف تنقید یہی لوگ ہیں۔ اگر حجیتِ حدیث پر بات کرتے اور منکرینِ حدیث کے نقطہ نظر کی تردید فرماتے تو یوں لگتا کہ ان کا موضوع دفاعِ حدیث اور ان لوگوں کا رد ہے جو نبی ﷺ کے ارشادات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ عیسائیت، مرزائیت اور ہندو مذہب کے تو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یوں سمجھیے کہ وہ حافظ تھے۔ بائبل (عہدنامہ قدیم و جدید) اور مرزا غلام قادیانی کی تصانیف انھیں زبانی یاد تھیں۔ ان کی عبارتیں پڑھتے اور اسلام کی حقانیت اس طرح ثابت فرماتے کہ سننے والے ششدر رہ جاتے۔ ان میں یہ اعجاز دیکھا کہ جس موضوع پر تقریر فرماتے، اس کا حق ادا کر دیتے۔ خطبہ جمعہ کے دوران جو بات سامعین کے ذہن میں آتی کہ اس کی وضاحت ہونی چاہیے، اس پر اس انداز سے گفتگو فرماتے کہ دلائل کے انبار لگا دیتے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ ایک سوال سطح ذہن پر ابھرا کہ اس کا کیا جواب ہو سکتا ہے، مولانا نے اسی پر تقریر شروع کر دی اور اس سوال یا اعتراض کا اس طرح مدلل جواب دیا کہ معاملہ صاف ہو گیا۔ وہ جو کچھ فرماتے، قرآن و حدیث کی روشنی میں فرماتے اور پورے زور سے اپنی بات سامعین تک پہنچاتے۔

ایک مرتبہ ہفتے کی صبح کو وہ درسِ قرآن دے رہے تھے کہ بریلویت کے بارے میں کوئی مسئلہ زیرِ بحث آیا۔ لاؤڈ سپیکر پر یہ باتیں بریلوی مکتبِ فکر کے ایک شخص عزیز احمد نے بھی سنیں۔ درس ختم ہوا تو عزیز احمد مسجد میں آئے اور نہایت غصے کی حالت میں مولانا احمد الدین سے پنجابی میں مخاطب ہوئے کہ ''تم ہمیشہ ہمیں برا بھلا کہتے رہتے ہو، میں آج تمھارا علاج کروں گا۔'' ان کا خیال تھا کہ وہ وزیر آباد کے سب سے بڑے بریلوی عالم مولانا عبدالغفور ہزاروی کو لائیں گے جنھیں وہ قرآن وحدیث کے بہت بڑے عالم اور پیر طریقت کہا کرتے تھے۔ وہ مولانا احمد الدین سے گفتگو کریں گے اور ان کے مقابلے میں ان کی زبان بند ہو جائے گی۔ اب وہ مولانا عبدالغفور ہزاروی کو لانے کے لیے مسجد سے نکلنے لگے تو مولانا احمد الدین نے ان کو آواز دی۔ ''عزیز احمد! جاؤ۔ مولوی عبدالغفور سے کہو کہ احمد الدین نظام آباد کی باغ والی مسجد میں بیٹھا ہے، اگر وہ آ گیا تو میں لوہار کی اولاد نہیں۔'' (مولانا نے تو پنجابی کا ایک اور لفظ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک اور لفظ استعمال کیا تھا، لیکن میں نے اس کا ترجمہ ''اولاد'' کیا ہے۔)

انھوں نے کہا: مولوی عبدالغفور کیوں نہیں آئیں گے، میں ان پر بڑا مال خرچ کرتا ہوں۔

مولانا احمد الدین مرحوم نے عزیز احمد صاحب کو پھر آواز دی اور فرمایا کہ پہلے میں یہاں سے آٹھ بجے والی ٹرین سے گکھڑ جایا کرتا ہوں۔ آج گیارہ بجے والی ٹرین سے جاؤں گا۔ جاؤ مولوی عبدالغفور کو لاؤ۔

وہ صاحب غصے سے بھرے ہوئے تھے۔ دوڑتے ہوئے مسجد کے دروازے سے نکل رہے تھے کہ مولانا نے پھر آواز دی اور کہا: عزیز احمد! میرا نام سن کر مولوی عبد الغفور اگر ریلوے کے سگنل تک بھی آجائیں اور کوئی بات بھی نہ کریں تو بھی احمد الدین اپنی شکست مان لے گا۔ جاؤ انھیں لے کر آؤ۔

مسجد میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے۔ اس واقعہ کا علم ہوا تو اور بھی کتنے ہی لوگ آگئے۔ عزیز احمد نہایت غصے کی حالت میں مولانا عبدالغفور کے پاس گئے اور سارا قصہ ان سے بیان کیا اور کہا کہ آیئے مولوی احمد الدین سے بات کیجیے، لیکن مولانا عبدالغفور نے جانے سے صاف انکار کر دیا۔ انھوں نے بار بار کہا اور زور دے کر کہا کہ آج مولوی احمد الدین سے فیصلہ کن بات کر لینی چاہیے۔ لیکن مولانا عبدالغفور نہیں مانے اور کہا کہ ''میں اس کہاڑے (کلہاڑے) کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا۔''

مولانا احمد الدین کو اللہ کے فضل سے اپنے علم اور سچائی پر پورا اعتماد تھا اور وہ ہر موضوع پر گفتگو کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ علم کے ساتھ ساتھ اللہ نے ان کو جرأت اور ہمت بھی عطا فرمائی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اب انہی عزیز احمد مرحوم کے بھائی بشیر احمد اور ان کی اولاد پختہ فکر اہلِ حدیث ہیں اور ان کے بھتیجے سعید احمد اسی باغ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والی مسجد اہلِ حدیث کی انجمن کے صدر ہیں اور جماعت اور مسلک کی خدمت کے لیے ہر وقت آمادہ و تیار رہتے ہیں۔

ایک اور واقعہ مولانا احمد الدین مرحوم نے سنایا جس کا مطلب یہ ہے کہ مناظرے میں مخالف فریق اپنے مدِمقابل کی توجہ اصل موضوع سے ہٹا کر دوسری طرف مبذول کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ مناظر کو چاہیے کہ اپنے موضوع میں رہے اور اس کی ان حرکات پر توجہ نہ دے۔ فرمایا کہ ایک دفعہ میرا مناظرہ بریلوی مکتبِ فکر کے عالم مولوی محمد عمر اچھروی کے ساتھ تھا۔ میرے معاون مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم تھے۔

مناظرہ نبی ﷺ کے علمِ غیب پر تھا۔ مخالف فریق کسی اور بات کے دلائل دے رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ موضوع کے متعلق بات کی جائے۔ مولانا سلفی مرحوم مجھے چپکے سے کہنے لگے ''احمد دین! جو بات صحیح ہے اسے تو مانو''۔ میں نے کہا مولانا آپ چپ رہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے مناظرے میں ہمیں کامیابی دی تو بعد میں کھانے پر میں نے مولانا سلفی سے عرض کیا کہ اگر اس کی درست بات کو درست کہہ دیتے تو اسی وقت عوام کی طرف سے تالی بج جاتی کہ وہابی ہار گئے۔

مولانا احمد الدین مرحوم کی طبیعت نہایت سادہ تھی۔ ان کا لباس تھا کھدر کا کرتا اور کھدر کا تہبند۔ پنڈلیاں نظر آتی تھیں۔ سر پر ہمیشہ کھدر کا صافہ (پرنا) باندھتے تھے۔ کسی قسم کا تکلف نہ تھا۔ اکثر اوقات انھیں ابا جی مغفور (حکیم عبدالمجید رحمہ اللہ) اپنے ساتھ گھر لے آتے یا کسی جلسے میں جانے کے لیے وہ خود ہمارے گھر تشریف لاتے تو ابا جی مرحوم ان کے ساتھ جہاں وعظ کا پروگرام ہوتا چلے جاتے۔ مولانا کو کھانا دیا جاتا تو ظاہر ہے، مہمان کے لیے کچھ اہتمام تو کیا جاتا ہے۔ لیکن مولانا روٹی کے اوپر ہی گوشت کی ایک بوٹی رکھتے اور اسی کے ساتھ روٹی ختم کر دیتے۔ پھر فرماتے کہ ضرورت کے مطابق

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کھا لیا ہے۔ کوئی اور چیز ان کے سامنے رکھی جاتی تو بڑی مشکل سے تھوڑی سی کھاتے۔

مولانا کی زندگی ہی میں اباجی مرحوم کی کوشش سے جامع مسجد اہلِ حدیث الہ آباد بنی۔ ہر سال اہلِ حدیث کانفرنس کا انعقاد ہوتا، جس کا سارا پروگرام حضرت مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی رحمہ اللہ ترتیب دیتے۔ نماز جمعہ سے رات گئے تک علما کے خطابات ہوتے۔ ایسے ہی ایک پروگرام میں مولانا احمد الدین کی تقریر تھی۔ دن کا وقت تھا۔ حاضری تو کافی تھی، لیکن مولانا مرحوم کے خیال میں لوگ توجہ سے بات سن نہیں رہے تھے۔ انھوں نے فرمایا: ''لوگو میری بات توجہ سے سنو! جب میں نہیں ہوں گا تو آپ لوگ یاد کریں گے۔'' غرض مولانا مرحوم سادگی، انکسار، خوش طبعی اور علم کی پختگی اور دلائل کی روانی، موضوع کے حق کی ادائیگی اور مسلک حقہ اہلِ حدیث کی تبلیغ میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ تکبر، انانیت، بڑا پن، علم کا ادعا اور اپنے آپ کو نمایاں کرنا جلسے میں یہ خواہش کہ ان کی شان کے برابر مقام ملے، دوسرے کی بات نہ سننا، باوجود بہت بڑے مناظر ہونے کے ایسی کوئی بات ان میں نہ تھی۔

دین کی تکمیل کے متعلق وہ ایک مثال دیا کرتے تھے کہ ایک گلاس میز پر رکھا جائے، اس میں کوئی مشروب ڈالا جائے، جس سے وہ بالکل بھر جائے، یہاں تک کہ اس میں اگر ایک قطرہ اور ڈالا جائے تو وہ قطرہ گلاس سے باہر نکل جائے گا یا ایک قطرہ اس سے نکالا جائے تو کم ہو جائے گا۔ فرمایا کرتے ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ کے یہی معنی ہیں۔ اسلام اتنا مکمل ہے کہ اس میں کمی بیشی کی کوئی گنجایش نہیں۔

چند سال پہلے ''الاعتصام'' میں کسی صاحب کا مولانا کے متعلق ایک مضمون چھپا تھا، جس میں صاحبِ مضمون نے مولانا سے نقل کیا تھا کہ وہ لوہے کا کام کرتے تھے۔ ایک دفعہ انھیں کسی انگریزی فرم نے توے بنانے کا آرڈر دیا۔ توے کافی تعداد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بنانا تھے جو بنا دیے گئے۔ جب فرم کا افسر آیا اور اس نے توے سیمپل کے مطابق چیک کیے تو دو چار توے مقررہ سائز سے تھوڑے سے کم تھے۔ وہ توے اس نے نکال دیے۔ اس کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ یہ اس سائز سے کم ہیں جو آپ کو دیا گیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا: ذرہ سی کمی سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس انگریز نے کہا کہ دیے گئے سائز سے کم ہو یا زیادہ اس سے فرق پڑتا ہے۔ انگریزی فرم کے کارندے تو مال لے کر چلے گئے۔ لیکن مولانا کہتے ہیں کہ میں سوچ میں پڑ گیا کہ وہابی بھی تو یہی کہتے ہیں کہ دین وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی (ﷺ) کے حکم کے مطابق ہو، نہ کم نہ زیادہ۔ بس یہ بات تھی کہ میں دین کا علم سیکھنے کے لیے کمر بستہ ہو گیا۔ اب میں دن کے بارہ بجے تک کام کرتا، اس کے بعد مولانا سلطان احمد صاحب نت کلاں والے کے ہاں چلا جاتا اور رات گئے تک پڑھتا رہتا۔

یاد رہے مولانا سلطان احمد صاحب رحمہ اللہ استادِ پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ حافظ صاحب مرحوم نے ان کو اپنی خود نوشت سوانح عمری دی تھی اور فرمایا تھا کہ اسے پنجابی نظم میں منتقل کریں۔ یہ خود نوشت سوانح پنجابی اشعار میں اب بھی موجود ہے اور آج تک حافظ صاحب کے متعلق جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں اسی سے ماخوذ ہیں۔

مولانا احمد الدین کی طبیعت میں یبوست نہ تھی، بلکہ وہ خوش طبع تھے۔ اسی باغ والی مسجد کے خادم حافظ نور حسین تھے جو نابینا تھے۔ انھوں نے ان سے کہا کہ مولانا آپ کی دعوت ہے۔ مولانا کہنے لگے: ''حافظ دیکھو دعوت نوری ہونی چاہیے۔'' انھوں نے پوچھا: ''نوری سے کیا مراد ہے؟'' فرمایا: ''اس میں حلوا ہو، دیسی گھی ہو، بادام پستہ ہو، تب نوری ہوتی ہے۔''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک کتاب ''تذکرہ مساجد اہلِ حدیث سیالکوٹ'' کے نام سے طبع ہوئی ہے۔ اس میں ''جامع مسجد باغ ڈپٹی'' کے عنوان سے لکھا ہے کہ حضرت حافظ محمد شریف صاحب نے دارالحدیث کے نام سے اس مسجد میں مدرسہ قائم کیا جس کے پہلے مدرس مولانا احمدالدین صاحب مرحوم تھے۔[1]

مولانا احمدالدین وزیرآباد کی مشہور مسجد جامع منانیہ کے بھی (جو محدث پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ کی مسجد ہے) کچھ عرصہ خطیب رہے ہیں۔

مولانا مرحوم نے تحریری کام بھی کیا ہے۔ ان کی نظر چوں کہ بہت کمزور تھی، لوہے کا گرم کام کرنے کی وجہ سے نظر پر بڑا اثر پڑا تھا، اس لیے وہ آنکھوں کے بالکل قریب کر کے کتاب پڑھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے حافظہ بہت دیا تھا۔ جو کتاب ایک دفعہ پڑھتے، دوسری دفعہ پڑھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ اس قدر کمزور نظر کے باوجود حضرت مولانا کو قرآن حکیم، حدیث شریف اور ان سے متعلقہ تمام کتب ازبر تھیں۔ اس کے علاوہ انھیں بائبل (نیا عہد نامہ اور پرانا عہد نامہ) گرنتھ، وید اور ہندو مذہب کی بے شمار مذہبی باتیں زبانی یاد تھیں اور وہ ان کی کتابوں کے صفحے کے صفحے پڑھتے چلے جاتے تھے۔

جو کتابیں انھوں نے تصنیف کی ہیں، وہ کسی سے لکھائی ہیں۔ وہ بولتے جاتے تھے اور کوئی صاحب لکھتے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاتھ کی کوئی تحریر نہیں ملتی۔ چوں کہ وہ کامیاب مناظر تھے، اس لیے انھوں نے جو تصانیف مرتب کی ہیں ان کا انداز مناظرانہ ہے۔

جو کتابیں میرے پاس موجود تھیں اور اس وقت مل نہیں رہی ہیں، ان میں

---

[1] یہ کتاب حضرت مولانا محمد علی جانباز مرحوم کے صاحب زادہ گرامی مولانا عبدالحنان (ایم۔اے) کی تصنیف ہے۔ اپنے موضوع کی نہایت عمدہ کتاب ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

درج ذیل کتابیں مجھے یاد ہیں:

1. قدامت اہلِ سنت والجماعت اہل حدیث: یہ کتاب پہلے سکول بک ڈپو گوجراں والا کی طرف سے چھپی۔ بعد میں ہم نے انجمن شبان اہلِ حدیث الٰہ آباد وزیرآباد کے زیرِ اہتمام چھپوائی۔
2. سیرتِ سید العالمین: یہ بھی سکول بک ڈپو گوجراں والا نے شائع کی۔
3. نجاتُ الاسلام: یہ کتاب بھی سکول بک ڈپو کی طرف سے چھپی۔
4. وہ اپنے عہد کا نبی اور رسول: یہ بھی سکول بک ڈپو کے زیرِ اہتمام چھپی۔

اس کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں ہیں لیکن مجھے ان کے نام یاد نہیں۔ وہ کتابیں میرے پاس موجود تھیں، لیکن اب مل نہیں رہی ہیں۔

محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب (گوجراں والا) نے کچھ اور کتابوں کے نام لکھوائے ہیں، جو مل نہیں سکیں۔ وہ یہ ہیں:

1. اسلام کی حقیقت: بقول مولانا محمد ابراہیم صاحب یہ 400 صفحات پر مشتمل کتاب تھی۔
2. اسلام اور عیسائیت کی حقیقت۔
3. قرآن اور عیسائیت کی وضاحت۔
4. رسول اللہ ﷺ کی مکہ مکرمہ کی زندگی اور اس کی واضح حقیقت۔ [1]

مولانا احمد الدین مرحوم باوجود نظر کی کمزوری کے جب بھی دیکھو مطالعہ میں مشغول ہوتے یا پھر ذکر و افکار میں مگن۔ زیادہ گفتگو نہ کرتے، خاموشی کو پسند فرماتے۔ اکثر درود شریف، سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص اور "لا إله إلا الله وحدهُ لا شَريكَ لَهُ لَهُ

---

[1] غالباً یہ ان چاروں کتابوں کے مسودات ہوں گے، جو ضائع ہو گئے۔ مطبوعہ ہوتیں تو کسی نہ کسی سے ضرور مل جاتیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الْمُلكُ وله الحمد يُحيي ويُميت وَهُوعَلىٰ كُل شئي قَدِير" وردِزبان ہوتا۔

یہ چند باتیں تھیں جو مجھے یاد ہیں اور میں نے لکھ دی ہیں۔ آپ انھیں خود ترتیب دے لیں۔ اس درویش صفت عالم باعمل، متقی و پرہیزگار، اسلاف کی نشانی کے حالات تحریر کرنے پر ان شاء اللہ آپ بڑے اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔ یقیناً یہ ایک بڑا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے بدلے میں بہت بڑے اجر سے نوازے، آمین!

نوٹ: مولانا محمد ابراہیم صاحب جو گوجراں والا میں اقامت گزیں ہیں، وہ اپنے آپ کو مولانا مرحوم کا بھتیجا بتاتے ہیں، یہ درحقیقت برادری میں ان کے بھتیجے ہیں۔ ان کی باتوں کو ریکارڈ کر کے ان کی سی۔ ڈی بنا کر ارسال کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ اس سے بھی آپ کو بہت کچھ ملے گا۔ خصوصی اوقات میں اس عاجز کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ محترم ملک عبدالرشید عراقی صاحب فرماتے ہیں کہ چند ایک واقعات مجھے بھی مولانا سے متعلق یاد ہیں، جس کے لیے ان سے درخواست کی ہے کہ مجھے یا آپ کو براہِ راست ارسال کر دیں۔[1]

خادم

حکیم محمد عتیق الرحمٰن

بیت العتیق، مین بازار، الہ آباد۔

وزیر آباد، ضلع گوجراں والا۔

مورخہ 15-10-2010

---

[1] عراقی صاحب کی طرف سے مولانا گکھڑوی کے بارے میں وہ معلومات مجھے مل گئی ہیں، جن سے وہ آگاہ تھے۔ ان معلومات کو کتاب کا بیسواں باب بنا دیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیسواں باب

مولانا گکھڑوی کے تین واقعات

ملک عبدالرشید عراقی متعدد کتابوں کے مصنف اور معروف مضمون نگار ہیں۔ جماعت اہلِ حدیث کے علاوہ دیگر فقہی مسالک کے رسائل و جرائد میں بھی ان کے رشحاتِ قلم کی اشاعت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ وہ ماشاء اللہ زود نویس اہلِ قلم ہیں اور مختلف عنوانات پر لکھتے ہیں، جس سے لوگ استفادہ کرتے ہیں۔ ان کا تعلق سوہدرہ کے مردم خیز قصبے سے ہے اور وہ وہاں کی ککے زئی برادری کے فرد ہیں۔ انھوں نے حکیم عتیق الرحمٰن صاحب کی وساطت سے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بارے میں مضمون ارسال فرمایا ہے جو تین واقعات پر مشتمل ہے اور یہ واقعات بڑے دلچسپ ہیں۔ اس کتاب میں ملک صاحب ممدوح کی اس تحریر کو ایک مستقل باب کے طور پر درج کیا جا رہا ہے۔ اس عنایت پر ہم ان کے شکر گزار ہیں۔

1. قیامِ پاکستان سے قبل ہماری ککے زئی برادری کے ایک آدمی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہو گئے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی کو خبر ہوئی تو انھوں نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کو بلایا۔ مولانا احمد الدین مرحوم نے ہماری مسجد ککے زیاں میں تین گھنٹے تقریر کی، جس میں انھوں نے قادیانی فرقے کے عقائد اور مرزائے قادیان کے افکار و نظریات تفصیل سے بیان کیے۔ چنانچہ قادیانی ہونے والا شخص تائب ہو گیا اور اس کے بعد اس شخص نے بغیر استاد کے قرآن مجید حفظ کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

2 مولانا عبدالمجید سوہدروی اور مولانا احمد الدین کے مابین لطائف وظرائف کا تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ مولانا عبدالمجید ''مسلمان'' کے نام سے اخبار نکالا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سوہدرہ میں دورانِ تقریر میں مولانا احمد الدین نے فرمایا کہ منڈی واربرٹن میں جلسہ تھا، میں نے جلسے کے منتظمین سے کہا کہ میری دوسری تقریر ہونی چاہیے، اس لیے کہ مجھے ایک نجی کام کے سلسلے میں لاہور جانا ہے۔ منتظمین نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ پہلی تقریر مولانا نور حسین گرجاکھی نے کی۔ جب ان کی تقریر ختم ہوئی تو مولانا عبدالمجید سوہدروی تقریر کرنے لیے مائیک پر آگئے اور میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ مولانا سوہدروی کی تقریر کے بعد مجھے تقریر کے لیے بلایا گیا تو میں نے خطبہ مسنونہ کے بعد حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا:

''دوسری تقریر میں نے کرنی تھی، لیکن میری جگہ سوہدرے کا مسلمان مائیک پر آگیا اور میں دیکھتا ہی رہ گیا۔ مولانا احمد الدین کے ان الفاظ پر حاضرین بہت محظوظ ہوئے۔''

ایک دفعہ مولانا احمد الدین سوہدرہ تشریف لائے۔

3 دورانِ تقریر مولانا مرحوم نے کہا کہ میرا ایک شاگرد جس کا تعلق آزاد کشمیر کے ایک گاؤں سے تھا، مجھے تقریر کے لیے اپنے گاؤں لے گیا۔ گرمیوں کا موسم تھا اور ہم مغرب کے قریب گاؤں پہنچے۔ مغرب کی اذان ہو چکی تھی۔ گاؤں کے باہر ایک مسجد تھی۔ ہم دونوں نمازِ مغرب کے لیے مسجد میں چلے گے۔ ہمارے وضو کرتے کرتے ایک رکعت نکل گئی۔ دوسری رکعت میں میں نے بلند آواز سے آمین کہی۔ جب جماعت ہوگئی تو ایک آدمی نے مجھے کہا:

''آپ کی نماز نہیں ہوئی۔''

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں نے کہا: ''کیسے نماز نہیں ہوئی؟''

اس نے جواب دیا: ''آپ نے امام صاحب کی مخالفت کی ہے۔''

میں نے کہا: ''میں نے تو کوئی مخالفت نہیں کی۔''

اس نے جواب دیا: ''آپ نے رفع الیدین کی ہے اور آمین بلند آواز سے کہی ہے جب کہ امام صاحب نے نہ رفع الیدین کی ہے اور نہ بلند آواز سے آمین کہی ہے، اس لیے آپ کی نماز نہیں ہوئی۔''

میں تھوڑی دیر خاموش رہا۔ اس کے بعد میں نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا: ''آپ تمام لوگوں کی جنھوں نے مغرب کی نماز ادا کی ہے، کسی کی بھی نماز نہیں ہوئی۔''

وہ شخص کہنے لگا: ''کیسے ہماری نماز نہیں ہوئی؟''

میں نے کہا: ''آپ کے امام صاحب نے اونچی آواز میں سورۃ فاتحہ پڑھی ہے اور آپ سب نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی تو آپ نے بھی امام صاحب کی مخالفت کی ہے، اس لیے آپ تمام لوگوں کی نماز نہیں ہوئی۔''

اس پر اس شخص نے اور دوسرے دو تین آدمیوں نے اپنے امام صاحب سے کہا: ''مولوی صاحب اس کا جواب دیں۔ آپ تو کہا کرتے ہیں کہ جو شخص امام کی مخالفت کرے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ ہم تو نماز میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے، آپ پڑھتے ہیں۔''

امام صاحب اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ اس کے بعد میں نے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں انھیں احادیث سنائیں تو وہ اس کے قائل ہو گئے کہ نماز سری ہو یا جہری، اس میں سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیے۔

اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہوں گے جو ہمارے علم میں نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ ان واقعات سے پتا چلتا ہے کہ وہ ہر وقت، ہر موقعے پر اور ہر مقام میں کلمہ حق کے لیے تیار رہتے تھے۔ جہاں کسی کے قدم صحیح راہ سے ڈگمگاتے ہوئے دیکھتے، اسے ٹوکتے اور صحیح راہ پر گامزن ہونے کی تلقین فرماتے۔ اس قسم کے حق گو اور صاف کلام لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکیسواں باب

مولانا احمد الدین کے متعلق مولانا محمد ابراہیم کی معلومات

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے بارے میں مولانا محمد ابراہیم صاحب سے مندرجہ ذیل معلومات گوجراں والا جا کر حکیم محمد عتیق الرحمٰن صاحب نے حاصل کیں۔ انھوں نے معلومات کی سی۔ ڈی بنا کر مجھے بھجوائی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے مدرس مولانا حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی نے یہ سی۔ ڈی کاغذ پر منتقل کی۔ اس پر میں مولانا محمد ابراہیم، حکیم عتیق الرحمٰن اور حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی کا شکرگزار ہوں۔

اب معلومات ملاحظہ ہوں:

حکیم عتیق الرحمٰن: السلام علیکم

مولانا محمد ابراہیم: وعلیکم السلام

حکیم صاحب: حضرت! آپ کا تعارف اور مقامِ سکونت؟

محمد ابراہیم: محمد ابراہیم بن غلام رسول۔ مقام سکونت گوجراں والا

حکیم صاحب: مولانا احمد الدین گکھڑوی سے آپ کا کیا تعلق ہے؟ ان سے آپ کی کوئی رشتے داری ہے؟

محمد ابراہیم: مولانا احمد الدین سے ہماری رشتے داری یہ ہے کہ ان کی سگی بھتیجی کی شادی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میرے تایا کے بیٹے سے ہوئی۔

حکیم صاحب: مولانا احمد الدین گکھڑوی کے حالات میں جناب محمد اسحاق بھٹی صاحب ایک کتاب لکھ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا ہے کہ ان کے متعلق آپ جو بھی تھوڑی بہت معلومات رکھتے ہیں، ان سے مطلع کیجیے۔ وہ معلومات آپ کے حوالے سے کتاب میں درج کی جائیں گی۔

مولانا محمد ابراہیم: مولانا احمد الدین گکھڑوی بہت بڑے عالمِ دین اور مناظر تھے۔ وہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب، ہندوؤں کے وید اور یہودیوں کی تورات اور عیسائیوں کی کتاب انجیل کے متعلق بھی بہت کچھ جانتے تھے، بلکہ ان کے صفحات کے صفحات انھیں زبانی یاد تھے۔ میرے پاس ان کے بارے میں جو بھی معلومات ہیں، وہ آپ کو بتا دیتا ہوں اور ان کے مناظروں کی جس تفصیل کا مجھے علم ہے، وہ آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

1 ڈچکوٹ کا مناظرہ:

ان کے ایک مناظرے کا تعلق سمندری (ضلع فیصل آباد) سے ہے۔ وہاں ایک عیسائی پادری ایک مرتبہ آزادیِ وطن سے پہلے برطانیہ سے آیا تھا۔ اس نے تحصیل سمندری کے ایک مقام پر تقریر کرتے ہوئے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ اپنے مذہب اور اپنے نبی (ﷺ) کے بارے میں کوئی حقیقت واضح کرو۔ اس موضوع پر اس نے مسلمانوں کو مناظرے کی دعوت دی۔ وہاں بریلوی حضرات کی اکثریت تھی۔ وہ مولانا سردار احمد صاحب کی خدمت میں لائل پور (موجودہ فیصل آباد) گئے۔ مولانا سردار احمد نے کہا کہ میں نے عیسائیوں سے کبھی مناظرہ نہیں کیا۔ ایک اہلِ حدیث عالم جن کا نام مولانا احمد الدین ہے، گکھڑ رہتے ہیں۔ انھیں عیسائیوں کے متعلق بہت معلومات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہیں۔ وہ اس پادری کے ساتھ مناظرہ کر سکتے ہیں۔ مولانا احمد الدین کا پتا کیا گیا تو وہ اس وقت اپنے مسکن گکھڑ میں نہیں تھے، امرتسر گئے تھے۔ انھیں امرتسر پیغام پہنچا تو فوراً سمندری پہنچے، لیکن مناظرہ سمندری میں نہیں ہوا، ڈچکوٹ میں ہوا۔ موضوعِ مناظرہ تین باتیں تھیں:

1. پادری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی، لیکن آپ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف وحی نہیں بھیجی۔

مولانا احمد الدین نے کہا کہ ہمارے نبی کا مرتبہ بہت اونچا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان پر وحی بھی بھیجی ہے اور انھیں تمام انبیا علیہم السلام کے سردار بھی قرار دیا ہے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ﴿يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام احمد ہوگا جو بھی اس کی پیروی کرے گا، وہ عیسائیوں میں سے ہو یا مسلمانوں میں سے، وہ کامیاب ہوگا۔ اللہ کے نزدیک مومن وہی ہے جو اس نبی کا تابع فرمان ہے۔

اس موضوع پر گفتگو آگے بڑھی تو مولانا احمد الدین نے کہا کہ آپ کی کتاب انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں اس نبی کی شان کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس نبی کا مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے اور وہ اونچی شان والا نبی ہے۔

2. دوسری بات اس پادری نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے بارے میں کی جو انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کیا تھا۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اس وقت بہت کم عمر تھیں۔ اس کا جواب مولانا احمد الدین نے جس انداز میں دیا، اس جواب پر پادری صاحب کی ذہنی کیفیت بالکل بدل گئی۔ انھوں نے کہا کہ اپنے مذہب کی مجبوری کی بنا پر میں مانوں یا نہ مانوں، لیکن مولانا احمد الدین کے اس جواب پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مَیں کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اس معاملے میں مولانا احمد الدین سچے ہیں اور میں جھوٹا ہوں۔ انھوں نے مجمعِ عام میں تحریری طور پر بھی اس مسئلے میں اپنی شکست کا اعتراف کیا۔[1]

3 تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ آپ کہتے ہیں اسلام میں ایک عورت کی گواہی قبول نہیں، ایک مرد کے مقابلے دو عورتیں گواہ ہونی چاہئیں۔

مولانا نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ بات میں نے یا کسی اور مذہبی عالم نے نہیں کہی، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ دو عورتوں کی گواہی اس لیے ہے کہ ایک اگر بھول جائے تو دوسری اسے یاد کرادے۔

مولانا نے یہ مسئلہ اس انداز میں بیان فرمایا کہ پادری کو مولانا کے موقف کی صداقت کو تسلیم کرنا پڑا۔

مناظرہ ڈچکوٹ کے ان تینوں مسئلوں میں مولانا احمد الدین گکھڑوی کے مقابلے میں پادری کو ہزیمت ہوئی اور مولانا محمد ابراہیم کے بقول انھوں نے یہ لکھا کہ مولانا کا موقف مبنی برصحت ہے اور میں غلطی پر ہوں۔ میں مولانا کے زورِ بیان اور دلائل کا مقابلہ نہیں کرسکا۔

2 مناظرہ ڈھرکی (سندھ):

موضع ڈھرکی (صوبہ سندھ) میں مولانا احمد الدین کا ایک یہودی سے مناظرہ ہوا۔ اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کچھ اِدھر اُدھر کی باتیں کیں۔ مولانا احمد الدین نے بہت اچھے انداز میں جواب دیے، یہودی نے تسلیم کیا کہ دلائل کے سلسلے میں معلوم ہوتا ہے کہ میں کمزور ہوں اور مولانا احمد الدین کامیاب ہیں۔

---

[1] اس کا تذکرہ مناسب الفاظ میں اس کتاب کے نویں باب میں ہو چکا ہے، جس کا عنوان ہے ''عیسائی پادریوں سے مناظرے اور مباحثے۔'' یہاں اس کا دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد یہودی نے کہا کہ سلیمان (علیہ السلام) نبی نہیں تھے اور نہ داؤد (علیہ السلام) کے بیٹے تھے۔ مولانا نے کہا آپ کی تورات میں لکھا ہے کہ داؤد علیہ السلام بڑی شان والے نبی ہیں اور ان کے بیٹے سلیمان علیہ السلام ہیں۔ یہ بھی بہت بڑے نبی ہیں اور بہت سمجھ دار ہیں اور دونوں باپ بیٹا نبی ہونے کے ساتھ بادشاہ بھی ہیں اور انھوں نے بہت اچھے طریقے سے دنیا میں زندگی گزاری ہے۔ وہ اللہ کے سچے نبی تھے، ان کی صداقت میں کوئی شک نہیں۔ تورات میں یہ باتیں واضح الفاظ میں لکھی ہیں۔ پھر یہودی نے مولانا احمد الدین سے کہا: میں آپ کی دلیل تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ آپ کے پاس دلائل ہیں اور میرے پاس اس بارے میں دلائل نہیں ہیں۔ میں لکھ کر دیتا ہوں کہ میں شکست کھا چکا ہوں اور آپ کامیاب رہے ہیں۔

3 سانگلہ ہل میں مناظرہ:

ایک مناظرہ سانگلہ ہل میں بریلوی حضرات کے مشہور عالم مولانا عنایت اللہ صاحب سے ہوا۔ موضوع تھا: "نور من نور الله"۔ مولانا عنایت اللہ صاحب نے کہا کہ قرآن میں آتا ہے "نور من نور الله"۔ (یعنی نبی ﷺ اللہ کے نور میں سے نور ہیں) مولانا احمد الدین صاحب نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا آپ سب لوگ سن رہے ہیں، مسلمان ہونے کے ناتے سے آپ حق کا ساتھ دیں، باطل کا ساتھ نہ دیں۔ مولانا عنایت اللہ نے کہا ہے کہ قرآن میں "نور من نور الله" موجود ہے، حالاں کہ پورے قرآن میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ البتہ "نور علی نور" کے الفاظ سورۃ نور (پارہ 18) میں موجود ہیں۔ (یعنی روشنی پر روشنی)۔ "نور من نور الله" کہیں نہیں ہے۔ یہ شرک ہے۔

اس کے بعد مولوی عنایت اللہ صاحب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ غیب جانتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ مولانا احمد الدین نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ غیب جانتے تھے تو وہ ستر (70) صحابہ جو نبی ﷺ نے بئر معونہ میں بھیجے تھے، کیا وہ جان بوجھ کر بھیجے تھے تاکہ ہلاک ہو جائیں، (نعوذ باللہ)

اس پر مولانا عنایت اللہ نے کہا، اس سلسلے میں میری تھوڑی سی غلطی ہے تاہم میں حق پر ہوں۔

پھر اس تھانے دار نے جو انتظام کے لیے آیا تھا کہا کہ باقی باتیں تھانے میں ہوں گی۔ اب مولانا احمد الدین اور مولانا عنایت اللہ صاحب تھانے پہنچ گئے۔ تھانے میں جب دوبارہ مناظرہ شروع ہوا تو مولوی عنایت اللہ صاحب نے کہا کہ میں "نور من نور اللہ" کے الفاظ قرآن سے دکھاتا ہوں۔ وہ قرآن میں غور سے دیکھتے رہے۔ دو گھنٹے تلاش کرنے کے بعد بھی وہ قرآن سے "نور من نور اللہ" کے الفاظ نہ دکھا سکے۔ تھانے دار نے مولوی عنایت اللہ صاحب سے کہا کہ مولانا آپ جھوٹے ہیں۔ یہ لکھ کر دیں کہ یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اور میں غلطی پر ہوں، لیکن مولوی عنایت اللہ نے لکھ کر تو نہ دیا، البتہ یہ تسلیم کیا کہ میں شکست کھا چکا ہوں۔ لکھ کر دوں گا تو میرا مذہب جھوٹا ثابت ہوتا ہے جب کہ میرا مذہب صداقت پر مبنی ہے۔

مولوی عنایت اللہ نے کہا اصل بات یہ ہے کہ "نور علیٰ نور" جو قرآن میں موجود ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا پیغمبر نور پر نور ہے۔ مولانا احمد الدین صاحب نے کہا پہلے "نور من نور اللہ" کا مطلب واضح کریں، پھر دوسری بات کریں۔ "نور علیٰ نور" کے معنی روشنی پر روشنی کے ہیں، لیکن "نور من نور اللہ" کا مطلب رب کے نور میں سے نور ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے "لم یلد ولم یو لد" (یعنی نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا)، پھر مولوی عنایت اللہ نے کہا کہ میں اس معاملے میں بھی شکست تسلیم کرتا ہوں، کیوں کہ میرے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دلائل کمزور ہیں اور مولوی احمد الدین کے دلائل قوی ہیں مگر میں یہ بات لکھوں گا نہیں۔

4 سنجورو ضلع سانگھڑ (سندھ):

ایک مناظرہ سنجورو ضلع سانگھڑ (سندھ) میں مرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہوا۔ یہ مناظرہ تین دن جاری رہا، علماے کرام آتے رہے اور مرزائیوں کا جواب دیتے رہے۔ پھر آخر میں چوتھے دن مولانا احمد الدین صاحب کو بلایا گیا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ مناظرے کے اصول واضح کیے جائیں، پھر اصول کے مطابق دس دس منٹ کی ٹرم رکھی گئی۔ دونوں فریقوں کو دس منٹ کے اندر اپنا موقف واضح کرنا ہوگا۔ جب ایک فریق اپنا موقف بیان کر رہا ہو تو دوسرے فریق کو درمیان میں بولنے کی اجازت نہیں۔ وہ اپنی باری کا انتظار کرے۔

جب مناظرہ شروع ہوا تو مرزائی مناظر نے کہا کہ ہم محمد (ﷺ) کو خاتم النبیین مانتے ہیں، لیکن جو ہمارا نبی ہے، وہ خادمِ نبی ہے۔ ہم اسے کامل نبی نہیں سمجھتے۔ مولانا احمد الدین صاحب نے کہا جو خادم نبی ہے، اس کی حیثیت بھی نبی کی سی ہے، اس لیے خادمیت کے لفظ قرآن وحدیث سے دکھلائیں۔ اب مرزائی مناظر کافی دیر قرآن و حدیث سے خادمیت کا لفظ ڈھونڈتا رہا، لیکن اسے یہ لفظ نہیں ملے۔ پھر مرزائی اپنے مناظر اور کتابوں کو لے کر چلے گئے۔

5 سنجورو میں ایک اور مناظرہ:

اس کے بعد پھر ایک اور مناظرہ سنجورو ہی میں مرزائیوں کے ساتھ ہوا۔ اس میں قادیانی مناظر نے چیلنج کیا اور مولانا احمد الدین صاحب نے اس کا چیلنج قبول کیا۔ مرزائی مناظر نے مولانا سے کہا کہ آپ نے خاتم النبیین کے لفظ سے یہ ثابت کرنا ہے کہ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور میں نے یہ ثابت کرنا ہے کہ خاتم النبیین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد ایک اور نبی آئے گا اور میں اس کے دلائل دوں گا۔ مناظرہ ہوا لیکن مرزائی مناظر اپنی کسی ٹرم میں اپنے کسی دعوے کو ثابت نہیں کر سکا اور قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں دے سکا کہ مرزا غلام احمد قادیانی یا کوئی اور شخص نبی ہوگا۔

مولانا احمد الدین صاحب نے کہا کہ میں اپنے اس دعوے کے ثبوت میں دلائل دے چکا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد کوئی نبی یا کوئی غلام اور خادم نبی نہیں آئے گا۔ ہاں جو بھی آئے گا وہ کذاب ہوگا، دجال ہوگا۔ کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے بعد جھوٹے نبی پیدا ہوں گے، لہٰذا مرزا قادیانی جھوٹا نبی ہوا۔

اس مناظرے میں مرزائیوں کو شکست ہوئی۔

6 نارووال میں مناظرہ:

مولانا احمد الدین کا ایک مناظرہ نارووال (ضلع سیالکوٹ) میں ایک مرزائی کے ساتھ ہوا۔ مرزائی نے مولانا احمد الدین صاحب سے کہا کہ آپ نے یہ ثابت کرنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے۔ مولانا احمد الدین صاحب نے کہا کہ میرے پاس دلائل موجود ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آئیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئیں گے، ملک شام کے شہر دمشق کی جامع مسجد میں دو فرشتوں کے سہارے سے اتریں گے۔ پھر وہ امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ امام مہدی ان کا اصل نام نہیں، لقب ہے۔ واضح دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں آئیں گے اور ضرور آئیں گے۔ یہ جو آپ کہتے ہیں کہ مسیح موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہے، یہ حدیث کی کسی کتاب سے ثابت نہیں ہوتا، بلکہ مرزا تو جھوٹ بولتا ہے۔ کبھی کہتا ہے کہ میں ہی مریم ہوں، میں ہی خدا ہوں، میں ہی عیسیٰ ہوں اور میں نے ہی عیسیٰ کی طرف وحی کی ہے۔ کبھی نبوت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا دعویٰ کرتا ہے اور کبھی خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے، اس کا دماغ خراب ہے۔ جب کہ نبی کا دماغ خراب نہیں ہوتا۔ نبی جو بات کہتا ہے قوم کی بھلائی کے لیے کہتا ہے، دانائی کی بات کہتا ہے۔ نبی کبھی جھوٹ نہیں بولتا، نبی اپنے پاس سے کوئی بات نہیں کہتا۔ نبی کسی سلسلے میں نہ کوئی زیادتی کرتا ہے اور نہ کمی کرتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں اور سچے نبی ہیں۔ نبی ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جن کا یہ دعویٰ ہے کہ غلام احمد مسیح موعود ہے، وہ جھوٹے ہیں، البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنا ہے، وہی مسیح موعود ہیں، مرزا غلام احمد مسیح موعود نہیں ہے۔ اس کا نام غلام احمد ہے اور عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہیں نہیں کہا کہ میں غلام احمد ہوں۔ مرزا کذاب ہے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "لا نبي بعدي" میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، البتہ جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، اور مرزا غلام احمد ان ہی میں سے ہے۔

اس مناظرے میں بھی مرزائیوں کو شکست ہوئی۔

7 ایک اور مناظرہ:

اس کے بعد مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ تین دن ہوتا رہا۔ وہ کسی بھی بات پر متفق نہیں ہوتے تھے۔ مرزائی مناظر نے مولانا احمد الدین صاحب سے مناظرہ نہیں کیا تھا۔ جب مولانا احمد الدین سے مناظرے کا فیصلہ ہوا تو تین گھنٹوں تک بحث ومباحثہ چلتا رہا۔ مرزائی مناظر نے کہا کہ یہ وہابی کتے ہیں، اس طرح اس نے مسلمانوں کو لڑانے کی کوشش کی۔ مولانا احمد الدین صاحب نے یہ الفاظ سن کر بڑے تحمل سے جواب دیا کہ ہم بے ایمان مرزائیوں کے مقابلے میں شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی، اہلِ حدیث سب اکھٹے ہیں۔ اس لیے اس نے وہابیوں کو نہیں تمام مسلمانوں کو کتے کہا ہے۔ ہم محمدی باغ کے پہرے دار ہیں، ہم مرزا سور کو ہرگز اس میں داخل نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہونے دیں گے۔ یہ سن کر مرزائی مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور شام کے وقت یہ نعرہ گونج رہا تھا کہ مولانا احمد الدین زندہ آباد اور مرزائی مذہب مردہ آباد۔

8 ڈچکوٹ کا ایک اور مناظرہ:

ایک اور مناظرہ ڈچکوٹ کے علاقے میں مولانا احمد الدین صاحب نے کیا۔ وہ اس طرح کہ ایک پادری نے جو لندن سے آیا تھا، کہا کہ کوئی مسلمان میرے مقابلے میں آکر مجھ سے بات کرے۔ میں مریم صدیقہ علیہا السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ کے بارے میں جو غلط فہمیاں ہیں، وہ بہ دلائل دور کروں گا۔ اس نے اور بھی بہت سی باتیں کیں، تو بریلوی حضرات نے اپنے عالم مولوی سردار احمد سے اس پادری کے ساتھ مناظرے کے لیے کہا، لیکن مولانا سردار احمد نے مناظرہ نہیں کیا۔ البتہ مولانا احمد الدین نے مناظرہ کیا۔ اس پادری نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں۔ مولانا احمد الدین صاحب نے انجیل کے مسلسل چھبیس صفحات پڑھے اور کہا کہ عیسائیو! یہ تمھاری کتاب ہے۔ ہم بھی یہ مانتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کے سچے نبی ہیں۔ میں نے انجیل کے چھبیس صفحات پڑھے ہیں، ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ "قال إني عبدالله" (لوگو! میں اللہ کا بندہ ہوں)۔ ان چھبیس صفحات میں کہیں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ نہیں کہا گیا کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں۔ ان پادری صاحب سے جو یہاں موجود ہیں، میری گزارش ہے کہ یہ جو میں نے چھبیس صفحات پڑھے ہیں، ان میں سے ثابت کریں کہ کہیں یہ کہا گیا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے تھے۔ پادری صاحب دیر تک انجیل میں یہ الفاظ تلاش کرتے رہے، لیکن ناکام رہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ پادری صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں انہی صفحات کے حوالے دیے تھے اور ان میں ان کے حوالے کی کوئی بات بھی نہ تھی۔ مولانا نے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ عیسائیوں کے پاس اللہ کی طرف سے نازل شدہ انجیل نہیں ہے۔ یہ چار انجیلیں انھوں نے خود بنائی ہیں۔ لوقا کی انجیل، یوحنا کی انجیل، متی کی انجیل اور مرقس کی انجیل وغیرہ۔ انھوں نے کہا ایک انجیل سے چار انجیلیں بنا ڈالیں۔ ایک عام آدمی کس طرح ثابت کرے گا کہ ان میں سے کون سی سچی ہے اور کون سی جھوٹی۔ پھر مولانا احمد الدین صاحب نے دلائل دیتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ ان چاروں انجیلوں میں سے یوحنا کی انجیل قدرے سچی ہے۔ باقی انجیلوں میں شام اور عراق میں بیٹھ کر کمی بیشی کی گئی ہے اور برطانیہ میں اپنے پاس سے لکھ لکھا کر انجیل میں اضافہ کیا گیا ہے اور اس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، مریم صدیقہ خدا کی بیوی ہے۔ یہ سب جھوٹ ہے۔

مولانا نے پادری صاحب سے کہا: آپ برطانیہ سے سفر کر کے میرے ساتھ مناظرہ کرنے آئے ہیں۔ آپ یہ ثابت کریں کہ جو میں نے چھبیس صفحات انجیل سے پڑھے ہیں، کیا ان میں کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے؟ یا انھوں نے خود فرمایا ہے کہ میں اللہ کا بیٹا ہوں؟ یہ آپ کو ثابت کرنا پڑے گا ورنہ لکھ کر دینا ہوگا کہ میں (پادری) جھوٹا ہوں اور میرے سب ساتھی جھوٹے ہیں، اس لیے کہ آپ کے پاس کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ جب تک آپ اپنے حق میں دلیل نہیں دیں گے، احمد الدین مناظرہ جاری رکھے گا اور میدان سے آپ کو جانے نہیں دے گا، یا پھر آپ لکھ کر دیں کہ ہم نے انجیل میں اضافہ کیا ہے اور اپنا مذہب خود بنایا ہے۔ لہٰذا ہم جھوٹے مذہب سے عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مریم صدیقہ علیہا السلام کو خدا کی بیوی کہہ رہے ہیں۔ یہ سب باتیں انجیل میں نہیں ہیں، اور یہ کہ آپ لکھ کر دیں کہ مسلمان اپنے مذہب میں سچے ہیں۔ یہ لکھ کر دیں گے تو مناظرہ ختم ہوگا۔

بہرحال پادری صاحب کوئی ایک بھی دلیل اپنے دعوے کے ثبوت میں نہ پیش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر سکے اور یہ ثابت نہ کر سکے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور مریم صدیقہ علیہا السلام اللہ کی بیوی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً 13 گاؤں کے افراد نے اسلام قبول کرلیا اور 13 پادریوں میں سے 9 پادری اسلام قبول کر کے اہلِ حدیث ہو گئے، جن میں سے ایک پادری عراق میں زندہ ہے۔ اس کا نام سعید ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بائیسواں باب

مولانا احمد الدین گکھڑوی کے چند واقعات

(مولانا محمد رفیق سلفی کی زبانی)

مولانا محمد رفیق سلفی کا تعارف جامعہ سلفیہ کے استاذ حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی حسبِ ذیل الفاظ میں کراتے ہیں:

''مولانا محمد رفیق سلفی 1936ء میں موضع شہورہ تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ قیامِ پاکستان کے وقت عمر 10 سال تھی اور چوتھی جماعت کے طالبِ علم تھے۔ تقسیمِ ملک کے بعد پاکستان آکر رام گڑھ (موجودہ مجاہد آباد) لاہور میں رہائش پذیر ہوئے۔ قریب کی آبادی مغل پورہ میں حافظ محمد یوسف گکھڑوی مرحوم کی کوشش سے جامع مسجد توحید گنج اہلِ حدیث بنائی گئی۔ اس وقت اس مسجد میں قاری محمد ابراہیم امام ومدرس تھے اور حافظ محمد اسماعیل ذبیح مرحوم خطیب .....! مولانا محمد رفیق سلفی صاحب نے ان سے ابتدائی دینی تعلیم حاصل کی۔

1948ء میں لاہور سے موضع راہوالی نزد گوجراں والا میں منتقل ہوگئے۔

ابتدا میں راہوالی سے گکھڑ حافظ محمد یوسف صاحب سے پڑھنے کے لیے جاتے رہے۔ بعد ازاں گوجراں والا میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سے تعلیم حاصل کی اور مولانا محمد خالد گرجاکھی سے صحیح بخاری کا درس لیا۔

راہوالی میں مسجد اہلِ حدیث کے لیے جی ٹی روڈ سے مغربی جانب دس مرلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جگہ خریدی اور 1963ء میں مسجد تعمیر کی۔

مولانا محمد رفیق سلفی کامیاب خطیب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ راہوالی میں جمعے کا سب سے بڑا اجتماع انہی کی مسجد میں ہوتا تھا۔ بہترین مناظر بھی تھے اور بیسیوں کامیاب مناظرے دیوبندیوں، بریلویوں، شیعوں، عیسائیوں اور مرزائیوں سے کیے۔ خصوصاً عیسائیت اور مرزائیت کے متعلق ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔

مولانا محمد رفیق سلفی کی تبلیغی جدوجہد کا حلقہ پورے پنجاب میں پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً ضلع گوجراں والا کا کوئی گاؤں اور شہر ایسا نہیں جہاں وہ مشکل ترین حالات میں بھی کبھی پیدل اور کبھی سائیکل پر تبلیغ اور وعظ کے لیے تشریف نہ لے گئے ہوں۔

مولانا عرصہ دراز تک مرکزی جمعیت اہلِ حدیث ضلع گوجراں والا کے ناظم اور پھر امیر رہے۔

مولانا کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنا کاروبار کرتے تھے۔ مسلک اور جماعت کی خدمت فی سبیل اللہ کی جاتی تھی۔ مقامی جماعت سے کبھی تنخواہ وغیرہ نہیں لی اور نہ کبھی تبلیغی پروگراموں کا کسی سے معاوضہ لیا۔

مولانا محمد رفیق سلفی صاحب کی محنت کا ثبوت راہوالی میں جماعت کی کثرت اور اس کا فعال ہونا ہے۔ کسی زمانے میں وہاں ایک مسجد کی تعمیر بھی مشکل تھی اور اب ماشاء اللہ وہاں سات مسجدیں ہیں، جن میں مستقل جمعہ و جماعت کا اہتمام ہے۔

مولانا محمد رفیق سلفی کے حالات و واقعات تفصیل سے لکھنے چاہییں، تاکہ نئی نسل جان سکے کہ ہمارے بزرگوں نے کن کٹھن حالات سے گزر کر دینِ اسلام کی تبلیغ کی اور مسلک اہلِ حدیث کو قریہ قریہ پھیلایا۔''

حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی کی تحریر ختم ہوئی۔ اب مولانا محمد رفیق سلفی رحمہ اللہ کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زبانی مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کے چند مناظروں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ میں نے ان کے الفاظ میں کچھ رد و بدل کیا ہے۔

1 حضرت مولانا احمد الدین گکھڑوی کو اللہ تعالیٰ نے علم و عمل کے ساتھ ساتھ زبردست قوتِ حافظہ سے نوازا تھا۔ کسی نے کسی مسئلے کے متعلق سوال کیا تو مولانا ایسا مدلل و شافی جواب دیتے کہ معلوم ہوتا مولانا کی سب سے زیادہ تحقیق و مطالعہ اسی مسئلے کے متعلق ہے۔

مولانا گکھڑوی اپنے والدِ محترم کے ساتھ لوہے کا کام کیا کرتے تھے۔ گکھڑ میں ایک شخص محمود بٹ تھا۔ خوب صورت اور صحت مند جوان، سخت مزاج، بریلوی مسلک کا پیروکار، مولانا احمد الدین اور مسلک اہلِ حدیث کا شدید ترین مخالف۔

محمود بٹ صاحب نے قریبی گاؤں نت کلاں میں عیسائیوں کے ساتھ کفارہ کے موضوع پر مناظرہ طے کر لیا اور شرائط میں یہ تحریر کیا گیا کہ اگر عیسائی ہار گئے تو نت کلاں کے تمام عیسائی مسلمان ہو جائیں گے اور اگر مسلمان ہار گئے تو گاؤں کے تمام مسلمان عیسائی ہو جائیں گے۔ ایک طرف بریلوی عالمِ دین مناظر تھے اور دوسری طرف عیسائی پادری۔ مناظرہ شروع ہوا تو محمود بٹ صاحب نے محسوس کیا کہ بریلوی علما سے بات بن نہیں رہی۔

معاملہ کچھ ایسی صورت اختیار کر گیا کہ انھیں حاضرین کی طرف سے کہا جانے لگا کہ یا تو عیسائی ہونے کی تیاری کرو یا پھر کوئی ایسا مناظر لاؤ جو اس میدان کا شاہ سوار ہو۔ چنانچہ وہ گکھڑ گئے اور مولانا احمد الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت مولانا نے بھٹی گرم کی ہوئی تھی اور اپنے کام میں مصروف تھے۔ محمود بٹ نے کہا مولانا نت کلاں مناظرے کے لیے جانا ہے۔ ساری صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ اگر

www.KitaboSunnat.com
کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلمان عیسائی ہو گئے تو کوئی نہیں کہے گا کہ بریلوی عیسائی ہو گئے، یہی کہا جائے گا کہ مسلمان عیسائی ہو گئے۔ مولانا نے اسی وقت اپنا کام چھوڑا اور ایک چھوٹی سی کتاب لی اور چل پڑے۔ محمود نے کہا حضرت وہاں بہت سی کتابیں عیسائیوں نے رکھی ہوئی ہیں اور ہمارے عالموں کے پاس بھی کتابوں کا ڈھیر ہے، لیکن کچھ نہیں بن رہا۔ یہ چھوٹی سی کتاب کیا کرے گی۔ مولانا نے فرمایا: اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔

نت کلاں پہنچ کر مولانا نے عیسائی مناظر سے پوچھا کہ مسئلہ کیا ہے اور مناظرے کا موضوع کیا ہے؟ انھوں نے بتایا کہ جناب! ہمارا دعویٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھ کر اپنی پوری امت کا کفارہ ہو چکے ہیں اور ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ ہمیں ہر قسم کی تکلیف سے نجات ہو گئی ہے۔

مولانا نے عیسائی پادری کو مخاطب کر کے فرمایا: میرے ہاتھ میں آپ کی کتاب مقدس کا یہ پرانا عہد نامہ ہے۔ اس کی پہلی کتاب پیدائش باب نمبر 2، آیت نمبر 6 ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ حضرت حوا نے جب جنت میں ممنوعہ درخت کا پھل توڑ کر کھایا اور اپنے شوہر کو بھی دیا اور اس نے بھی کھایا۔ پھر خداوند خدا نے اس عورت سے کہا کہ میں تیرے دردِ حمل کو بہت بڑھاؤں گا اور تو درد سے بچہ جنے گی، (آیت نمبر 16)۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ کی بائبل کے مطابق دانہ حوا نے توڑا جس کے بدلے میں عورت کو ماہواری کا خون آتا ہے۔ سنو! عیسائیو! جس عورت کو ماہواری نہیں آتی، نہ اس کو حمل ہوتا ہے اور نہ دردِ زہ۔ تو پھر عیسیٰ علیہ السلام پوری امت کی طرف سے کفارہ کیسے ہو گئے کیوں بعض عیسائی عورتوں کو بھی ماہواری نہیں آتی۔ بعض کو حمل اور دردِ زہ نہیں ہوتا۔

معلوم ہوا کہ درد زہ اور حمل یا ماہواری کا تعلق دانہ کھانے سے نہیں اور نہ عیسیٰ علیہ السلام کفارہ ہوئے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پھر مسلمان عورتیں تو عیسیٰ علیہ السلام کو کفارہ مانتی ہی نہیں، ان کو بھی بسا اوقات دردِ زہ سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کفارہ ہو چکے ہیں اور آپ کا یہ گناہ معاف ہو چکا ہے تو پھر بچے کی پیدائش کے وقت عیسائی عورتوں کو تکلیف کیوں ہوتی ہے؟

معلوم ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کفارہ نہیں ہوئے۔ لہٰذا آپ کا مذہب غلط ہے۔ یا میری اس بات کا جواب دو اور اپنے مذہب کو سچ ثابت کرو یا پھر وعدے کے مطابق مسلمان ہو جاؤ۔

جب عیسائی پادری اس اعتراض کا جواب نہ دے سکا تو مولانا نے محمود بٹ سے فرمایا کہ محمود! میں نے اپنا کام کر دیا ہے۔ اب آپ کی ذمہ داری ہے یا ان سے جواب لیں یا ان کو مسلمان بنائیں۔

اس کے بعد مولانا نے عیسائی پادری کو مخاطب کر کے کہا کہ جس مسئلے پر چاہو مناظرہ کر لو۔ مگر عیسائی پادری کوئی جواب نہ دے سکے۔ چنانچہ تمام مسلمان خوشی سے اسلام زندہ باد..... مسلمان زندہ باد..... مولانا احمد الدین زندہ باد کے نعرے لگانے لگے۔

مولانا محمد رفیق سلفی فرماتے ہیں کہ اس مناظرے کی روداد مجھے حضرت مولانا احمد الدین کے بھائی فضل احمد نے سنائی جو میں نے امانت سمجھ کر پیشِ خدمت کر دی۔

2 اب دوسرا واقعہ سنیے!

ایک دفعہ گکھڑ میں پادری عبدالحق آئے۔ انھوں نے رات کو منادی کرا دی کہ صبح 9 بجے جی ٹی روڈ اڈا گکھڑ میں عبدالحق پادری محفل قائم کرے گا۔ پورے گکھڑ کے مسلمان علما کو چیلنج ہے کہ جس مسئلے پر مناظرہ کرنا چاہیں عبدالحق پادری تیار ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مولانا احمد الدین اس رات گھر میں موجود تھے اور شاید عبدالحق پادری کو اس کا علم نہیں تھا۔ چنانچہ صبح 9 بجے جب یہ محفل جم گئی تو مولانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احمد الدین صاحب ایک چھوٹا سا لوہے کا کیل اور بائبل لے کر مجمعے میں پہنچ گئے۔ لوگ مولانا کو دیکھ کر خوشی سے نعرے لگانے لگے۔ مولانا نے فرمایا: پادری عبدالحق آپ نے مناظرے کا چیلنج کیا ہے؟ پادری عبدالحق نے کہا میں نے چیلنج کیا ہے۔

مولانا نے فرمایا: اصول مناظرہ یہ ہے کہ چیلنج کرنے والا سائل نہیں ہوتا۔ لہٰذا سوال میرے ہوں گے اور جواب آپ دیں گے۔ پادری صاحب نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ سوال کریں، میں جواب دوں گا۔

پہلا سوال: مولانا نے یہ کیا کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تمام عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ہو چکے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

پادری عبدالحق نے کہا: ''ہمارا یہی عقیدہ ہے۔''

مولانا نے فرمایا: آپ کی بائبل میں لکھا ہے کہ جنت کے باغ سے دانہ حوا نے توڑا، خود کھایا اور خاوند کو کھانے کو دیا۔ دونوں نے شجرۂ ممنوعہ سے کھایا، جس کی وجہ سے لباس اتر گیا اور خداوند خدا نے کہا تو نے میرے درخت کا خون بہایا، میں ہر ماہ تیرا خون بہاؤں گا اور دردِ زہ بڑھاؤں گا۔

مولانا نے فرمایا: پادری صاحب سنیے! یہ ماہواری اور دردزہ کی تکلیف دانہ کھانے کے جرم میں ہے تو جن عیسائی عورتوں کو ماہواری نہیں آتی یا انھیں دردِ زہ نہیں ہوتا کیا وہ حضرت حوا کی اولاد میں سے نہیں؟ اگر ہیں تو ان کو یہ تکلیف کیوں نہیں ہوتی؟

اور پھر اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے گناہوں کا کفارہ ہو گئے ہیں تو پھر عیسائی عورتوں کو یہ تکلیف کیوں ہوتی ہے؟

مسلمان عورتوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو کفارہ نہیں مانا وہ تو یہ تکلیف اٹھائیں، لیکن عیسائی عورتیں کیوں اٹھاتی ہیں؟

معلوم ہوا کہ آپ کا یہ عقیدہ غلط ہے اور آپ کا مذہب باطل ہے۔ لہٰذا آپ کو تسلیم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنا ہوگا کہ عیسائی اپنے اس عقیدے میں جھوٹے ہیں یا پھر میری اس بات کا جواب دو۔

عیسائی پادری عبدالحق اس کا کوئی جواب نہ دے سکے۔

دوسرا سوال مولانا نے یہ کیا کہ میرے ہاتھ میں یہ انجیل متی ہے۔ اس کے صفحہ 21 باب نمبر 17 آیت نمبر 20 میں لکھا ہے کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان رکھو اور شک میں نہ پڑو تو پھر اگر اس پہاڑ سے بھی کہو گے کہ تو اکھڑ جا اور سمندر میں جا گر تو ایسا ہی ہو جائے گا۔

ان آیتوں میں ایمان کا ذکر ہے اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو آپ کے کہنے پر پہاڑ بھی سرک کر دوسری جگہ چلا جائے گا۔

اب میں (احمد الدین) آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ایمان دار ہیں یا نہیں؟

پادری عبدالحق نے جواب دیا: ''میں ایمان دار ہوں۔''

مولانا احمد الدین صاحب نے جیب سے ایک چھوٹا سا کیل نکالا اور فرمایا پادری صاحب اس کا سائز صرف ایک انچ ہے (یعنی کوئی اتنا وزنی نہیں) اس کیل کو اپنی قوت ایمانی سے اپنی طرف کھینچیے۔ اگر آپ اپنی ایمانی قوت سے کھینچ کر اسے اپنے پاس لے گئے تو آپ ایمان دار۔ اگر نہ لے جا سکے تو ایمان دار نہیں ہوں گے۔

مولانا نے فرمایا: پادری عبدالحق! یاد رکھیے میرا نام احمد الدین گکھڑوی ہے اور اس سے پہلے آپ کے ساتھ جلیاں والا باغ (امرتسر) میں کفارے کے موضوع پر مناظرہ کر چکا ہوں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ احمد الدین گکھڑ میں ہے تو آپ کبھی مناظرے کی منادی نہ کراتے۔

یہ واقعہ مولانا گکھڑوی کے بھتیجے محمد یوسف نے سنایا اور بتایا کہ عبدالحق پادری میدان چھوڑ کر چلے گئے اور مولانا سے مقابلے کی جرأت نہ کر سکے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3 تیسرا واقعہ: جنوری 1964ء میں راہوالی کی مرکزی جامع مسجد اہلِ حدیث کی تعمیر شروع تھی۔ ایک شخص مستری ابراہیم ان دنوں مسجد میں کام کر رہے تھے۔ ان کا تعلق ٹھٹھہ چھینہ سے تھا۔

حافظ محمد یوسف گکھڑوی رحمہ اللہ: جب کبھی شہر سے باہر جاتے تو خطبہ جمعہ کے لیے مولانا محمد رفیق سلفی کو حکم دیتے اور وہ گکھڑ میں حافظ صاحب کی مسجد میں (جو انھوں نے اپنے مکان کے اوپر بنائی تھی) خطبہ ارشاد فرماتے۔ ایک مرتبہ حافظ صاحب کے حکم کے مطابق جنوری 1964ء کو مولانا رفیق سلفی صاحب جمعہ پڑھا رہے تھے کہ مولانا احمد الدین صاحب آ کر مسجد میں بیٹھ گئے۔ نمازِ جمعہ کے بعد مولانا رفیق صاحب نے عرض کی کہ حضرت آپ پہلے تشریف لاتے تو آپ خطبہ ارشاد فرماتے۔ فرمایا: آج میرا جی چاہ رہا تھا کہ میں آپ کا خطبہ سنوں۔

اس کے بعد فارغ ہو کر جب مولانا محمد رفیق صاحب سائیکل پر واپس راہوالی آئے تو مستری ابرہیم نے ان سے پوچھا کہ آج مولانا احمد الدین صاحب کہاں ہوں گے؟ مولانا نے بتایا کہ آج گکھڑ میں موجود ہیں۔ مستری صاحب نے کہا کیا وہ آج ہمارے گاؤں ٹھٹھہ چھینہ چلے جائیں گے؟ وہاں چار پانچ روز سے سیالکوٹ سے ایک پادری آئے ہیں اور وہ روزانہ چیلنج کرتے ہیں کہ کوئی مسلمان جس مسئلے پر چاہے میرے ساتھ مناظرہ کر لے۔

مولانا رفیق سلفی صاحب اسی وقت واپس گکھڑ گئے اور مولانا احمد الدین صاحب سے بات کی تو مولانا فرمانے لگے پادری چیلنج کرتا ہے تو چلو اسی وقت چلتے ہیں۔ وہ کیا یاد کرے گا۔ چنانچہ مغرب کے وقت وہ ٹھٹھہ چھینہ میں پہنچ گئے۔

مولانا نے مغرب کے بعد نمازیوں سے کہا کہ پادری کے سامنے کوئی شخص

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

مجھے مولوی یا مولانا نہ کہے بلکہ بابا جی کہے۔ عشا کی نماز کے بعد پادری کے پاس گئے اور ان سے گفتگو شروع ہوئی تو کسی نے مولانا احمد الدین صاحب کو مولانا کہہ کر بلایا۔ اب پادری اس بات پر بضد ہو گیا کہ مجھے بتایا جائے یہ مولانا کون ہیں؟

مولانا فرمانے لگے کہ پادری صاحب کیا آپ ہر روز چیلنج نہیں کرتے کہ جو مسلمان چاہے میرے ساتھ مناظرہ کرلے؟ اب آپ کو کیا غرض کہ میں کون ہوں۔ میں آ گیا ہوں۔ آپ مناظرہ کریں اور اپنی صداقت ثابت کریں۔ لیکن پادری صاحب اصرار کرنے لگے کہ پہلے مجھے بتایا جائے آپ کا نام کیا ہے اور آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟

مولانا فرمانے لگے میرا نام احمد الدین ہے اور میں گکھڑ سے آیا ہوں۔ بس یہ سننا تھا کہ پادری صاحب نے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور معافی مانگنے لگے کہ میں آپ سے مناظرہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، نہ مجھے زیادہ علم ہے۔ مجھے معاف کر دیجیے۔ آیندہ میں کسی مسلمان کو مناظرے کا چیلنج نہیں کروں گا۔

مولانا محمد رفیق سلفی فرماتے ہیں کہ مولانا احمد الدین مناظرے میں ایسی شمشیرِ برہنہ تھے، جسے نہ کوئی توڑ سکا اور نہ نیام میں داخل کرا سکا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے پاس بلا لیا۔

اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ جنۃ الفردوس.

مولانا محمد رفیق سلفی صاحب نے مولانا احمد الدین کا ایک اور واقعہ بیان کیا۔

یہ واقعہ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی نے ان کو بتایا تھا۔ وہ یہ کہ وہ اور مولانا احمد الدین کہیں سے لاہور آئے تو مولانا احمد الدین فرمانے لگے لاہور میں میرا ایک دوست ہے، جسے میں ملنا چاہتا ہوں۔ وہ شخص منکرِ حدیث تھا۔ حافظ عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ ہم دونوں اس شخص کے پاس گئے تو اس نے ایک نوجوان کو کہا کہ جاؤ دو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گلاس شربت لاؤ اور ساتھ ہی دو آنے کی پسی ہوئی سرخ مرچ بھی لانا۔

مولانا احمد الدین صاحب نے اس نوجوان کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ ایک چھتر (پرانا جوتا) بھی لیتے آنا۔ وہ منکرِ حدیث کہنے لگا چھتر کا آپ نے کیا کرنا ہے؟ مولانا نے فرمایا شربت کے ساتھ تم نے سرخ مرچ کیوں منگوائی ہے؟ اس نے کہا میں نے مرچ اس لیے منگوائی ہے کہ جب آپ شربت پئیں گے تو وہ مرچیں میں آپ کے سامنے اڑاؤں گا، پھر آپ کو چھینکیں آئیں گی اور آپ الحمد للہ کہیں گے تو آپ کو ثواب ملے گا۔

مولانا احمد الدین نے فرمایا: میں نے چھتر اس لیے منگوایا ہے کہ جب تو یہ مرچیں ہمارے سامنے اڑائے گا تو تیری اس شرارت پر ہم تجھے جوتے ماریں گے اور تو صبر کرے گا تو تجھے ثواب ملے گا۔

حافظ عبدالقادر روپڑی کی روایت سے مولانا محمد رفیق سلفی کا بیان کردہ واقعہ ختم ہوا۔

اس واقعہ میں جو اجمال پایا جاتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ حدیث شریف میں آتا ہے، جس شخص کو چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے۔ وہ شخص چوں کہ حدیث کو نہیں مانتا تھا، اس لیے اس نے طنزاً کہا کہ مرچ کا اثر آپ کی ناک تک پہنچے گا تو آپ کو چھینک آئے گی اور آپ حدیث کی رو سے الحمد للہ کہیں گے تو مستحق اجر قرار پائیں گے..... مولانا نے اس کو جو چھتر مارنے کے متعلق فرمایا، اس کا پس منظر یہ ہے کہ منکرینِ حدیث کہتے ہیں کہ قرآن کے سوا کسی چیز کو نہیں ماننا چاہیے۔ قرآن میں چوں کہ صبر کی تلقین فرمائی گئی ہے اور ارشاد ہے کہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ اس پر چھتر پڑیں گے تو وہ صبر کرے گا اور اسے ثواب حاصل ہوگا۔ یعنی منکرِ حدیث نے جو طنز آمیز بات کی، مولانا احمد الدین نے قرآن کے الفاظ پڑھ کر اس کا جواب دیا۔

تاریخ اسی قسم کے واقعات کا نام ہے۔ جس شخص سے ان واقعات کا تعلق ہو، اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے متعلق پتا چلتا ہے کہ علم وعمل میں اس کا کیا مقام تھا اور اس کی بات چیت کا کیا انداز تھا، مجلس میں وہ کس طرح پیش آتا تھا اور اس کے کس قسم کے لوگوں سے مراسم تھے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی چوں کہ عالمِ دین تھے اور مناظرانہ ذہن رکھتے تھے، اس لیے گفتگو میں عام طور پر ان کے اس ذہن کی عکاسی ہو جاتی تھی اور جو لوگ اس فن سے دلچسپی رکھتے ہیں، وہ ان کی اس قسم کی باتوں سے خوش ہوتے تھے۔ مناظر کسی سے کوئی بات کرے تو وہ آسانی سے سمجھ جاتا ہے کہ اس کا مخاطب کس ذہن کا مالک ہے اور اس سے کس اسلوب سے بات کرنی چاہیے۔

مولانا محمد رفیق سلفی سے مولانا احمدالدین کے مراسم رہے تھے، اس لیے انھیں ان کے ان واقعات کا علم ہے جو ان کے سامنے رونما ہوئے۔ ہم ان کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی کی وساطت سے ان واقعات کی اطلاع دی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیئیسواں باب

وفات

حضرت مولانا احمدالدین گکھڑوی کی وفات پر عیسوی حساب سے سینتیس (37) برس کا عرصہ گزر چکا ہے۔ اس وقت گکھڑ کی مسجد اہلِ حدیث یعنی مسجد توحید گنج کے خطیب وامام مولانا عبدالواحد تھے۔ مولانا احمد الدین مرحوم کی وفات پر ہفت روزہ ''الاعتصام'' کے 6 جولائی 1973ء کے شمارے میں ان کا مضمون شائع ہوا تھا، جس میں انھوں نے لکھا تھا کہ وہ مولانا مرحوم کے مختلف مناظروں کی روداد جمع کر رہے ہیں، جسے مرتب کر کے ''الاعتصام'' میں شائع کرائیں گے، لیکن افسوس ہے، وہ بھی عرصہ ہوا وفات پا گئے۔ معلوم نہیں، ان کے مناظروں کے متعلق انھیں تفصیلات کا علم ہوا یا نہیں ہوا۔ اندازہ یہ ہے کہ انھیں اس سلسلے میں زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ اگر حاصل ہوتیں تو ''الاعتصام'' میں ضرور شائع کی جاتیں۔

بہر حال ان کا 6 جولائی 1973ء کا مضمون یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

جماعت اہلِ حدیث کے نامور خطیب، مایۂ ناز مقرر، مشہور اور کامیاب مناظرِ اسلام حضرت مولانا احمد الدین گکھڑوی مورخہ 12 جمادی الاولی 1393ھ (مطابق 14 جون 1973ء) کو بروز جمعرات بوقت چار بجے دن وفات پا گئے۔ إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون. آپ کی وفات ملتِ اسلامیہ کے لیے اور خصوصاً طائفہ منصورہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اہلِ سنت والجماعت یعنی اہلِ حدیث کے لیے نا قابلِ تلافی المیہ ہے۔ کون سا شخص ہے جو آپ کی وفات سے محزون اور کون سا ایسا دل ہے جو آپ کی وفات سے مغموم نہیں۔ جب آپ کا جنازہ پڑھا جا رہا تھا تو راقم الحروف نے خود دیکھا کہ سیکڑوں آنکھیں فرطِ غم سے اشک بار تھیں اور لوگ ہچکیاں اور سسکیاں بھر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری کوتاہیوں کو معاف کرے اور انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مولانا احمد الدین کے والد ماجد کا نام حاجی اللہ دتا تھا جو حداد برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ اپنے ننھیال کے ہاں مقام جھاں والا میں 1900ء میں پیدا ہوئے۔ ''جھاں والا'' (تحصیل وزیر آباد ضلع گوجراں والا) میں ایک گاؤں ہے۔ مولانا نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے والد صاحب کے ساتھ گکھڑ (ضلع گوجراں والا) میں اپنے آبا و اجداد کی صنعت سیکھ لی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں شروع سے ہی کام کرنے کی عادت پڑ گئی تھی۔ سستی و کاہلی سے نفرت تھی۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے اپنی آبائی صنعت میں اچھی خاصی مہارت حاصل کر لی اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں حصولِ تعلیم کا شوق پیدا ہوا۔ محنت و مزدوری کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم کے حصول میں بھی پوری دلچسپی لینی شروع کر دی۔ ذہانت، حافظہ، بیدار مغزی اور مستقل مزاجی یہ وہ خداداد اوصاف تھے جو ان میں پائے جاتے تھے۔ حصولِ تعلیم کا شوق روز بروز بڑھتا گیا، یہاں تک کہ پوری توجہ علوم وفنون کے حصول کی طرف ہو گئی۔

ایامِ طفولیت میں ہی کتب ہائے فارسی خصوصاً ''کریما''، (شیخ عطار)، ''گلستان و بوستان''، مکمل اور ''سکندر نامے'' کے دیباچے تک کا علم استاذِ مکرم میاں محکم دین مرحوم سے حاصل کیا۔ بعد ازاں سید محمد حسین سے ابواب الصرف کے تمام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابواب یاد کیے۔ صرف بہائی، صرف میر، زنجانی اور مراح الارواح کتابیں بھی استاذ مذکور سے پڑھیں۔ اس کے بعد موضع ''نت کلاں'' جا کر ایک خاموش قسم کے جید عالم دین (حضرت مولانا سلطان احمد مرحوم) سے ہدایۃ النحو، کافیہ، الفیہ مع ابن عقیل وغیرہ کتب پڑھیں۔ مولانا احمد الدین کے حالات سے واقف لوگ ضرور اس کی تائید کریں گے کہ مولانا ممدوح گھر پر اپنا کام کرتے تھے اور گرمی کی شدت میں سر پر کپڑا باندھ کر روزانہ پیدل ''نت کلاں'' جاتے اور مولانا سلطان احمد سے علم حاصل کرتے رہے۔ چنانچہ مذکورہ کتب پڑھنے کے بعد مولانا سلطان احمد ممدوح سے انھوں نے مشکاۃ شریف، کتبِ صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ) پوری توجہ اور انہماک سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ حصولِ تعلیم کے وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ لیکن افسوس کہ سولھواں سال باعثِ غم وحزن تھا، جب کہ ان کے والد ماجد ساٹھ سال کی عمر میں داغِ مفارقت دے گئے۔ اگرچہ اس عمر میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ جانے سے انسان پر رنج وغم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں، مگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے، پائے ثبات میں لغزش نہ آئی اور حصولِ علم میں برابر کوشاں رہے۔

یہ مرحلہ طے کرنے کے بعد گوجراں والا جا کر مولانا علاء الدین سے تین مہینے ترمذی اور ابوداؤد کا سبق لیتے رہے۔ واپس آ کر مولانا سلطان احمد (ساکن نت کلاں) سے بعض کتبِ صحاح دوبارہ پڑھیں۔ ان کتب کے علاوہ منطق کے رسائل: ایساغوجی، قال اقول، میر ایساغوجی اور مرقات وغیرہ مولانا موصوف سے پڑھیں۔

یہ منازل طے ہوئیں تو ان کی خداداد قوتیں یوں اجاگر ہوئیں کہ انھیں مختلف مقامات پر تقریروں کے لیے مدعو کیا جانے لگا، جس میں اللہ تعالیٰ نے انھیں بے حد کامیابی عطا فرمائی۔ دلائل کے اعتبار سے ان کی تقریر اتنی ٹھوس ہوتی تھی کہ ان کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہرہ ہر سو پھیل گیا۔ جس جلسے میں شریک ہوتے، اس کی کامیابی کا سہرا ان کے سر بندھتا۔ اسی زمانے میں انھوں نے محدثِ دوراں حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی سے شرح تہذیب پڑھی۔ بعد ازاں حضرت مولانا شریف اللہ خاں صاحب (سابق مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی، مدرسہ تقویۃ الاسلام لاہور اور جامعہ سلفیہ فیصل آباد) سے سلم العلوم اشکال اربعہ تک پڑھی۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی درسی کتابیں مختلف اوقات میں پڑھ لیں۔ غرض اس طرح انھوں نے تقریباً تمام فنون کے ضروری حصوں پر عبور حاصل کرلیا۔

برصغیر کی مذہبی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کو معلوم ہے کہ 1947ء (تقسیمِ ہندوستان) تک مذہبی اور تبلیغی لحاظ سے متحدہ ہندوستان میں مناظرات کا دور دورہ تھا، جس کے بغیر اس وقت کوئی چارہ کار نہ تھا۔ جماعت اہلِ حدیث میں اس کی سربراہی کا سلسلہ حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کے سپرد تھا یا پھر ان کے بعد حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی تھے۔

بیسویں صدی عیسوی کے تیسرے عشرے 1920ء میں ہمارے مولانا احمد الدین بھی عین عالمِ جوانی میں مناظرین و مبلغین کی اس جماعت میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ اسلام سے باہر اور مسلمانوں کے اندر ہر فرقے کے مناظرین سے انھیں سابقہ پڑا اور تقریباً ہر مناظرے میں کامیابی حاصل کی۔ ان مختلف موضوعات پر جو اس زمانے میں مناظرات کے ہوتے تھے، مولانا احمد الدین کی تقریریں بہ اعتبار ٹھوس دلائل اپنے سب معاصرین پر فائق اور طرزِ بیان میں بہت دلچسپ ہوا کرتی تھیں، اور پھر یہی انداز تاحین حیات رہا ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مناظرات اور مناظرانہ تقریروں میں سرفہرست مرزائیت کے پیدا کردہ جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

موضوع تھے، وہ تھے حیاتِ مسیح، ختمِ نبوت، صداقتِ مرزا، کذباتِ مرزا وغیرہ۔ ان عنوانوں میں سے ہر عنوان پر مرزائیوں کے بہت سے مبلغوں سے مولانا احمد الدین کے نہایت کامیاب مناظرے ہوئے۔

ان مبلغوں میں اللہ دتا (ابو العطا جالندھری ربوہ) آں جہانی، غلام رسول (راجیکی) محمد یار، سعد الدین، عبداللہ مبشر خصوصاً ملک عبدالرحمٰن گجراتی مصنف ''احمدیہ پاکٹ بک'' وغیرہم شامل تھے۔ آخر الذکر بڑا منہ پھٹ مرزائی مناظر تھا۔

مرزائیوں کے علاوہ، عیسائیوں سے بھی ان کے بہت سے مناظرے ہوئے۔ عیسائیت پر ان کا مطالعہ جس قدر وسیع تھا، اس پر آپ کی وہ تالیفات شاہد ہیں جو اکثر شائع ہو چکی ہیں۔ ایسے ہی بریلوی حنفی حضرات سے ان کے دل پسند مسائل پر بڑے مدلل مناظرے ہوتے تھے۔ دیو بندی علماے کرام سے بھی اختلافی مسائل پر ان کی مناظرانہ چھیڑ چھاڑ رہتی تھی۔ مناظروں میں مولانا احمد الدین کی یہ منفرد خصوصیت ہر جگہ نمایاں رہی کہ جو بات کرتے تھے وہ ٹھوس، وزنی اور بادلیل ہوتی تھی۔

ظاہر ہے ان سب مناظروں کی پوری روداد یں تو اب مہیا ہونی مشکل ہیں، تاہم جن مناظروں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں، ان کو یہ راقم اپنے الفاظ میں صفحہ قرطاس پر لانے کی کوشش کرے گا۔

مولانا مرحوم جہاں میدانِ مناظرہ کے شہسوار تھے، وہاں ذوقِ تحریر سے بھی کافی حد تک بہرہ ور تھے، جس پر ان کی تالیفات شاہدِ عدل ہیں۔ ان تالیفات میں جن کا پتا چل سکا ہے، مندرجہ ذیل ہیں:

1. سیرت سید العالمین: یہ کتاب رسول اللہ ﷺ کے فضائل پر جامع اور مدلل کتاب ہے۔
2. برہان الحق بجواب میزان الحق (عیسائیوں کی تردید میں)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

3. نجات الاسلام (عیسائیوں کے رد میں)

4. تقدیس سید الابرار

5. قدامت اہلِ السنۃ والجماعت یعنی اہلِ حدیث: یہ سب تالیفات شائع ہو چکی ہیں اور سکول بک ڈپو اردو بازار گوجراں والا سے مہیا بھی ہو سکتی ہیں۔

آپ کی عیسائیوں کے رد میں ایک اور تالیف بھی ہے جسے مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے ایما پر تالیف کیا گیا اور جو پادری ٹھاکر داس کی رسوائے زمانہ کتاب امہات المومنین کے جواب میں ہے۔ اس کا آپ نے نام تجویز فرمایا تھا: "ضربات المسلمين على راس الطاعين في شان أمهات المؤمنين"۔ اس کتاب کو مولانا نے املا کرایا تھا اور املا کی سعادت راقم الحروف کو حاصل ہوئی۔ اس تالیفِ لطیف کا مسودہ تھوڑے دن ہوئے تکمیل ہو کر لاہور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے ہاں پہنچ چکا ہے۔ اسے وہ جلد ہی شائع کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اللہ کرے کہ جلد طبع و اشاعت کے مراحل طے ہوں۔

اب مولانا کا ارادہ تھا کہ عصمت انبیاء علیہم السلام کے موضوع پر "عصمت نامہ" کے نام سے ایک کتاب لکھیں گے، جس کا آغاز فرما دیا تھا تا آنکہ اسی جہاد فی سبیل الاسلام میں اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اللهم ألحقه بالرفيق الاعلىٰ فاجعل جنة الفردوس مثواه و أدخله في عبادك الصالحين.

مولانا عبدالواحد مرحوم و مغفور کی تحریر ختم ہوئی، جو آج سے سینتیس (37) سال پہلے 6 جولائی 1973ء کے "الاعتصام" میں شائع ہوئی تھی۔ اس تحریر سے بہت سی پرانی یادیں تازہ ہوئیں۔ انھوں نے مولانا احمد الدین کے ایک مسودے کا بھی ذکر کیا ہے، جس کا نام "ضربات المسلمين على رأس الطاعين في شان أمهات المؤمنين" تھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور وہ پادری ٹھاکر داس کی کسی کتاب کے خلاف تھا۔ مولانا مرحوم نے وہ مسودہ انہی مولانا عبدالواحد سے املا کرایا تھا۔ مسودہ کتابی شکل میں چھپوانے کے لیے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی خدمت میں لاہور بھجوادیا گیا تھا..... معلوم نہیں مسودہ کتنے صفحات پر مشتمل تھا۔ وہ مسودہ شائع نہیں ہوا۔ یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ سینتیس (37) برس قبل کا وہ مسودہ اب کہاں ہے اور کس حال میں ہے یا کہیں گم ہوگیا ہے۔

اب مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق مولانا محمد سلیمان انصاری کا مضمون پڑھیے۔ یہ مختصر سا مضمون ''آہ! مولانا احمدالدین'' کے عنوان سے 27 جون 1973ء کے ''الاعتصام'' میں چھپا تھا۔

مولانا محمد سلیمان انصاری اس وقت ''الاعتصام'' کے عملہ ادارت کے رکن تھے۔ وفات سے چند روز پیشتر مولانا احمدالدین مرحوم نے خاص طور سے خط لکھ کر انھیں گکھڑ بلایا تھا اور فرمایا تھا کہ آپ سے ملنے کو بڑا جی چاہ رہا تھا۔

مولانا محمد سلیمان انصاری نے 30 اگست 1998ء کو وفات پائی۔

إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

مولانا محمد سلیمان انصاری لکھتے ہیں:

ضلع گوجراں والا کے مردم خیز خطے کو ہمیشہ یہ فخر رہا ہے کہ یہاں بہت سے اعاظم رجال پیدا ہوئے۔ انہی میں سے ایک مولانا احمد الدین صاحب گکھڑوی تھے جو مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبدالمجید سوہدروی اور مولانا نور حسین گرجاکھی رحمہم اللہ کے تبلیغی رفیق کار اور اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھے اور آخر ایک طویل عرصے تک بیمار رہ کر راہیِ ملکِ عدم ہوگئے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

مورخہ 14 جون (1973ء) کو بروز جمعرات مولانا محمد عطاء اللہ حنیف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بھوجیانی ایک ضروری کام سے گوجراں والا تشریف لے گئے تو مولانا حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی کے ہاں سے یہ روح فرسا خبر ملی کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی آج تقریباً چار بجے وفات پا گئے ہیں۔ حافظ صاحب موصوف نے فرمایا کہ میرے گکھڑ جانے پر جنازے کا پروگرام بنایا جائے گا۔ مولانا نے مشورہ دیا کہ بہتر ہوگا جنازہ بروز جمعہ بعد نماز عصر پڑھا جائے تا کہ مولانا کے دور دراز کے عقیدت مند بھی شریکِ جنازہ ہو سکیں۔

واپسی پر مولانا عطاء اللہ صاحب راقم کے ہاں مصری شاہ تشریف لائے اور ہم دونوں نو بجے رات میاں عبدالمجید صاحب کی کوٹھی پہنچے، تا کہ فون کے ذریعے احباب کو اطلاع پہنچا دی جائے۔ ادھر مولانا حافظ محمد یوسف صاحب نے فون پر میاں عبدالمعید صاحب کو بتا دیا کہ جنازہ جمعے کے دن بعد نمازِ عصر ہوگا۔ چنانچہ ہم نے شیخ محمد اشرف، میاں فضل حق وغیرہ سے فون پر رابطہ پیدا کر کے بہت سے احباب کو پروگرام سے مطلع کر دیا۔ شیخ محمد اشرف صاحب نے روز ناموں میں بھی خبر بھیج دی۔ میاں عبدالمعید صاحب نے لائل پور، راولپنڈی، سیالکوٹ، اوکاڑہ اور جہاں تک ہو سکا دیگر مقامات میں اطلاعات دے دیں اور جمعے کے دن صبح راقم نے لاہور کی تقریباً سب مساجد میں اطلاع دے دی تا کہ خطبوں میں اعلان ہو سکے۔ چنانچہ مقررہ وقت پر ہزاروں کی تعداد میں احبابِ جماعت اور دیگر حضرات نے مولانا کے جنازے میں شرکت فرمائی۔

مولانا احمد الدین صاحب کئی ماہ سے صاحبِ فراش تھے۔ آپ کی وفات سے علمی حلقوں میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پر ہونا بہ ظاہر مشکل نظر آتا ہے۔ مولانا مرحوم کی وفات جماعت اہلِ حدیث کے لیے ایک عظیم سانحہ ہے۔ وہ بہترین خطیب، اچھے مدرس اور کامیاب مناظر تھے۔ ان کا استدلال اتنا زوردار ہوتا تھا کہ مدِمقابل اسے توڑ نہیں سکتا تھا۔ ان کے مناظرے عیسائیوں، آریوں، مرزائیوں، منکرینِ حدیث،

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مقلدین وغیرہ سب سے ہوئے۔ مولانا کو توحید و سنت سے انتہائی محبت اور شرک وبدعت سے شدید نفرت تھی۔ ان کی حق گوئی و بے باکی ضرب المثل تھی۔ مداہنت اور مصلحت اندیشی کے یکسر خلاف تھے۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ کسی ایک جگہ جم نہ سکے اور اپنی سیمابی طبیعت کے باعث اس شعر کا مصداق رہے ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

مولانا مرحوم نے فرمایا تھا کہ وہ تعلیمی مراحل طے کر کے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی خدمت میں امرتسر گئے اور مولانا امرتسری مرحوم کی جوہر شناسی نے مسِ خام کو کندن بنا دیا۔ تفصیلی حالات تو مولانا کے ہم عصر بزرگ ہی بتا سکتے ہیں، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نور حسین گرجاکھی اور مولانا احمد الدین صاحب کی تبلیغی جوڑی مولانا امرتسری نے ہی ترتیب دی تھی، جس نے مسلکی میدان میں پورے ہندوستان میں اپنی تقریروں اور مناظروں سے تہلکہ مچا دیا۔ مولانا گرجاکھی کی وفات کے بعد تو حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد الدین صاحب بجھے بجھے سے رہتے تھے۔

مولانا مرحوم نے وفات سے ایک ہفتہ قبل راقم کو خط لکھا کہ تم آ کر مل جاؤ۔ چنانچہ حسب الحکم بندہ حاضر ہوا اور عرض کی: حضرت! آپ نے کیسے یاد فرمایا؟ فرمانے لگے کہ میری عمر کے آخری ایام میں تم نے جس اخلاص کا ثبوت دیا ہے، میرا بار بار ملنے کو جی چاہتا تھا۔ دل اداس تھا۔ تمھیں خط لکھوا دیا۔ تم آ گئے، طبیعت کو سکون ہو گیا۔ فالحمد لله علیٰ ذلك.

مختلف باتیں ہوئیں۔ علما کی نئی پود کا شکوہ فرماتے رہے کہ علم کی طرف کم توجہ دیتے ہیں اور ہم ایسے لوگوں سے استفادہ نہیں کرتے، حالاں کہ ہماری باتیں ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانے کے بعد انہی کے کام آنے والی ہیں۔

یہ راقم کی ان سے آخری ملاقات تھی۔ فرمانے لگے، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف ہماری جماعت کے بہت بڑے محقق ومدبر عالم ہیں، کاش کہ ان کی خدمات سے جماعت متمتع ہوتی، لیکن چند جاہ پسندوں کی وجہ سے جماعت جس موڑ پر پہنچ گئی ہے، وہ نہایت قابلِ افسوس ہے۔

راقم الحروف اجازت لے کر واپس آنے لگا تو فرمانے لگے مولانا محمد عطاء اللہ صاحب کی خدمت میں میرا بہت بہت سلام عرض کرنا اور درخواستِ دعا بھی..... میں آخری سلام عرض کر کے رات کو لاہور واپس آ گیا اور تقریباً آٹھ دن کے بعد آپ کی وفات کی خبر آ گئی۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

مولانا محمد سلیمان کی تحریر ختم ہوئی جو قارئین ذی اکرام نے پڑھ لی۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا احمد الدین کا جنازہ گکھڑ کی تاریخ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔ مولانا مرحوم کے بھتیجے مرزا محمد یونس نے ایک خط میں بتایا کہ مولانا کا جنازہ ڈی، سی ہائی سکول کی فٹ بال گراؤنڈ میں حافظ محمد یوسف گکھڑوی نے پڑھایا تھا۔ پوری گراؤنڈ لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ گکھڑ کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا جنازہ تھا۔ جنازے میں لوگوں کا اتنا بڑا ازدحام دیکھ کر ہماری گلی کے ایک شخص چودھری نذر احمد پٹواری جو مولانا کے ہم عمر تھے، اونچی اونچی رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

''احمد الدین! سانوں تاں پتا اج لگا اے کہ توں کی ایں۔''

احمد الدین ہمیں تو آج پتا چلا ہے کہ تم کتنے بڑے آدمی ہو۔

یہی مرزا محمد یونس مولانا احمد الدین کی کتابوں کے متعلق بتاتے ہیں کہ مولانا کی وفات کے بعد ان کی تمام کتابیں ہماری تایا زاد بہن لے گئی تھی، جس کی شادی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گوجراں والا کے ایک امیر گھرانے میں ہوئی۔ اس کے سسرال والوں نے اپنے کارخانے کے قریب حافظ آباد روڈ پر مسجد مبارک کے نام سے مسجد تعمیر کرائی ہے۔ وہ کتابیں اس مسجد میں رکھ دی گئی ہیں اور وقف ہیں۔ جو شخص چاہے، وہاں بیٹھ کر ان سے استفادہ کر سکتا ہے۔ اس طرح یہ کتابیں مولانا مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ ہیں۔

بہت اچھا ہوا کہ مولانا احمد الدین گکھڑوی مرحوم ومغفور کی کتابیں ایک مسجد میں رکھ دی گئی ہیں اور وقف کر دی گئی ہیں۔ لیکن مسجد میں کتابوں کا محفوظ رہنا بالعموم مشکل ہوتا ہے۔

مولانا احمد الدین امیر آدمی نہیں تھے۔ انھوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر بے حد ناموافق حالات میں کتابیں خریدی ہوں گی۔ ان کی حفاظت کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگ کتابیں لے جائیں اور پھر واپس نہ کریں۔ مسجد کے متولیوں کا فرض ہے کہ وہ مولانا مرحوم کے اس علمی سرمایہ کی ہر قیمت پر حفاظت کریں۔ اگر ان میں سے ایک کتاب بھی ضائع ہوگئی تو اللہ کے دربار میں مسجد کے متولیوں سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا۔ یہ بہت بڑی امانت ہے، اس کی حفاظت انتہائی ضروری ہے۔ بلکہ مسجد کے متولیوں کو چاہیے کہ مختلف موضوع کی کتابیں خرید کر مولانا مرحوم کے وقف شدہ کتب خانے میں اضافہ کریں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

چوبیسواں باب

مولانا گکھڑوی کے دو خواب

(حافظ محمد یوسف گکھڑوی کا مکتوبِ گرامی مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کے نام)

مولانا حافظ محمد یوسف گکھڑوی مشہور عالم دین اور معروف خطیب تھے۔ بے حد مخلص، پر جوش مبلغ و واعظ اور بلند اخلاق بزرگ۔ ان کا مولد و مسکن موضع گکھڑ (ضلع گوجراں والا) تھا۔ گزشتہ صفحات میں متعدد مرتبہ ان کا نام آیا ہے۔ وہ مولانا احمد الدین کے قریب ترین رفیق تھے، ان کے حلقہ شاگردی میں بھی رہے۔ حضرت مولانا محمد علی لکھوی سے چینیاں والی مسجد (لاہور) میں حدیث کی بعض کتابیں پڑھیں اور سند لی۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی ان پر بہت اعتماد فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنی بیماری کے زمانے میں مولانا غزنوی نے ان کو خط لکھا تھا کہ چینیاں والی مسجد میں جمعہ پڑھایا کریں، لیکن یہ اپنی بعض مجبوریوں کی وجہ سے یہ خدمت انجام نہیں دے سکے تھے۔ گکھڑ کی اولیں مسجد اہلِ حدیث مسجد توحید گنج ہے۔ یہ مسجد حافظ صاحب کے والدِ گرامی نے اپنے ذاتی مکان میں اپنے خرچ سے تعمیر کرائی تھی۔ اب یہ وہاں کی مشہور مسجد ہے۔ اس میں حفظ قرآن کا مدرسہ بھی جاری رہا۔ حافظ صاحب نے 7 مئی 1980ء کو گوجراں والا میں وفات پائی۔

ذیل میں دو خواب درج کیے جا رہے ہیں جو مولانا احمد الدین گکھڑوی نے دیکھے اور حافظ صاحب سے بیان کیے۔ مولانا کی وفات کے گیارہ بارہ روز بعد 16

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جون 1973ء کو حافظ صاحب نے بذریعہ خط یہ دونوں خواب حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کو بتائے اور پھر یہ خواب 13 جولائی 1973ء کے اخبار ''الاعتصام'' میں شائع ہوئے۔ اب یہ خواب اس کتاب میں درج کیے جا رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

16 جون 1973ء

بسم الله الرحمن الرحيم

محترمی و مکرمی حضرت مولانا محمد عطاء اللہ صاحب حنیف

زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولانا احمد الدین صاحب کے جنازے کا وقت جو آپ نے ارشاد فرمایا تھا، مولانا کے لواحقین نے منظور کیا اور الحمد للہ اس کے نتائج بھی خاطر خواہ رہے اور اس ولی اللہ کے جنازے میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ اللهم اغفرله وارحمه وأدخله في عبادك الصالحين.

مرحوم کے دو خواب میرے خیال میں شاید اور کسی کو معلوم نہ ہوں۔ میں وہ عرض کر دیتا ہوں۔ مزید احوال کے لیے آپ مولانا محمد اقبال صاحب نظام آبادی خطیب جامع مسجد اہلِ حدیث قلعہ گجر سنگھ (لاہور) سے معلوم کر لیں۔ موصوف مولانا مرحوم کے شاگرد ہیں۔ مولوی ہدایت اللہ صاحب ڈھونی کے والے، مولوی عبدالسلام عرف روشن دین پونچھوی اور حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی کے علاوہ بھی ان کے بہت سے شاگرد ہیں۔ ان سے بھی رابطہ قائم کرنے پر حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔

پہلا خواب:

محترم مولانا احمد الدین جن دنوں مرزائیوں سے مناظرات میں مشغول تھے اور مقامی دو عدد مرزائی علم دین اور اللہ ودھایا سے حدّ ادی کی دکان پر جہاں ہم جا کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعلیم حاصل کرتے تھے، دن بھر گفتگو رہتی تھی تا کہ ان مقامی مرزائیوں کو راہِ راست پر لایا جائے، لیکن وہ دونوں اپنے فاسد عقیدے پر مرے۔

انہی ایام میں مولانا صاحب مرحوم نے ایک رات خواب دیکھا:

''لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ان کے مکان پر جمع ہے اور انھوں نے شور مچایا ہوا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا جنازہ ان کے مکان پر موجود ہے۔ مولانا یہ بات سن کر گھر گئے تو دیکھا کہ واقعی چار پائی پر ایک نعش رکھی ہوئی ہے اور اس سے بدبو اٹھ رہی ہے۔ مولانا نے فوراً حکم فرمایا کہ اس خبیث کو اٹھا کر فوراً لے جاؤ۔ چنانچہ اس کو اٹھا کر لے جایا گیا۔''

میرے خیال میں ان کی تبلیغ سے واقعی مرزائیت کا جنازہ اٹھ گیا، چنانچہ غالباً اس خواب کے بعد مولانا نے شملہ میں جلال الدین شمس مرزائی سے مناظرہ کیا اور اسی میدان میں 17 مرزائی مرزائیت سے تائب ہو گئے۔

دوسرا خواب:

بوہڑ والی مسجد اور دیگر مساجد جو گکھڑ میں اس وقت موجود تھیں یعنی قیامِ پاکستان سے پہلے۔ یہ سب مسجدیں ان بریلویوں کے قبضے میں تھیں جو آج کل کے بریلویوں سے بہت بہتر تھے۔ مولانا احمد الدین صاحب اور ان کے چچیرے بھائی مولوی فضل احمد صاحب اور پھر کچھ وقفے کے بعد میرے محترم بھائی ابو الشفا حکیم محمد امین صاحب کی کوششوں سے لوگ توحید وسنت سے روشناس ہوئے۔ چنانچہ مولانا احمد الدین صاحب مرحوم نے غالباً ایک سال تک گکھڑ کی مسجد بوہڑ والی میں جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا، جس سے لوگوں کے دل بہت حد تک توحید وسنت کی طرف مائل ہو گئے۔ سب نے مل کر مولانا مرحوم سے کہا کہ اگر آپ رفع الیدین اور آمین بالجہر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ترک کر دیں تو آپ ہی جمعہ پڑھایا کریں، آپ کو ماہوار وظیفہ بھی پیش کیا جائے گا۔ مولانا سخت غصے میں آ کر فرمانے لگے کہ اگر مجھے جارج پنجم (جو اس وقت حکومت برطانیہ کا بادشاہ تھا) تخت بھی دے اور سنت چھوڑنے کے لیے کہے تو میں ہرگز قبول نہ کروں گا۔ اس کے بعد مولانا نے وہاں کی خطابت سے علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر مولوی علم الدین صاحب دیوبندی آئے۔ ان موصوف کی امامت وخطابت کے دوران ہی میرے والد محترم کو بوہڑ والی مسجد سے محض رفع الیدین اور آمین بالجہر کی بنا پر زدوکوب کر کے نکالا گیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی میرے والد محترم نے اپنا ایک ذاتی مکان مسجد اہلِ حدیث کے لیے وقف کیا تھا، جو آج کل مسجد توحید گنج کی شکل میں موجود ہے۔

میں لاہور میں تعلیم اور ملازمت کے شغل میں مشغول تھا کہ گکھڑ کی اس بوہڑ والی مسجد میں انقلاب آ گیا۔ یعنی مولوی علم الدین صاحب کو برطرف کر کے مولوی محمود صاحب دیوبندی کو جو غالباً مولانا حسین علی واں بھچراں والا رحمہ اللہ کے شاگرد یا مرید تھے، لایا گیا۔ ان سے مولانا احمد دین صاحب کی گفتگو فاتحہ خلف الامام پر کئی دن تک رہی۔ اس گفتگو میں میں بھی موجود تھا۔ مولانا محمود صاحب اس گفتگو میں اپنے آپ کو دلائل کے لحاظ سے ہلکا محسوس کرتے تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے موصوف اپنے مقتدیوں کو گلی میں لے جا کر اکیلے کھڑے ہو کر سمجھانے کی کوشش کرنے لگے۔

اسی دوران میں ایک دن مولانا احمد الدین نے فرمایا کہ آج میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ:

”میں گھر پر موجود نہیں ہوں۔ مجھے کسی نے آ کر اطلاع دی کہ آپ کے گھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ مہمان آئے ہوئے ہیں۔ میں گھر پہنچا تو حضرت امام رحمہ اللہ کو سفید لباس میں نہایت خوب صورتی کے عالم میں دیکھا۔ میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور گفتگو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شروع ہوئی۔ میں نے گفتگو کے دوران امام صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اگر آپ کو صحیح حدیث فاتحہ خلف الامام کے بارے میں مل جاتی تو آپ اس کے متعلق وہ کچھ نہ کہتے جو آج کل کہا جا رہا ہے۔ اس جملے پر حضرت امام مسکرا دیے۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ واقعی امام صاحب کو ایسا ہی کرنا چاہیے تھا۔ حضرت امام نے فرما دیا ہے۔ "اذا صح الحديث فهو مذهبي"

جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔

خواب ختم ہوا۔

اس سے آگے حافظ صاحب مولانا عطاء اللہ صاحب کو لکھتے ہیں:

آپ "الاعتصام" کے ذریعے لوگوں سے اپیل کریں کہ وہ مولانا احمد الدین کے حالات اور علمی نکات نقل کر کے بھیجیں جیسا کہ ان کا ایک علمی لطیفہ مجھے بھی یاد آ گیا ہے۔

ایک چکڑالوی منکرِ حدیث سے مولانا احمد الدین کی گفتگو ہوئی۔ مولانا نے فرمایا: "یہ بتاؤ کہ فرعون کیوں غرق ہوا؟ اس نے کیا جرم کیا تھا؟ کیا اس نے تورات کا انکار کیا تھا؟"

جب مولانا نے بار بار اسے جھنجھوڑا تو اس نے کہا کہ آپ ہی بتائیں۔

مولانا نے فرمایا:

"تورات فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ﴾ الآية [سورة القصص] اس کے غرق ہونے کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حدیث سے انکار تھا۔ حدیث موسوی کو نہ مانا تو ڈبو دیا گیا۔"

والسلام (دعا گو محمد یوسف گکھڑوی)

خوانندگانِ محترم نے حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی مرحوم و مغفور کے رقم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فرمودہ الفاظ پڑھے۔ انھوں نے چند حضرات کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں کہ ان سے رابطہ قائم کیا جائے تو مولانا احمد الدین کے حالات، ان کے مناظرات کے واقعات اور ان کے بیان کردہ علمی نکات کا پتا چل سکتا ہے۔ خود بھی انھوں نے ایک منکرِ حدیث سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا مرحوم کا ''حدیث موسیٰ'' والا نکتہ بیان کیا جو نہایت عمدہ علمی نکتہ ہے۔ لیکن ان کی وفات کے بعد ان سے متعلق کسی عالمِ دین، ان کے کسی شاگرد اور ان کے کسی رفیقِ مناظرہ و وعظ نے کچھ نہیں لکھا۔ مولانا کی وفات جون 1973ء کو ہوئی اور حافظ صاحب نے ان سے سات سال بعد مئی 1980ء میں سفرِ آخرت اختیار فرمایا۔ لیکن سات سال کے اس طویل عرصے میں خود حافظ صاحب نے بھی ان کے بارے میں کچھ نہیں تحریر فرمایا، صرف یہی کچھ لکھا جو اوپر درج کر دیا گیا ہے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی علمی اعتبار سے بڑے نکتہ شناس اور استدلالی مزاج کے عالمِ دین تھے اور استنباطِ مسائل کی بے پناہ صلاحیت ان میں پائی جاتی تھی۔ کہنا چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں کسی حد تک ''درجۂ اجتہاد'' پر فائز تھے۔ افسوس ہے ان کی اس قسم کی صلاحیتوں کو کما حقہ اجاگر نہیں کیا گیا اور ہم ان کے بیان فرمودہ بے شمار علمی نکات سے محروم رہ گئے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس ''محرومی'' کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

اس سوال کا جواب بڑا تلخ ہے۔ میں صاف الفاظ میں عرض کروں گا کہ اس کی ذمہ داری ان سب حضرات پر عائد ہوتی ہے جو ان سے دوستی اور تلمذ کا تعلق رکھتے تھے اور ان کے ساتھ جلسوں اور مناظروں میں شرکت فرماتے تھے۔ ان کی رفاقت میں سفر کرتے اور ان سے تقریریں کراتے تھے۔ ان کا فرض تھا کہ ان کی مجلسی گفتگو کا ریکارڈ بھی رکھتے اور ان کے مناظروں کی تفصیل بھی ضبطِ تحریر میں لاتے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

انھیں خوب معلوم تھا کہ وہ خود بے اولاد ہیں اور ان کے بھتیجے بھانجے اور دیگر رشتے دار بے علم ہیں۔ اس صورت میں تحریر و کتابت کے اصل ذمہ دار ان کے دوست احباب اور شاگرد ہی تھے۔ لیکن انھوں نے اس ذمہ داری کا احساس نہ فرمایا۔

اس قسم کی باتوں کے پیش نظر میرا پھر جی چاہتا ہے کہ اپنے اہلِ علم عزیزوں اور دوستوں کی خدمت میں انتہائی ادب کے ساتھ عرض کروں کہ اپنی علمی تاریخ کو منجمد نہ کریں، جہاں تک ممکن ہو اپنی علمی مساعی کو قلم و قرطاس کی گرفت میں لانے کی کوشش فرمائیں۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کے جو واقعات قارئین کرام کے مطالعہ میں آئے ہیں، ان کے حصول کے لیے اس فقیر کو بڑی تگ و تاز کرنا پڑی ہے۔ دن رات لگا کر بے حد محنت سے یہ کتاب مکمل ہوئی ہے۔ میں ان حضرات کا نہایت شکر گزار ہوں جو زیادہ عرصہ ان کی خدمت میں نہیں رہے، لیکن ان کے بارے میں بہت سی باتوں سے مطلع فرمایا۔

بارگاہِ الٰہی میں عاجزانہ دعا ہے کہ وہ اس مخلص ترین خادم دین کو جو احمد الدین کے نام سے موسوم تھا، جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

اللهم اغفر له وارحمه وأدخله جنة الفردوس.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پچیسواں باب

چودھری عبدالواحد گوندل کے تین مکتوباتِ گرامی

اگست 1949ء میں ہفت روزہ ''الاعتصام'' گوجراں والا سے مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا تھا اور میں وہاں اخبار کے معاون مدیر کی حیثیت سے خدمات انجام دیتا تھا۔ 1952ء کے آخر تک یہ گوجراں والا سے شائع ہوتا رہا۔ پھر اخبار لاہور منتقل ہو گیا تھا۔ گوجراں والا کے اس تین سالہ دورِ قیام میں وہاں کے بہت سے حضرات سے تعلقات پیدا ہوئے، نہایت افسوس ہے ان میں سے بے شمار دوست وفات پا گئے ہیں، جو بہت یاد آتے ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ اس دور کو گزرے ہوئے 62/63 سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے۔ اس دور کے جو دوست زندہ ہیں (اللہ ان کی زندگی دراز کرے) وہ ہیں: چودھری عبدالواحد گوندل، جناب عبدالرحیم میر، جناب محمد امین کھوکھر، جناب ضیاء اللہ کھوکھر اور جناب خواجہ محمد یوسف۔ اب ہم سب عمر کی اس منزل میں داخل ہو گئے ہیں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ چودھری عبدالواحد گوندل اس عہدِ قدیم میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کا خطبہ جمعہ قلم بند کر کے اس فقیر کے حوالے کیا کرتے تھے جو ہر ہفتے ''الاعتصام'' میں شائع کیا جاتا تھا۔ ایک عرصے تک مرحوم خواجہ محمد قاسم بھی حضرت مولانا سلفی کا خطبہ جمعہ مرتب کرتے رہے۔ مولانا کے یہ خطبات ان کی وفات کے کئی سال بعد ''خطباتِ سلفیہ'' کے نام سے نعمانی کتب خانہ (اردو بازار لاہور) نے کتابی صورت میں شائع کر دیے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نعمانی کتب خانے کے اصحابِ انتظام کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے۔

2011ء میں اس فقیر کی کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ'' شائع ہوئی تو چودھری عبدالواحد گوندل نے اسے پڑھ کر مجھے خط لکھا جو میں نے اپنی دانست میں سنبھال کر رکھا، لیکن کاغذوں کے ڈھیر میں دب گیا۔ اب پرانے کاغذات دیکھ رہا تھا کہ حسنِ اتفاق سے وہ مکتوب مل گیا۔ اب اسے قارئینِ کرام کے مطالعہ کے لیے کتاب کی طبع دوم میں شائع کیا جا رہا ہے۔ میں نے مقدمہ کتاب (صفحہ 23) میں لکھا تھا کہ:

> ''مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، بہت سے دروازوں پر دستک دے دے کر لکھا گیا ہے اور یہ بھی ہمارے عزیز القدر دوست مولانا عارف جاوید محمدی (مقیم کویت) کی سعیِ پر خلوص کا نتیجہ ہے۔ ان کی بار بار تاکید پر کچھ مواد جمع ہو گیا، جسے کتابی شکل دے دی گئی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس شکل میں کچھ جان بھی ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کی نبض اب لائقِ احترام قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔ وہی فیصلہ کریں گے کہ اس میں تھوڑی یا بہت جان ہے یا نہیں ہے۔''

اب چودھری صاحب کا مکتوب ملاحظہ ہو جو انھوں نے 16 نومبر 2011ء کو ارسال فرمایا۔ اس مکتوب میں بہت سی باتیں درج ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

محترم جناب بھٹی صاحب! السلام علیکم

عزیزی عطاء السلام صاحب نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کے متعلق آپ کی بے حد مشکل کاوش عطا کی۔ آپ نے یہ کیا لکھ مارا کہ ''اس میں تھوڑی بہت جان ہے یا نہیں''۔ تھوڑی نہیں خاطر جمع رہے، اس میں ضرورت سے زیادہ جان موجود ہے۔ میری طرف سے اس کتاب کی تصنیف پر آپ کو مبارک باد!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صفحہ 79 پر مناظرہ گوجراں والا کا ذکر ہے۔ اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے، اس میں وضاحت کی ضرورت ہے۔ میں ان دنوں محبوب عالم سکول میں میٹرک کا طالب علم تھا اور حزب اللہ میں شامل اور اس کا سرگرم رکن۔[1]

اس مناظرے کی تحریک بریلوی حضرات کی طرف سے ہوئی تھی۔ مولانا بشیر حسین جن کو ''بلبلِ قبرستان'' کا خطاب ہمارے بریلوی بھائیوں نے دے رکھا تھا اور وہ ماشاء اللہ بقول ان کے مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم ومغفور کے شاگرد بھی تھے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم مولانا سے پائی تھی۔ وہ اور مولانا محمد عمر اچھروی جامع مسجد اہلِ حدیث (چوک نیائیں) میں آئے۔ چند اور صاحبان بھی ان کے ساتھ تھے۔ مناظرے کا چیلنج کافی دنوں سے چل رہا تھا۔ اب وہ جامع مسجد اہلِ حدیث میں مولانا سلفی کے پاس مناظرے کی شرائط اور وقت طے کرنے کے لیے آئے تھے۔ میں اس مجلس میں موجود تھا۔

مناظرے کی شرائط خوش اسلوبی سے طے پا گئیں۔ اس ضمن میں عجیب بات یہ ہوئی کہ تمام شرائط جو مولانا سلفی نے پیش کی تھیں، کافی بحث وتمحیص کے بعد ان دونوں (مولانا محمد اچھروی اور مولانا بشیر حسین) نے تسلیم کر لیں اور انھیں تحریر میں لا کر اس پر فریقین کے دستخط کرا لیے گئے۔ مولانا محمد عمر اچھروی اور مولانا بشیر حسین کے تشریف لے جانے کے بعد ایک بزرگ نے اس مجلس پر پنجابی میں یہ تبصرہ کیا:

> ''مولوی اسماعیل نے تے انھاں مولویاں دا ژور مناظرے توں پہلے ای کرا چھڈیا اے، انھاں ہن مناظرہ کی کرنا اے۔'' (یعنی مولانا اسماعیل نے تو مناظرے سے پہلے ہی ان مولویوں کا زور ختم کر دیا ہے، اب یہ کیا مناظرہ کریں گے)۔

---

[1] ''حزب اللہ'' نام کی جماعت مولانا ابوالکلام آزاد نے بنائی تھی اور اس میں بے شمار نوجوان شامل تھے۔ گوجراں والا کے لوگ اس جماعت سے بالخصوص دل چسپی رکھتے تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مناظرہ بڑے قبرستان کی جنازہ گاہ میں ہوا تھا۔ صبح نو بجے سے لے کر نمازِ ظہر تک مناظرہ جاری رہا۔ پھر مغرب سے قبل مجلس برخاست ہوئی۔ مناظرہ مولانا نور حسین گرجاکھی نے کیا تھا، جب کہ ان کے معاونوں میں مولانا احمد الدین گکھڑوی سمیت حضرت حافظ محمد گوندلوی، حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی، مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہم اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے علمائے اہلِ حدیث اس محفلِ مناظرہ میں موجود تھے۔ حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی خاص طور پر مناظرے میں دل چسپی لے رہے تھے۔

مولانا محمد عمر اچھروی نے اس موقعے پر ایک پھبتی کسی۔ حضرت حافظ صاحب عمامہ اتار کر سٹیج پر بیٹھے تھے۔ انھیں دیکھ کر مولانا محمد عمر نے ایک حدیث پڑھی کہ ایک وقت آئے گا، کچھ لوگ ہوں گے جن کے سر منڈھے اور ڈاڑھیاں بڑھی ہوں گی۔ پھر حافظ صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا: وہ دیکھو اس قسم کے لوگ بیٹھے ہیں۔

بریلوی حضرات کی طرف سے مناظر مولانا محمد عمر اچھروی تھے اور ان کے معاون تھے مولانا بشیر حسین اور گجرات کے ایک عالم پیر فیض الحسن صاحب ان کے سپیکر تھے۔

پہلے دن کے مناظرے کا موضوع تھا علمِ غیب۔ پہلے مولانا نور حسین گرجاکھی نے زور دار تقریر کی جو ایک گھنٹا جاری رہی۔ انھوں نے قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ، احادیثِ پاک، اقوالِ ائمہ کرام اور سیرتِ طیبہ کے بعض واقعات سے ثابت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں تھا۔ اس سلسلے میں انھوں نے شیخ سعدی کے چند اشعار بھی پڑھے۔ ایک گھنٹے کی تقریر میں انھوں نے علمِ غیب کے موضوع سے متعلق بہت کچھ بیان کیا۔ پھر یہ کہہ کر بیٹھ گئے کہ اب مولانا محمد عمر اچھروی ان باتوں کا جواب دیں۔

اب اچھروی صاحب جوابی تقریر کے لیے کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی پیر فیض الحسن اور مولانا بشیر حسین بھی کھڑے ہو گئے۔ اچھروی صاحب نے بیس منٹ تقریر کی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ان کے بعد مولانا نور حسین گرجاکھی پھر تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اور مزید دلائل دیے کہ نبی ﷺ کو غیب کا علم نہ تھا۔ اس تقریر سے لوگ پہلے سے بھی زیادہ متاثر ہوئے۔

دونوں حضرات کی تقریریں لوگ نہایت خوشی اور تحمل سے سن رہے تھے۔ کسی طرف سے کسی کی مخالفت نہیں کی گئی۔ تاہم بریلوی حضرات پریشان دکھائی دے رہے تھے۔ اتنے میں ظہر کی اذان ہوئی تو پریشان حضرات کی جان میں جان آئی۔

پہلی تقریروں کے بعد دونوں مناظروں کی دس دس منٹ کی باریاں مقرر تھیں، لیکن مولانا محمد عمر اچھروی بسا اوقات پانچ منٹ کے بعد ہی بیٹھ جاتے تھے، جب کہ مولانا نور حسین گرجاکھی کو اپنی بات مکمل کرنے کے لیے دس منٹ بھی کم ہوتے۔

اب مناظرہ دوسرے دن کے لیے ملتوی ہو گیا۔ دوسرے دن کا موضوع تھا نبی اکرم ﷺ کا مختارِ کل ہونا۔ بریلوی علما نے ثابت کرنا تھا کہ نبی اکرم ﷺ ہر معاملے میں مختارِ کل ہیں، جب کہ مولانا نور حسین کا یہ موقف تھا کہ مختارِ کل نبی ﷺ نہیں، بلکہ اختیارات کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ مناظرہ مغرب تک جاری رہا اور لوگ نہایت سکون سے بیٹھے مناظرین کی باتیں سنتے رہے، لیکن تیسرے دن مناظرہ نہیں ہوا، اس لیے کہ بریلوی حضرات نے شہر کے حکام بالا سے بات کی اور یہ تاثر دیا کہ مناظرے کی وجہ سے شہر میں فساد کا خطرہ ہے۔ ان کے کہنے پر مقامی حکومت نے شہر میں دفعہ 144 نافذ کر دی اور مناظرے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

یہ مناظرہ قیامِ پاکستان سے دو یا تین سال پہلے ہوا تھا، لیکن افسوس ہے گوجراں والا کے اس بہت بڑے اور مشہور مناظرے کی روداد کسی نے قلم بند نہیں کی۔ دلائل کے اعتبار سے بھی اہلِ حدیث کا یہ کامیاب مناظرہ تھا اور یہ بات بھی نہایت اہم تھی کہ بہت بڑی حاضری کے باوجود لوگوں نے بے حد سکون اور اطمینان سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دونوں طرف کے علماے کرام کی باتیں سنیں اور مولانا نور حسین کی تقریر سے علمِ غیب کے بارے میں لوگوں کے شکوک رفع ہو گئے۔

اسی مجلس میں مولانا بشیر حسین کے ایک مرید نے مولانا نور حسین کی تقریر سن کر اپنے بریلوی ساتھی سے پنجابی میں کہا: ''وہابیوں کا مولوی تو قرآن کی آیتیں پڑھتا تھا اور تم سے جواب میں کچھ بھی نہ ہو سکا۔''

اگلے دن کلاس میں ہمارے ایک ٹیچر نے لڑکوں سے پوچھا: ''تم نے مناظرہ سنا تھا؟'' سکول کے اکثر طلبا مناظرہ سننے گئے تھے۔ ''تم بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ کو غیب کا علم تھا یا نہیں؟'' صرف دو تین لڑکوں نے کہا کہ حضور کو غیب کا علم تھا، ان کے علاوہ تمام لڑکوں نے یہی جواب دیا کہ حضور کو غیب کا علم نہیں تھا۔

ٹیچر نے کہا: ''حقیقت یہی ہے حضور کو غیب کا علم نہیں تھا۔'' انھوں نے فرمایا: ''کیا تم نے یہ نہیں پڑھا کہ ایک قبیلے کے لوگ نبی مکرم ﷺ کے پاس آئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے ساتھ لے گئے کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے خود بھی قرآن پڑھیں گئے اور اپنے بچوں کو دین کی تعلیم بھی دلائیں گے، لیکن انھوں نے نبی مکرم ﷺ سے دھوکا کیا تھا اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شہید کر دیا تھا۔ اگر حضور ﷺ کو غیب کا علم ہوتا تو وہ صحابہ کو ان دھوکے بازوں کے ساتھ کیوں بھیجتے؟ اگر اب بھی تمھارا جواب یہ ہے کہ حضور غیب جانتے تھے تو ان صحابہ کو بچانے کے بجائے، قتل کرنے میں (نعوذ باللہ) نبی ﷺ بھی شامل تھے؟''

یہ الفاظ سن کر ساری کلاس میں شور مچ گیا: ''حضور کو غیب کا علم نہیں تھا، حضور کو غیب کا علم نہیں تھا.....''

بھٹی صاحب! یہ چند باتیں یاد رہ گئیں اور بہت کچھ بھول گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

والسلام

عبدالواحد گوندل

16 نومبر 2011ء

چودھری عبدالواحد گوندل کے اس مکتوب کے ساتھ ان کے دو مکتوب اور تھے جو کہیں غائب ہو گئے تھے اور اب ملے ہیں، ان کا مطالعہ بھی میرے خیال میں فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔ ان کی تاریخ تحریر بھی 16 نومبر 2011ء ہے۔

ان میں سے ایک مکتوب کا تعلق حضرت حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ سے ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

جناب بھٹی صاحب! السلام علیکم

ایک بزرگ صوفی نذیر احمد صاحب نے حضرت حافظ محمد صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی لکھنے شروع کیے تھے۔ اس ضمن میں انھوں نے تین سو صفحات لکھ کر مجھے نظر ثانی کے لیے دیے تھے۔ میں نے دیکھ کر ان کو واپس کر دیے اور اس کے چار دن بعد وہ فوت ہو گئے۔ ان کا کہنا تھا کہ میں اتنے صفحات اور لکھوں گا، لیکن ان کو مہلت نہ ملنی تھی، نہ ملی۔

حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ کی زندگی کے متعلق ناگی صاحب نے بھی کوشش کی تھی۔ میرے پاس بھی آئے تھے، لیکن پھر ان کا کچھ پتا نہیں کہ کیا کیا؟ [1]

---

[1] اس سے عزیزی شاہد فاروق ناگی مراد ہیں۔ انھوں نے حضرت حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کے حالات لکھ لیے تھے اور وہ کتابی صورت میں شائع بھی ہو گئے تھے۔ میرا خیال ہے کہ چودھری صاحب کے مطالعہ میں آئے ہوں گے۔ خود میں نے بھی کافی تفصیل سے حافظ صاحب کا تذکرہ اپنی ایک کتاب ''نقوشِ عظمتِ رفتہ'' میں کیا ہے، جو کئی سال ہوئے مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس بات کا تذکرہ کرنے سے مقصد یہ ہے کہ آپ یہ کام کر سکتے ہیں، کیوں کہ اس کے لیے کسی آپ ہی جیسے شخص کی ضرورت ہے۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی صاحب کے حالاتِ زندگی پڑھے تو یہ گزارش کر رہا ہوں۔

آپ کی یہ بات درست ہے کہ ہم اپنے اسلاف کو بھلا دیتے ہیں۔

حافظ صاحب کے بخاری شریف کے دروس کی 75 کیسٹیں ایک صاحب کو دیں، لیکن بے کار، صرف ایک جلد بنی جس کا کوئی سیاق و سباق نہیں۔ وہ کیسٹیں میں نے مسجد میں رکھ دی ہیں۔

کیا آپ حافظ صاحب مرحوم پر جو کہ مظلوم بھی تھے، کچھ لکھ سکیں گے؟

والسلام

عبدالواحد گوندل

16 نومبر 2011ء

اب قارئینِ کرام چودھری عبدالواحد گوندل کا ایک اور خط پڑھیں جو مذکورہ بالا خطوط کے ساتھ ہی آیا تھا۔ یہ بھی 16 نومبر 2011ء کا رقم کردہ ہے اور کاغذات میں ادھر ادھر ہو گیا تھا، اب ملا ہے۔ اس کا تعلق گوجراں والا کے مشہور عالم مولانا علاء الدین سے ہے جو مولانا نور حسین گرجاکھی کے استاذ تھے۔ جامع مسجد اہلِ حدیث کو کسی زمانے میں مولوی علاء الدین والی مسجد کہا جاتا تھا یہ وہی مسجد ہے جس میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مارچ 1921ء کو تشریف لائے اور تدریس و خطابت میں مشغول ہوئے۔ مولانا علاء الدین نہایت متقی بزرگ تھے۔ انھوں نے جن حضرات سے تحصیلِ علم کی ان میں حضرت مولانا غلام رسول قلعوی (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) کا اسمِ گرامی بھی آتا ہے۔

مولانا علاء الدین مرحوم نے 6 ستمبر 1921ء کو بہ عمر 98 برس گوجراں والا میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وفات پائی۔ چودھری صاحب لکھتے ہیں:

مولانا علاء الدین مرحوم کی خدمات گوجراں والا کی جماعت اہلِ حدیث کے لیے بڑی قابلِ قدر ہیں۔ اس وقت اس شہر میں اہلِ حدیث کا نام لینا بھی بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈالنا تھا۔ مولانا علاء الدین نے بڑی حکمتِ عملی سے یہاں اہلِ حدیث کے لیے زمین ہموار کی۔ میرے والد صاحب چودھری محمد دین گوندل اس وقت جوان تھے اور جمعے کی نماز مولانا علاء الدین کی اقتدا میں پڑھتے تھے۔ انھوں نے بتایا تھا کہ جمعرات کو لوگ کھانے پینے کی چیزیں بھیج دیتے تھے۔ ساتویں اور چالیسویں کی چیزیں بھی آ جاتی تھیں، لیکن وہ چیزیں نہ مولانا علاء الدین خود کھاتے تھے نہ طلبہ کو کھانے دیتے تھے، غربا و مساکین کو دے دیتے یا جانوروں کو کھلا دیتے۔

مولانا علاء الدین سے مسجد میں انسانی شکل میں جنات بھی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ والد صاحب نے بتایا کہ ایک دفعہ شہر میں ایک ہفتہ بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ جمعے کے روز مولانا ممدوح مسجد میں اپنے کپڑے خشک کرنے کے لیے ہوا میں لہرا رہے تھے کہ ایک طالب علم نے گزارش کی کہ یہ کپڑے مجھے دے دیجیے میں سکھا کر لاتا ہوں۔ اس نے کپڑے پکڑے اور آنکھ بچا کر غائب ہو گیا اور کپڑے سکھا کر مولانا کی خدمت میں پیش کر دیے۔ مولانا نے کپڑوں کو ہاتھ لگایا تو وہ گرم تھے۔ پوچھا: کہاں سے سکھا کر لائے ہو؟ جواب ملا: فلاں پہاڑ پر گیا تھا، وہاں سے سکھا کر لایا ہوں۔ اس سے قبل انھیں پتا نہ تھا کہ ان کے شاگردوں میں جنات بھی شامل ہیں۔

دوسرا واقعہ والد صاحب نے یہ بتایا تھا کہ مسجد کے قریب ہی ارائیاں والی گلی کے کونے پر تیلی برادری کا ایک گھر تھا۔ یہ لوگ مولانا علاء الدین کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتے تھے۔ جنات طالب علموں نے وہ الفاظ ان سے سن لیے۔ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے بعد انھیں اس قدر تنگ کیا کہ وہ سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے کھانے کی چیزوں میں غلاظت ملا دیتے۔ انھوں نے کئی عامل بلائے اور مصیبت سے بچاؤ کے لیے کتنے ہی جتن کیے، مگر ان کی تکلیفیں رفع نہ ہوئیں، ان کے بعض رشتے داروں نے ان کو مولانا علاء الدین کی خدمت میں جانے اور ان سے دعا کروانے کے لیے کہا، چنانچہ وہ مجبوراً مولانا کی خدمت میں آئے اور درپیش مصیبت کا ذکر کیا۔ مولانا ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جنات کو حاضر کیا اور ان کے نام پوچھے تو پتا چلا کہ یہ ان کے شاگرد ہیں۔ ان کو ڈانٹا کہ میرے پڑوسیوں کو تنگ کرتے ہو؟

انھوں نے جواب میں عرض کیا کہ یہ لوگ آپ کے بارے میں بدزبانی کرتے تھے، اس لیے ہم نے ان کو سزا دی ہے۔

مولانا نے ان کو ان کے گھر سے نکل جانے کا حکم دیا اور فرمایا: آیندہ میرے پاس مسجد میں نہ آنا۔ نیز فرمایا: جاتے ہوئے کوئی نشانی دکھاؤ تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے کہ تم آیندہ یہاں نہیں آؤ گے۔ چنانچہ وہ وہاں سے نکلتے ہوئے مسجد کا باہر کا چھوٹا دروازہ گرا کر بھاگ گئے۔

چودھری عبدالواحد گوندل نے اس خط میں لکھا ہے کہ ان کے والد چودھری محمد دین کے پاس ایک جوگی آیا کرتا تھا۔ اس نے ان کو سونا بنانے کے خبط میں مبتلا کر دیا۔ دونوں ہر روز بھٹی میں آگ جلاتے اور سونا بنانے کی کوشش کرتے۔ پانچ چھے مہینے وہ یہ کام کرتے رہے۔ اس اثنا میں کافی رقم ضائع ہو گئی، لیکن سونا نہ بنا۔ چودھری عبدالواحد بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ مولانا علاء الدین کی خدمت میں گئیں اور انھیں سارا واقعہ سنایا۔ وہ جمعے کا روز تھا۔ مولانا نے فرمایا: وہ یہ کام چھوڑ دیں گے، اگر نہ چھوڑا تو مجھے بتانا۔ ان کے والد نمازِ جمعہ اور دوسری نمازیں مولانا کی اقتدا میں پڑھا کرتے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ اور والدہ بھی عورتوں کے ساتھ مسجد میں جمعہ پڑھتی تھیں۔ شہر میں کوئی قابلِ ذکر معاملہ پیش آتا یا کوئی ضروری بات ہوتی تو مولانا اس کا تذکرہ جمعے کے دوسرے خطبے میں کیا کرتے تھے۔ انھوں نے حسبِ معمول دوسرے خطبے میں کیمیا گری یعنی سونا بنانے کے متعلق فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ سونا بنانے کے خبط میں مبتلا ہیں، یہ کام سراسر حرام ہے۔ جو شخص سونا بنانے کی کوشش کرتا ہے، وہ ایسے راستے پر چل رہا ہے جو شریعت کے بالکل خلاف ہے۔ وہ وقت بھی ضائع کرتا ہے اور پیسا بھی ضائع کرتا ہے۔ ان لوگوں کی کوشش سے سونا تو نہیں بنے گا، البتہ انھیں گناہ ضرور ہوگا۔

جمعے کے بعد گھر آئے تو چودھری محمد دین نے اہلیہ سے کہا سونا بنانے کی شکایت مولوی صاحب سے تم نے کی تھی؟ انھوں نے جواب دیا شکایت نہ کرتی تو اور کیا کرتی، اس خبط میں کتنی رقم ضائع کر دی گئی ہے۔

اس کے بعد چودھری صاحب نے سونا بنانے کے برتن وغیرہ توڑ دیے اور اس عمل سے توبہ کی۔

عبدالواحد گوندل

گوجراں والا شہر اور ضلعے کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں بے شمار متقی لوگ پیدا ہوئے اور یہ علاقہ بہت سے جلیل القدر علما اور مستجاب الدعوات حضرات کا مسکن رہا۔ ان عالی مرتبت لوگوں کی وسیع فہرست میں مولانا علاء الدین کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے، جن کے علم و عمل سے اس علاقے کے لوگوں نے خوب استفادہ کیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چھبیسواں باب

اللہ دا شیر

شیخ محمد سعید الفتؔ مرحوم کا تعلقِ سکونت فیصل آباد سے تھا۔ وہ پنجابی کے مشہور اور مقبولِ عوام شاعر تھے۔ کسی مجمعے میں اپنا کلام سناتے تو سماں بندھ جاتا۔ ان کے کلام کے کئی مجموعے شائع ہوئے، جن کے نام ہیں: ساویاں لگراں، کھِڑ دے پھل، مہکدے پھل، ٹہکدے پھل، چن تارے، چمکدے تارے، دمکدے تارے، کچیاں کلیاں، سچیاں کلیاں، تکھیاں سولاں، سنہری کرناں اور کونبلاں وغیرہ۔ یہ تمام مجموعے یک جا کر کے دو جلدوں میں نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور کی طرف سے خوب صورت انداز میں شائع کیے گئے ہیں۔

ان مجموعوں میں سے ہر مجموعے پر ملک کے متعدد اہلِ علم نے مقدمے تحریر کیے، جن میں نامور شعرا و ادبا بھی شامل ہیں، مثلاً مولانا غلام رسول مہرؔ، مولانا عبدالمجید سالکؔ، ملک نصر اللہ خان عزیزؔ، مولانا مجاہد الحسینی، مولانا عبدالرحمٰن عاجزؔ، مولانا محمد اسحاق چیمہ، قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری، مولانا محمد رفیق مدن پوری اور بعض دیگر حضرات۔ مولانا عبدالمجید سالکؔ اور ملک نصر اللہ خان عزیز نے پنجابی زبان میں مقدمے لکھے۔

سعید الفتؔ مرحوم نے اپنے بعض مجموعہاے کلام میں جن اہلِ حدیث حضرات کے متعلق لکھا، ان میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی، حافظ اسماعیل روپڑی، صوفی محمد عبداللہ (ماموں کانجن)، حافظ عبداللہ روپڑی رحمہم اللہ، شامل ہیں۔ مجموعے ''کونبلاں'' میں انھوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے ''اللہ دا شیر'' کے عنوان سے مولانا احمد الدین گکھڑوی پر طویل نظم لکھی جو اس مجموعے کے صفحہ 104 سے صفحہ 112 تک چلی گئی ہے۔ وہ نظم ذیل میں درج کی جا رہی ہے۔

اللہ دا شیر

گلشن اہلِ حدیث دے وچوں ہور ایک پھل مرجھایا
مولوی احمد دین گکھڑوی دنیا چھوڑ سدھایا
موت دا ویلا وقت تے ویسے ہر اک تے ہے آناں
عالم دا مر جاناں اے پر عالَم دا مُرجاناں
اللہ جنت بخشے اس نوں کرے معاف خطائیں
ایسے مرد مجاہد کدھرے سوکھے ملدے نائیں
کدی کدائیں پیدا ہوندے بندے نے جو کم دے
احمد دین گکھڑوی ورگے گھر گھر تے نئیں جمدے
ناواقف اندازہ لاوے اوندا یار کی ایہنوں
ویکھن والے نوں انج جاپے علم دی سار کی ایہنوں
ایڈا ساد مرادا بندہ نظر کوئی نئیں آیا
بٹن کدی نہ ہتھیں میلے کھلا کڑتا پایا
نہ کوئی شوق شوقینی چاوڑ نہ کوئی وڈیائی
دھوتے پا لے میلے پالے بو مزاج نہ کائی
کلا گھڑی نہ اچکن سوٹی چھڑی نہ ہتھ ہلاری
پھر ایہ لطف جوانی ساری ایسے طور گزاری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

صورت سیرت سادی سادہ سی درویش وچارا
بڑا مبلغ عالم فاضل بہت مناظر بھارا
پڑھن پڑھان دا سلسلہ وی نئیں سوکھیاں ہو کے کیتا
علم وی حاصل کیتا جے کر اوکھیاں ہو کے کیتا
گکھڑ توں تِن میلاں اتے ہیجان تے جر جاناں
اگ دے اگے بہناں پیناں کم لوہارا کرناں
ایس کیفیت اندر ملیا علم دا ایہ سرمایہ
قدرت نے کوئی کم نئیں لینا سی شوق سی دل وچ پایہ
سنیاں، کم لوہارے دا وی ماہر بہت بڑا سی
اس فن اندر وی کوئی اوہدے سامنے نہ کھڑا سی
رب دا کرناں کِدّاں ہویا باپ نے اک دن کہیا
علم تے پڑھ لیا احمد دینا علم توں کم نئیں لیا
ایسا اثر کیتا ایس گل نے گیا فیر نہ رہیا
اس توں پچھے شیر خدا دا بن مبلغ گیا
بستی بستی پنڈیں شہریں خوب توحید سنائی
شرک بدعت دے رد دے اندر عمر لنگھائی
مسلک اہل حدیث تے جد وی کسے انگل اٹھائی
دونہہ دونہہ ہتھیں لیا اس نوں کسر نہ چھڈی کائی
جھکیا سنگیا رعب نہ کھادا نہ کسے توں ڈریا
جس مضمون دے اتے بولیا مینہ دے وانگوں وریا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لالچ لوبھ تے لچک خوشامد نیڑے وی نہ آئی
مسئلے دے وچ کوئی ہووے لوہ لحاظ نہ کائی
جے مرزے تے بولیا کدھرے پٹ اٹھے مرزائی
جے مودودی اتے بولیا چنگی جھنڈ بٹھائی
کہناں کھڑے سٹیج تے ہو کے ٹپدی اے لوں لوں چوں
خالص سنی جے توحید تے سنو فقیر دے منہ چوں
کیاں کہناں ہن سٹیج دے اتے آن کھڑا اے
ویکھیو رولا نہ پے جاوے ایہ تے سخت بڑا اے
اوہنے کہناں جہنے وی خالص توحید سنائی
نبی وی کیوں نہ ہووے بھانویں 'دنیا مارن آئی'
ایہ توحید دا مسئلہ ایسا سن کے لوگ نئیں رہندے
پیغمبر وحی دسن جے کر اتاں وٹے پیندے
شیر خدا دے عیسایاں دا ناطقہ بند کیتا سی
شیر خدا دے مرزائیاں دا ناطقہ بند کیتا سی
جے عیسائی سامنے آیا منہ دی کھا کے گیا
جے مرزائی سامنے آیا دھون بھنا کے گیا
نال بریلویاں دیو بندیاں کئی مناظرے ہوئے
رہیا میدان گکھڑوی دے ہتھ ہو گئی ہوئے ہوئے
جس خیال دے جس مناظر جد وی پنجہ پایا
اوسے نوں ای احمد دین نے بہت بری طرح ڈھایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیہڑا وچ مقابلے آوے کِدّاں بچ کے جاوے
ایسی کرنی سخت گرفت کہ نانی یاد آ جاوے
ایسے ٹھوس دلائل وزنی سامہنے سی جد آندے
بڑے بڑے ہشیار مناظر سن کے بوندل جاندے
ہر اِک جگہ تے جت دا رہیا مار کِتوں نہ کھادی
کئی میدان مناظرے مارے یاد کراوے دادی
اللہ بخشے، کہندے ہندے سن کہ یاد پتہ نئیں
جِنے میں مناظرے کیتے صحیح تعداد پتہ نئیں
جس مضمون تے گفتگو کرنی جس مسئلے تے آناں
کئی حدیثاں اَیتاں پڑھ پڑھ مینہ برسائی جاناں
مددگار معاون وی کوئی نہ اپنا اپناناں
کئی حدیثاں یاد زبانی صفحے وی دسی جاناں
فاتحہ، رفع یدین، آمین تے کئی مناظرے کیتے
کئی ہزاراں بندے اپنے مسلک دے کر لیتے
وعظ جے کیتا کھل کے کیتا خوب توحید سنائی
دین دی خدمت اندر اپنی ساری عمر لنگھائی
بڈھے وارے وی جذبے وچ فرق نہ آیا کائی
گئی جوانی پیری آئی شوق نہ گھٹیا رائی
اہل حدیثاں نال مناظرے دی جد نوبت آئی
میں کرنا ایں، میں کراں گا، ایہو رٹ لگائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسے وی تھاں تے کوئی مناظرہ جد وی متھیا گیا
گکھڑوی دا ہر مقام تے وادھا پیندا رہیا
سب توں پہلاں عبدالحق دے نال مناظرہ ہویا
عبدالحق دی ہک تے بہہ کے پانی منہ وچ چویا
عیسائیاں دا پادری سی ایہہ بڑا مناظر گویا
ماری مار جنے نے ایسی، جیوندا ای سمجھو مویا!
ایتھوں شہرت چمکی ہر سو ڈھو قدرت نے ڈھویا
ہلچل مچ گئی وچ عیسائیاں آکھن ایہہ کی ہویا
پادری عبدالحق دے پلے چیز نہ چھڈی کائی
ایسی اللہ فتح عطائی، ہو گئی دنگ لوکائی
اس توں پچھے کئی مناظرے کیتے شیر خدا دے
شامل حال رہے ہر تھاں تے فضل و کرم اللہ دے
کئی مناظرے شیر پنجاب نے ہتھیں آپ کرائے
گکھڑوی نے جتاں اندر فن اپنے دکھلائے
گکھڑوی نے اچھروی نوں وی کئی واری ڈھایا
پنج ست واری ڈھاء کھا تے فیر نئیں سامنے آیا
عبدالغفور ہزاروی نال وی پنجہ خوب پیا سی
لتاں بانہواں کجھ اڑایاں پھر اوہ ڈھیہ گیا سی
ملاں ملتانی نوں وی کئی واری لمیاں پایا
جیہڑا وچ مقابلے آیا پٹڑے تے پٹکایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

وچ مناظرے کسے مناظر رعب کدی جے پاناں
جوش دے اندر آ کے فوراً اس نوں ایہہ فرماناں
سوچ کے سامنے بولیں میرے قدم تے روک دیاں گا
میں لوہار ہاں، یاد رکھیں گل پھانے ٹھوک دیاں گا
سدھ بدھ ماری جاوے ایسا پا گویڑ دیاں گا
وکھیوں بولیوں جے کر سن لا کھل ادھیڑ دیاں گا
چٹیاں ننگیاں کھریاں کھریاں میں اوہ باتاں کہانگا
سنیاں ہون نہ جیہڑیاں کدھرے اوہ صلواتاں کہانگا
چار سناواں گا میں تینوں جے توں اک کہویں گا
بندیاں وانگوں بولیں گا تے چنگا فیر رہویں گا
جد تنبیہی طور دے اتے گج کے سخن سناناں
سن دیاں سار مخالف نے، بس اوتھے ای ٹھمبر جاناں
عربی وچ عنیت اللہ نوں جد صلواتاں کہیاں
تلخ کلامی کرن دیاں اس لذتاں سی چکھ لیاں
کن وچ پایا فیر نئیں دکھیا مڑ نئیں متھا لایا
ساہمنے اونا کدھرے رہیا ناں سن کے گھبرایا
کی مجال ماڑے موٹے دی ساہمنے جو آ جاوے
ایہو جے دا کم سی کہ پھڑکا وی کھا جاوے
اوکھے توں اوکھا وی جے کوئی آن سوال کریندا
منٹ توں پہلوں شیر خدا دا، دے جواب سی دیندا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوش ہو ہو کے گلاں کرنیاں ہانیاں وچ جاں بہناں
ہاسے نال بابے صمصام نوں بکری والا کہناں
ایک دن کیہا صمصام نے اگوں پچھنا واں میں تینوں
کِدّاں جائز تینوں 'بکری والا' آکھیں مینوں
گکھڑوی نے کیہا تیرا تھوہ نئیں ایدھر گیا
یونس نوں دس اللہ نے مچھلی والا نئیں کیہا
جد خدا نے یونس نوں مچھلی والا کیہا
میں جے بکری والا کیہا میرا جرم کی رہیا
فوراً گھر پورا کر دیندا ساہمنے جیہڑا آوے
احمد دین دے اگے بول کے کتھے کوئی جاوے
مولوی احمد دین دے سارے سخن سنکھے ہندے
لاجواب، جواب ایہ جداں گھڑ کے رکھے ہندے
ایہو جئیا، اجل مناظر، کتھوں لبھ لیایے
اوہدی سیٹ تے اوہدے بدلے کہنوں ہن بٹھایئے
دین دے سلسلے اندر خدمتاں ودھ ودھ کے اپنائیاں
مرن والے نوں، اللہ نے سی، خوبیاں بہت عطائیاں
اللہ جنت عدن، عطاوے کرے قبول دعائیں
احمد دین گکھڑوی جیسے گھر گھر جم دے نائیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ستائیسواں باب

تبصرہ بر کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ''

(از میاں محمد الیاس)

اسلام آباد سے ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر سفیر اختر کی ادارت میں ایک ششماہی مجلّہ ''نقطہ نظر'' کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ اس مجلّے میں مختلف موضوعات کی کتابوں پر تبصرے کیے جاتے ہیں، اپنے زاویۂ فکر کا یہ منفرد نوعیت کا مجلّہ ہے۔ تبصرے خود ڈاکٹر سفیر اختر بھی کرتے ہیں اور مختلف اصحابِ تحقیق سے بھی تبصرے کرائے جاتے ہیں۔ میں بالعموم اپنی کتابیں تبصرے کے لیے ڈاکٹر سفیر اختر ہی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ اس مجلّے میں کتاب اچھی طرح پڑھ کر تبصرہ کیا جاتا ہے اور مصنف یا ناشر کی رو رعایت کے بغیر کتاب کے مندرجات کے ہر پہلو کی نشان دہی کی جاتی ہے۔ اس قسم کے تبصرے دوسرے لوگوں کے علاوہ خود مصنف کی معلومات میں بھی اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔ کسی اور کے متعلق تو کچھ نہیں کہا جا سکتا، لیکن میں ان تبصروں سے بہت مستفید ہوتا ہوں۔

2011ء میں کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی'' کا پہلا ایڈیشن چھپا تو اس پر ''نقطہ نظر'' میں میاں محمد الیاس صاحب نے تبصرہ کیا جو وطنِ عزیز کے نامور صاحبِ قلم اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ محدثین کی اصطلاح میں مجھے میاں محمد الیاس کی رویت تو حاصل نہیں، لیکن کچھ عرصہ پیشتر ان سے خط و کتابت ہوئی تھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور اپنی بعض تصانیف بھی انھوں نے اس فقیر کو ارسال فرمائی تھیں، جن سے میں نے استفادہ کیا، اللہ انھیں خوش رکھے۔

اب ''نقطہ نظر''، شمارہ33 (اکتوبر2012۔ مارچ 2013) کے حوالے سے کتاب ''مولانا احمد الدین گکھڑوی'' پر میاں صاحب ممدوح کا تبصرہ پڑھیے۔

''گکھڑ منڈی (نزد گوجرانوالا) کے رہنے والے مولانا احمد دین معروف اہلِ حدیث عالم، خطیب اور مناظر تھے۔ مولانا پیشے کے اعتبار سے آہن گر تھے اور مزاجاً کھرے اور ذرا سخت بھی۔ اپنے پیشے کی نسبت سے اپنے مناظرانہ ذوق اور اسلوب کا اظہار ان الفاظ میں کیا کرتے تھے کہ ''میں پھانا خوب ٹھونکتا ہوں'' (ص: 59)۔ اسی طرح انھوں نے جہاں بھی خطابت کی، اپنی خود داری اور غیرت طبع پر آنچ نہ آنے دی۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں ٹک کر کام نہ کر سکے۔ عمر کے آخری دس پندرہ سال فیصل آباد کی مختلف مساجد میں خطیب رہے تھے۔

''مولانا گکھڑوی کی پہچان کا ایک حوالہ مناظرہ ہے۔ انھوں نے آریہ سماجیوں، احمدیوں اور مسیحی پادریوں کے علاوہ اہلِ حدیث کے امتیازی مسائل اور شناخت کے پس منظر میں احناف (دیوبندی و بریلوی) اور شیعہ علما سے بھی مناظرے کیے۔ رئیس المناظرین کے طور پر معروف مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (مارچ 1949ء)[1] کا ان کے بارے میں کہنا تھا کہ میرے بعد احمد دین میرے حصے کا کام کرے گا۔ (ص:179)

''برعظیم کے نو آبادیاتی دور میں مذہبی مناظروں کا بہت چرچا ہوا۔ مسیحی پادریوں نے اسے اشاعتِ مسیحیت کے لیے بطور تکنیک استعمال کیا، مسلمان اہلِ علم نے انھیں ان کے پسند کردہ میدان میں آڑے ہاتھوں لینے کی خاطر انہی کا راستہ

[1] مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تاریخ وفات 15 مارچ 1948ء ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اختیار کیا، اور جب یہ سلسلہ چل نکلا تو مناظرہ صحیح اور درست زاویہ نظر کے تعین، یا حقیقت واقعہ جاننے سے زیادہ گروہ بندی مضبوط کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ مناظرے کا کوئی فریق کبھی نہ ہارا، اور دونوں مدِ مقابل مناظرین اپنے اپنے حلقے میں فاتح قرار پائے، تاہم فتح میں مناظر کی ذہانت، حاضر جوابی اور اپنے مدِ مقابل کی کمزوریوں سے آگاہی بنیادی کردار ادا کرتی تھی۔ مولانا احمد دین میں یہ سبھی خوبیاں موجود تھیں۔ بتایا گیا ہے کہ ایک احمدی مبلغ سے مناظرہ کرتے ہوئے مولانا احمد دین نے اردو میں بے تکلف پنجابی کے الفاظ شامل کر دیے۔ اس پر احمدی مبلغ نے صدرِ مناظرہ مولانا عبدالمجید سوہدروی سے کہا کہ آپ کو پنجاب سے کوئی ایسا مناظر نہیں ملا جو اردو بول سکے۔ آپ کا مناظر اردو بولتے بولتے بیچ میں پنجابی لے آتا ہے۔ بات تو اس کی درست تھی مگر مولانا گکھڑوی نے جواب میں فرمایا کہ ''بھئی! پنجاب کا خطہ ہی ایسا ہے۔ یہاں کے نبی کو بھی اردو نہیں آتی تو ہماری کیا بات ہے... مرزا غلام احمد نے فلاں کتاب کے فلاں صفحے پر ڈول کو بوکا لکھا ہے۔'' (ص: 183)

''کبھی کبھی مناظروں میں اپنے دھڑے والوں کو گمراہ کر کے بھی پانسہ پلٹ دیا جاتا ہے۔ "قال قال رسول اللہ ﷺ" کے الفاظ سے احادیث پیش کرنے پر مخالف مناظر اپنے ساتھیوں سے یوں مخاطب ہوا: ''اے مسلمان کہلانے والے بے غیرت لوگو! تمھارے لیے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ بے حد خوب صورت اور پھولوں سے زیادہ خوشبودار تھے۔ لوگو! تم پر عذاب نازل ہو، تم سن نہیں رہے کہ وہابی بار بار نبی ﷺ کو ''کالا کالا'' کہہ رہے ہیں۔ تم وہابیوں کی اس گستاخی پر خاموش کیوں ہو۔'' (ص: 129)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

''مولانا احمد دین کے تذکرہ نگار جناب محمد اسحاق بھٹی منجھے ہوئے صاحبِ قلم ہیں اور رجال پر لکھنے کا خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ ان کی مرتبہ کئی جلدوں پر مشتمل ''فقہائے ہند'' کتابِ حوالہ کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ کمال کے خاکہ نگار ہیں اور مجلسی اور علمی شخصیات کے خاکوں پر مشتمل ان کی کتابوں پر ''نقطہ نظر'' میں گفتگو کی جا چکی ہے۔ انھوں نے معاصر مذہبی حلقوں اور بالخصوص اہلِ حدیث کے رجال پر بہت بنیادی کام کیا ہے، ان کی کاوشوں کو دیکھتے ہوئے انھیں ''مورخِ اہلِ حدیث'' کہا جا رہا ہے اور اس میں کوئی زیادہ مبالغہ بھی نہیں۔ مولانا احمد دین گکھڑوی پر کچھ زیادہ معلومات دست یاب نہ تھیں۔ جناب بھٹی صاحب کی ترغیب پر ان کے بارے میں مختلف حضرات نے اپنی اپنی یادداشتیں قلم بند کیں (جو زیرِ نظر کتاب کے چھے ابواب، باب 17 تا 22، کی شکل میں نقل کی گئی ہیں) ان یادداشتوں پر مبنی اطلاعات اور کچھ دوسرے واقعات و مسائل کو جوڑ کر اڑھائی سو صفحے کی سوانح عمری لکھی گئی ہے۔

''تذکرہ ایک اہلِ حدیث عالم اور مناظر کا ہے، اس لیے اگر بیانِ واقعات میں جھکاؤ موضوعِ تذکرہ شخصیت کے مسلک کی جانب ہو جائے تو یہ چنداں تعجب انگیز امر نہیں ہے۔ مثال کے طور پر کتاب کے پہلے باب میں ''متحدہ پنجاب کے بعض اضلاع کے چند علمائے کرام'' میں کوئی حنفی عالم شامل نہ ہو سکا، البتہ دوسرے باب ''گوجراں والا کے چند علمائے کرام'' میں احناف اور شیعہ اہلِ علم کا ذکر موجود ہے۔[1]

[1] جب میں پہلا باب لکھ رہا تھا تو خیال تھا کہ چند حنفی علمائے کرام کے نام بھی لکھوں گا، لیکن معلوم نہیں یہ فروگزاشت کیوں ہوئی کہ کوئی نام بھی نہ لکھا جا سکا۔ اب دوسری طبع میں اس غلطی کا ازالہ کر دیا گیا ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ میں ہر مسلک کے علما کا احترام کرتا ہوں۔ اس فقیر کا ذہن مسلکی تعصب سے پاک ہے اور فاضل تبصرہ نگار (میاں محمد الیاس) کو اس کا علم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسلکِ اہلِ حدیث کے پس منظر میں ایسے تبصرے بھی پڑھنے کو ملتے ہیں: ''سید عنایت اللہ شاہ بخاری مرحوم احناف کے دیوبندی مکتبِ فکر کے مشہور عالم تھے۔ مسئلہ توحید پر بڑا موثر وعظ فرماتے، لیکن اس کے باوجود ان کے ذہن میں حنفیت نے بھی مضبوطی سے پنجے گاڑھ رکھتے تھے۔'' (ص: 82)

دورانِ مطالعہ میں کتاب میں سہو یا اکا دکا ناقص اطلاعات سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر:

- قاضی نور محمد کے تذکرے میں ان کے وطن ''تحصیل گھیپ ضلع اٹک'' کا حوالہ دیا گیا ہے (ص: 51)۔ نام تحصیل پنڈی گھیب ہے، جو مقامی آبادی میں گھیبہ برادری کی نمایاں حیثیت کا عکاس ہے۔
- مولانا غلام رسول (ساکن انہی) کا عرف ''بابا جی'' لکھا گیا ہے (ص: 51) دور ونزدیک وہ ''بابا'' کے طور پر معروف تو تھے، مگر نسبت انہی کے حوالے سے وہ ''انھی والے بابا'' کہلاتے تھے۔ صفحہ: 53 پر اس موضوع کو ''انی'' لکھا گیا ہے جو درست نہیں۔ مولانا محمد سرفراز خان کے تذکرے میں ان کے ساتھ انصاف نہیں کیا گیا (ص: 52)۔ جناب بھٹی، مولانا محمد سرفراز خان صفدر کو راقم میاں محمد الیاس سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔[1]
- ص: 53، مولانا محمد چراغ، شیخ الہند کے شاگرد نہیں تھے۔ وہ مولانا انور شاہ

---

[1] میں نے میاں صاحب کا تبصرہ پڑھنے کے بعد مولانا محمد سرفراز خان صفدر کے متعلق اپنے الفاظ دوبارہ پڑھے، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں نے ان مرحوم عالم دین کے بارے میں ناانصافی کہاں کی۔ اگر میاں صاحب کے نزدیک واقعی ناانصافی ہوگئی ہے تو میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں علمی معاملات میں اختلاف کے باوجود علما کا دل وجان سے قدر دان ہوں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاشمیری سے نسبتِ تلمذ کی وجہ سے معروف ہیں۔[1]

''جناب محمد اسحاق بھٹی داد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے مولانا احمد دین گکھڑوی جیسے فرد کو گوشہ خمول سے نکال کر سرِ بزم لا بٹھایا ہے۔ مولانا گکھڑوی کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی کہ ان کا تذکرہ عام کرتی، ان کے ساتھیوں اور شاگردوں میں بھی کوئی ایسا فرد نہ تھا کہ اس ضرورت کو محسوس کرتا۔ اگر جناب محمد اسحاق بھٹی قلم نہ اٹھاتے تو شاید آج ان کی محنت سے جو کچھ جمع ہو گیا ہے، یہ کبھی نہ ہو سکتا۔ اہلِ حدیث دوستوں کو جناب بھٹی کا ممنون ہونا چاہیے کہ وہ اپنی پیرانہ سالی میں جوانوں سے بڑھ کر کام کر رہے ہیں۔ اللّٰھم زد فزد۔''

صادق آباد، راولپنڈی

میاں محمد الیاس

---

[1] میں نے مولانا محمد چراغ کو شیخ الہند کے شاگرد نہیں لکھا، بلکہ یہ الفاظ لکھے ہیں: مولانا محمد چراغ نے ''.....ابتدائی تعلیم موضع گنجہ کے ایک عالم مولانا سلطان محمود سے حاصل کی جو شیخ الہند مولانا محمود حسن کے شاگرد تھے۔'' آگے مولانا محمد چراغ کے بارے میں لکھا ہے: .....مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری سے جامع ترمذی پڑھی اور ان کی تقریریں جو وہ ترمذی پڑھاتے وقت اردو میں کیا کرتے تھے، دورانِ درس عربی میں لکھیں اور وہ ''العرف الشذی'' کے نام سے چھپیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اٹھائیسواں باب

حافظ محمد یوسف گکھڑوی

مولانا احمد الدین گکھڑوی سے متعدد حضرات نے تعلیم حاصل کی، ان میں حافظ محمد یوسف گکھڑوی بھی شامل ہیں۔ ذیل میں ان کے حالات پڑھیے:

1941ء میں یہ خاک نشین گوجراں والا میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس میں بھی شامل تھا اور درسِ نظامی کی انتہائی درجے کی کتابیں پڑھتا تھا۔ 25 اگست 1941ء کو چند کتابیں خریدنے کے لیے لاہور آیا۔ ان دنوں کتابوں کی خرید وفروخت کا مرکز لاہور کا کشمیری بازار تھا جس میں تاجرانِ کتب کی بے شمار دکانیں تھیں۔ درسی اور غیر درسی ہر قسم کی کتابیں ان دکانوں سے مل جاتی تھیں۔ اردو بازار نام کا لاہور میں کوئی بازار نہ تھا۔ موجودہ اردو بازار کو موہن لال روڈ کہا جاتا تھا۔ تقسیم سے کئی سال بعد تک یہی صورتِ حال رہی، تاہم کتابوں کی اور کتابت کے پیلے رنگ کے مسطر اور کتابت کی روشنائی کی چند دکانیں موہن لال روڈ میں موجود تھیں۔ پھر ایک وقت آیا کہ موہن لال روڈ کا نام اردو بازار رکھ دیا گیا، کشمیری بازار کے کتب خانے ختم ہو گئے، وہ دیگر اشیائے تجارت کا محور بن گیا اور کتابوں کی نشر و اشاعت اور خرید وفروخت کا سلسلہ بڑے پیمانے پر اردو بازار کے حصے میں آ گیا۔

حافظ صاحب کے اولیں دیدار:

25 اگست 1941ء کو میں چند کتابیں خریدنے کے لیے لاہور آیا تو دہلی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دروازے کی طرف سے کشمیری بازار میں داخل ہوا اور دائیں بائیں کتابوں کی دکانیں دیکھتا ہوا رنگ محل میں سنہری مسجد کے قریب جا پہنچا۔ وہاں دائیں جانب کی ایک چھوٹی سی دکان میں بیٹھے ایک صاحب کسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھے۔ سیاہ لمبی اور بھری ہوئی ڈاڑھی، صاف گندمی رنگ، آنکھیں موٹی، پورا قد، ابھری ہوئی ناک، کسرتی سا جسم، سر پر ترکی ٹوپی اور 34 / 35 سال کے جوان۔ میں نے السلام علیکم کہا تو کتاب سے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور وعلیکم السلام کہہ کر آنکھیں دوبارہ زیرِ مطالعہ کتاب کے صفحات پر گاڑ لیں۔ مجھے احساس ہوا کہ انھوں نے سلام کا جواب خوش دلی سے نہیں دیا، بلکہ سلام کو مطالعہ کتاب میں مخل قرار دیا ہے۔ عرض کیا: چند کتابیں لینا چاہتا ہوں۔

کتاب سے نظر اٹھائے اور میری طرف دیکھے بغیر ارشاد ہوا جو کتابیں لینا چاہتے ہو، دیکھ لو۔ کتابیں باہر پھٹے پر بھی سجائی ہوئی تھیں اور اندر الماریوں میں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

میں نے اپنی مطلب کی کتابیں منتخب کیں اور قیمت پوچھی، جو قیمت انھوں نے بتائی، اس میں کچھ رعایت کے لیے عرض کیا تو بے رخی (بلکہ بے رحمی) سے جواب دیا: بازار میں بہت دکانیں ہیں، جہاں رعایت سے ملتی ہیں، لے لو۔ عرض کیا: طالب علم ہوں، گوجراں والا سے آیا ہوں۔ بولے: میں نے کہا ہے، جہاں رعایت سے ملتی ہیں، وہاں سے لے لو۔

ان کے فرمان کے مطابق میں نے کتابوں کی قیمت ادا کی تو اسی وقت ایک صاحب نے میرے دائیں کندھے پر ہاتھ رکھا اور دوسرے نے بائیں کندھے پر۔ میں نے دیکھا تو ان میں ایک میرے استاذِ محترم حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی تھے اور دوسرے تھے میرے مشفق مولانا حکیم عبداللہ روڑی والے۔ دونوں نے فرمایا: ''تم کدھر؟''

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انھوں نے دکان دار کو السلام علیکم کہا تو دکان دار نے کتاب بند کی اور نہایت احترام سے کھڑے ہو کر انھیں دکان کے اندر لے گئے اور ان دونوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور وہ مجھے دکان میں لے گئے۔ دکان دار نے ان کو شربت پیش کیا اور مجھے بھی پلایا۔ اب دکان دار مجھ پر مہربان تھے۔

یہ دکان دار تھے جناب حافظ محمد یوسف گکھڑوی، اور دکان تھی انگریزی اور اردو کتابوں کے مشہور اہلِ حدیث ناشر شیخ محمد اشرف مرحوم کی۔ ان کا دفتر تو اس سے دو تین دکانیں آگے دوسری منزل پر تھا، جہاں سے مختلف مقامات میں کتابیں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی تھیں، لیکن بازار کی اس دکان پر حافظ محمد یوسف گکھڑوی کام کرتے تھے جو شیخ صاحب کے نزدیک نہایت قابلِ اعتماد اور ذمے دار شخص تھے۔

حافظ صاحب کتاب و سنت کے تقوی شعار عالم اور پر جوش خطیب تھے، سراپا خلوص اور پیکر حسنات۔ ان کا لہجہ اور اسلوبِ کلام ایسا تھا، جس سے سننے والے کو کچھ تلخی کا احساس ہوتا تھا، ورنہ عام مجلسی گفتگو میں وہ شیریں گفتار اور وضع دار بزرگ تھے۔ یہ پہلے دیدار تھے جو حافظ صاحب کے میں نے کیے۔

جماعتِ اسلامی کی تاسیس کا دن:

اس سے دوسرے دن 26 اگست 1941ء کو مولانا سید ابو الاعلی مودودی نے ہندوستان کے بہت سے مقامات کے ان سرکردہ علما و زعما کا اجلاس بلایا تھا، جس میں جماعت اسلامی کی تاسیس عمل میں آئی۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی اور مولانا حکیم عبداللہ روڑی والے اسی اجلاس میں شرکت کے لیے لاہور تشریف لائے تھے۔ جماعت کے اس تاسیسی اجلاس میں ان کے ساتھ مجھے بھی شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی۔ تعداد میں یہ 75 حضرات تھے جن کی موجودگی میں جماعت اسلامی معرضِ وجود

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں آئی۔ ان میں سے کوئی صاحب جماعت کے رکن بنے، کسی نے متفقین کی فہرست میں اپنا اسمِ گرامی درج کرایا اور کسی نے ہم درد ہونے کا اعلان کیا۔ ہم تینوں میں سے مولانا حکیم عبداللہ صاحب رکنیت کے دائرے میں داخل ہوئے، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے متفقین میں نام لکھوایا اور یہ گناہ گار فقیر ہم دردوں میں شامل ہوا۔ میں نے اس کی پوری تفصیل پہلے اکتوبر 1991 کے ماہنامہ ''قومی ڈائجسٹ'' میں بیان کی اور اس کے بعد اس کا تذکرہ اپنی کتاب ''ہفت اقلیم'' میں کیا، جو مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور کی طرف سے چھپی، بہرحال 26 اگست 1941 جماعتِ اسلامی کی تاسیس کا دن تھا اور میں اس میں شامل تھا۔

ولادت اور مسلک:

حافظ محمد یوسف بمقام گکھڑ 1905ء میں پیدا ہوئے، ان کے آبا و اجداد قدیم دور سے گکھڑ ہی کے رہنے والے تھے۔ پہلے یہ گاؤں تھا۔ پھر اس نے قصبے کی شکل اختیار کی۔ اب یہ خاصا بڑا شہر ہے اور قیامِ پاکستان سے قبل ہی سے یہ دری (کی صنعت) کا مشہور مرکز ہے۔ گوجراں والا سے پندرہ کلومیٹر کے فاصلے پر راولپنڈی جانے والی جرنیلی سڑک پر واقع ہے اور ضلع گوجراں والا میں شامل، جسے جی ٹی روڈ کہا جاتا ہے۔

یہ دو بھائی تھے اور ایک بہن۔ دوسرے بھائی کا نام حکیم محمد امین تھا، وہ ان سے بڑے تھے اور گکھڑ میں طبابت کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے ابتدائی دینی تعلیم گکھڑ کے قریبی گاؤں حکیم محمد صادق سے حاصل کی۔ پھر گکھڑ کے مڈل سکول میں مڈل پاس کیا۔

حافظ صاحب اور ان کے خاندان کے لوگ احناف کے بریلوی مسلک سے وابستہ تھے اور اہلِ حدیث کے سخت مخالف۔ گکھڑ سے تھوڑی دور کے فاصلے پر موضع نت کلاں تھا۔ وہاں ایک بزرگ عالم دین مولانا سلطان احمد انصاری رحمہ اللہ فروکش

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ محدث پنجاب حضرت عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ انھوں نے پنجابی نظم میں حضرت حافظ صاحب کے سوانح حیات لکھے ہیں۔ ابتدا میں اس علاقے میں اہلِ حدیث کی مسجد صرف نت کلاں ہی میں تھی جس میں مولانا سلطان احمد درس و تدریس کا فریضہ بھی سر انجام دیتے تھے اور جمعہ و جماعت کا سلسلہ بھی انہی کے سپرد تھا۔ ان کا ذریعہ معاش گھر میں کھڈی پر کپڑا بننا تھا۔ ان کا تذکرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی کے اساتذہ کے سلسلے میں کتاب کے چوتھے باب اور دیگر مقامات میں قارئینِ کرام کے مطالعہ میں آ چکا ہے۔

ایک دن حافظ صاحب کسی کام سے نت کلاں گئے اور وہاں کی مسجد اہلِ حدیث میں نماز پڑھی۔ مولانا سلطان احمد بھی اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے اور حافظ صاحب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جب یہ نماز پڑھ چکے تو مولانا نے ان سے کہا: آپ نے صحیح طور پر نماز نہیں پڑھی، حافظ صاحب ان کی یہ بات سن کر بھڑک اٹھے، کہا: تم وہابی اپنے گھر رہو۔ میں نے نماز بالکل صحیح طریقے سے پڑھی ہے۔

بریلویت سے اہلِ حدیثیت کی طرف:

مولانا نے فرمایا: آپ آرام سے سنیں، میں آپ کو نماز کے بارے میں نبی مکرم ﷺ کا فرمان سناتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کس طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔ نبی مکرم ﷺ کا اسمِ گرامی سن کر حافظ صاحب ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انھوں نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقۂ نماز کے متعلق بتایا تو حافظ صاحب نے بریلویت ترک کر کے مسلکِ اہلِ حدیث اختیار کر لیا۔ پھر مولانا ممدوح سے دینی تعلیم حاصل کرنے لگے۔ احمد الدین گکھڑوی بھی اپنے کام سے فارغ ہو کر مولانا سلطان احمد سے درسی کتابیں پڑھنے جایا کرتے تھے۔ حافظ صاحب نے اس اثنا میں مولانا احمد الدین

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گکھڑوی سے بھی استفادہ کیا، اس لیے وہ مولانا سلطان احمد کے ساتھ مولانا احمد الدین گکھڑوی کو بھی اپنے استاذ قرار دیتے تھے۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جولاہوں نے میری تندیں ٹھیک کیں اور لوہاروں نے میری لائٹیں صحیح کیں۔ جولاہوں سے مراد ان کے استاذ مولانا سلطان احمد انصاری (ساکن نت کلاں) تھے اور لوہاروں سے مراد تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔

حافظ صاحب کے والد سخت قسم کے بریلوی اور پیر پرست تھے، لیکن خود حافظ صاحب مولانا سلطان احمد کے فرمان سے اثر پذیر ہو کر دائرہ اہلِ حدیثیت میں داخل ہو گئے تھے۔ ان کے والد صاحب کے پیر ساہیوال کے قریب کسی گاؤں میں رہتے تھے اور وہ کبھی کبھی اپنے پیر کی زیارت کے لیے وہاں جایا کرتے تھے۔ پیر صاحب کے بارے میں وہ عقیدت مندانہ لہجے میں کہا کرتے تھے کہ وہ غائبانہ طور پر ہمارے خاندان کے متعلق مکمل معلومات رکھتے اور سب افراد کے نام بتا دیتے ہیں۔ انھوں نے ایک روز اپنے بیٹے (حافظ محمد یوسف) سے کہا کہ تم میرے ساتھ چلو اور پیر صاحب سے ملو، ان سے مل کر اور ان کی باتیں سن کر تمھیں بہت سے معاملات کا پتا چلے گا۔ حافظ صاحب نے کہا یہ لوگ شعبدہ باز ہوتے ہیں، ادھر ادھر کی باتیں سنا کر لوگوں کو لوٹتے ہیں، انھیں صحیح بات کا علم نہیں ہوتا، لیکن آپ مجھے ضرور ساتھ لے جانا چاہتے ہیں تو چلیے میں چلا جاتا ہوں، لیکن وہ میرے خاندان کے نام تو کجا خود میرا نام بھی نہیں بتا سکے گا۔ بیٹے کی یہ بات سن کر والد محترم نے فرمایا اگر وہ نہ بتا سکا تو میں مسلک اہلِ حدیث اختیار کر لوں گا، چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹا پیر صاحب کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ پیر صاحب نیم عریاں بیٹھے ہیں اور چند خواتین ان کی مجلس میں موجود ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب کے والد صاحب کو پیر صاحب نے ان کا نام لے کر بلایا، چوں کہ وہ ان کے مرید تھے، اس لیے وہ انھیں خوب جانتے تھے۔ اب والد صاحب نے پیر سے حافظ صاحب کے بارے میں پوچھا تو وہ کافی دیر تک کوئی لفظ زبان سے نہ نکال سکے اور خاموش بیٹھے انھیں دیکھتے رہے۔ کچھ دیر کے بعد والد صاحب سے مخاطب ہوئے اور کہا اس نوجوان سے کہو یہ جو کچھ منہ سے پڑھ رہا ہے، اسے پڑھنا بند کر دے۔ والد صاحب نے بیٹے سے کہا تو انھوں نے جواب دیا: میں ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوں، اسے پڑھنا بند نہیں کر سکتا۔ وہ پیر حافظ صاحب کے بارے میں کچھ نہ بتا سکا تو ان کے والد نے کہا: یوسف چلو گھر واپس چلیں۔ تم اپنے مسلک میں سچے ہو اور میں تمھارا مسلک قبول کرتا ہوں۔ اللّٰھم اغفر له وارحمه وعافه واعف عنه.

حفظِ قرآن اور حدیث کی تعلیم:

حافظ صاحب نے قرآن مجید لاہور کی مسجد لسوڑیاں والی میں حفظ کیا۔ پھر لاہور کی مسجد چینیاں والی کے مدرسے میں تعلیم حاصل کرتے رہے جو مولانا سید محمد داؤد غزنوی نے جاری کیا تھا۔ اس وقت اس مدرسے میں حضرت مولانا محمد علی لکھوی طلبا کو حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے، حافظ صاحب نے حضرت مولانا لکھوی سے کتبِ حدیث پڑھیں۔

مساجد کی تعمیر:

حافظ صاحب نے لاہور ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ یہاں انھوں نے شیخ محمد اشرف کے کتب خانے میں ملازمت کی اور مغل پورہ میں ان کا قیام رہا۔ لاہور میں ان کی کوشش سے اہلِ حدیث کی ایک مسجد تولوکو ورکشاپ میں تعمیر ہوئی اور ایک مغل پورہ میں مسجد توحید گنج۔ اس سے کئی سال بعد ان کی سعیِ بابرکت سے ایک مسجد گوجراں والا کے گھنٹا گھر کے قریب بنائی گئی، جسے مسجد اختر اہلِ حدیث کہا جاتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب وسنت کی تبلیغ کا جذبہ:

حافظ صاحب کو قرآن و حدیث کی تبلیغ کا شوق تھا اور پورے جوش اور زور سے تقریر میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے تھے۔ قرآن و حدیث پر عمل نہ کرنے والوں کے وہ شدید مخالف تھے۔ ان کے لیے سخت الفاظ استعمال فرماتے اور کسی قسم کی پروا کیے بغیر ان کے مقابلے پر اتر آتے۔ وہ غیرتِ دینی کا چلتا پھرتا پیکر اور حمیتِ اسلام کا مضبوط مجسمہ تھے۔ کسی دینی مسئلے کی ذرہ سی خلاف ورزی بھی انھیں گوارا نہ تھی۔ علماے کرام کے بے حد قدر دان اور طلباے علم کے لیے انتہائی مشفق۔ اللہ نے بہت سی صفاتِ حسنہ ان کے خمیر میں جمع فرما دی تھیں اور وہ علم و عمل اور تقوی و نجابت کا روح پرور مجموعہ تھے۔ تبلیغِ دین اور وعظ و خطابت کے ساتھ ساتھ وہ مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے۔ کشمیر کے محاذ پر انھوں نے سردار عبدالقیوم اور دیگر رفقاے جہاد کی رفاقت میں بہت سے مجاہدانہ کارنامے سرانجام دیے۔ ان کا قلبی تعلق مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ اور سید احمد شہید کی قائم کردہ جماعتِ مجاہدین سے تھا جو 1826ء سے اگست 1947ء یعنی تا آزادیِ برصغیر تک انگریزی حکومت سے برسرِ پیکار رہی۔

حافظ صاحب 1920 سے 1947 تک ستائیس برس لاہور میں رہے۔ پھر اپنے آبائی قصبے گکھڑ چلے گئے۔ اسی سال یعنی 1947 ہی میں انھوں نے گوجراں والا کے اردو بازار میں سکول بک ڈپو کے نام سے کتابوں کی نشر و اشاعت کا کام شروع کیا۔ یہ ان کا ذریعہ معاش تھا۔

تعمیرِ مسجد اور مدرسہ:

1948ء میں حافظ صاحب نے اپنے گکھڑ کے خاندانی سکونتی مکان کو مسجد میں تبدیل کرنے کا فیصلہ کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ مسجد کا نام انھوں نے توحید گنج رکھا۔ یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خاصی وسیع مسجد ہے۔ اس میں حفظِ قرآن کا مدرسہ جاری فرمایا۔ اس مدرسے میں سیکڑوں بچوں نے قرآن حفظ کیا، جن میں بیرونی طلبا بھی شامل تھے اور مقامی بھی۔ بیرونی طلبا کے لیے ناشتہ روزانہ حافظ صاحب کے گھر میں تیار ہوتا تھا، جب کہ دوپہر اور شام کا کھانا مسجد سے ملحقہ گھروں سے آتا تھا۔

حافظ صاحب کی اہلیہ محترمہ جنھیں احترام سے آپا جی کہا جاتا تھا، طلبا پر انتہائی شفقت کرتی تھیں اور ان سے والدہ کا سا سلوک روا رکھتی تھیں۔ طلبا کو ناشتہ کرانے کے بعد اپنے حقیقی بچوں کو ناشتہ کراتی تھیں۔ حافظ خالد محمود فاضل مدینہ یونیورسٹی، جو گوجراں والا سے تعلق رکھتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ میں نے بھی گکھڑ میں حافظ محمد یوسف صاحب کے جاری کردہ مدرسے میں قرآن مجید حفظ کیا تھا اور میرا مشاہدہ ہے کہ حافظ صاحب کی اہلیہ مرحومہ طلبا سے بے حد ہم دردی اور شفقت کا برتاؤ کرتی تھیں۔

گفتار و کردار کی ہم آہنگی:

حافظ صاحب کی وسعت قلبی اور فراخ حوصلگی ملاحظہ ہو کہ اپنا رہایشی مکان مسجد میں بدل دیا ہے اور اس میں مدرسہ جاری کر کے لوگوں کے بچوں کو قرآن مجید حفظ کرایا جا رہا ہے۔ پھر ان کے لیے ناشتہ بھی اپنے گھر میں تیار کیا جاتا ہے۔ حافظ صاحب واقعتاً ولی اللہ اور مخلص ترین خادمِ قرآن و حدیث تھے۔ مادیت کے طوفان میں گھرے ہوئے اس دور میں حافظ صاحب جیسا شخص ملنا بہت مشکل ہے۔ وہ صاحبِ گفتار بھی تھے اور صاحبِ کردار بھی۔ یعنی ان کے گفتار اور کردار میں کامل ہم آہنگی پائی جاتی تھی۔ جو بات زبان پر آئی، وہ عمل سے بھی آشنا ہوئی۔

مسجد کا افتتاح اور مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا خطبہ جمعہ:

1948ء میں حافظ محمد یوسف گکھڑوی نے اپنے ذاتی مکان کو منہدم کر کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جب اسے مسجد میں تبدیل کیا تو اس کے افتتاح کے لیے لاہور سے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو دعوت دی گئی تھی۔ وہ جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ مولانا گکھڑ تشریف لائے اور نوتعمیر مسجد میں خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں گوجراں والا، وزیر آباد، گکھڑ اور دور و نزدیک کے بے شمار لوگوں نے شرکت کی، اور مولانا غزنوی کا خطبۂ جمعہ سنا۔ اس بابرکت موقعے پر اس فقیر کے گوجراں والا کے قابلِ احترام دیرینہ دوست چودھری عبدالواحد گوندل بھی موجود تھے جو علما و زعما سے نہایت قریبی مخلصانہ تعلق رکھتے ہیں۔ مولانا غزنوی کا یہ خطبہ چودھری صاحب ممدوح نے اس سے 63 سال بعد 20 اپریل 2011ء کو قلم بند کیا اور آج 28 فروری 2014ء کو جب میں حافظ محمد یوسف صاحب کے بارے میں یہ سطور لکھ رہا ہوں، چودھری عبدالواحد گوندل کے ہاتھ کا لکھا ہوا وہ خطبہ میرے سامنے ہے، اسے خوانندگانِ کرام کے مطالعہ کے لیے یہاں درج کیا جا رہا ہے۔ مولانا نے سورۃ الاعلیٰ کی آیت ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ سے آخری چھے آیات کی تفسیر بیان فرمائی۔

چودھری صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اتنی طویل مدت کی خالص علمی نوعیت کی باتیں ان کے حافظے میں محفوظ رہیں۔ معلوم نہیں اس وقت پاکستان میں کتنے لوگ موجود ہیں، جنھوں نے مولانا سید محمد داؤد غزنوی کی تقریریں سنی ہوں۔ میں پندرہ سال سے زیادہ عرصہ مولانا غزنوی کی خدمت میں رہا اور ان کی لاتعداد تقریریں سننے کا شرف حاصل کیا اور ان کی مجلسی گفتگو روزانہ سنتا رہا۔ ان کی تقریر پر مشتمل جب یہ سطور لکھ رہا ہوں، تو مجھے شدت سے احساس ہو رہا ہے کہ مولانا تقریر فرما رہے ہیں اور میں ان کے سامنے بیٹھا سن رہا ہوں۔ چودھری صاحب نے خطبہ جمعہ کے جو الفاظ تحریر کیے ہیں، وہ بلاشبہہ مولانا کے ارشاد فرمودہ ہیں۔ اب آیئے مولانا غزنوی کے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خطبۂ جمعہ کا مطالعہ فرمایئے جو مجھے حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے فرزندِ گرامی عطاء السلام کی وساطت سے موصول ہوا۔ چودھری صاحب لکھتے ہیں:

''میرے ایک دوست عبدالستار غوری میرے گھر آئے۔ فرمایا: میں نے اخبار میں یہ اعلان پڑھا ہے کہ گکھڑ میں ایک مسجد کی تعمیر ہوئی ہے، جس کا افتتاحی خطبۂ جمعہ حضرت مولانا داؤد غزنوی صاحب ارشاد فرمائیں گے، چلو آج وہیں نمازِ جمعہ ادا کریں گے۔ ہم بس پر سوار ہوئے، گکھڑ جا کر بس سے اتر رہے تھے کہ دیکھا مولانا داؤد غزنوی بھی لاہور سے آنے والی بس سے اترے ہیں۔ استقبال کے لیے حافظ یوسف صاحب موجود تھے۔ علیک سلیک اور مصافحہ کے بعد ہم دونوں بزرگوں کے ساتھ مسجد میں پہنچے۔ اذان کے بعد مولانا غزنوی صاحب منبر پر کھڑے ہوئے، خطبۂ مسنونہ کے بعد سورۃ الاعلیٰ کی ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ سے ﴿صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى﴾ تک چھے آیات تلاوت کیں۔ اب تفسیر اور ان الفاظ کے معانی کا ایک چشمہ جاری تھا۔ خوب صورت چہرے سے بڑے ہی موزوں اور برمحل الفاظ ''وابلٌ'' کی طرح ہم سن رہے تھے، یعنی موسلا دھار بارش کا سا سماں تھا۔ خطبہ کیا تھا، ایک خالص علمی کتاب تھی۔ افسوس خطبہ ان کی آواز میں ریکارڈ نہ ہو سکا۔ ایسا ہوتا تو یہ ایک نہایت گراں مایہ چیز ہوتی اور لوگ اس سے اخذِ فیض کرتے۔ تاہم بعض الفاظ و مطالب ذہن میں محفوظ ہیں، یادداشت پر زور دے کر انھیں قلم بند کرتا ہوں۔

''سب سے پہلے مولانا غزنوی نے تزکیۂ نفس کا ذکر کیا۔ فرمایا: جب تک عقیدہ درست نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی طرف سے نازل کردہ ہدایت پر پورا پورا عمل نہ ہو سکے گا، نفس کی پاکیزگی ایک خواب ہوگی اور انسان دھوکے میں مبتلا رہے گا۔ مولانا نے راہبوں اور جوگیوں کے مختلف طریقوں اور عملوں کا تذکرہ کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور ان کے رد میں قرآن مجید سے گواہی پیش کی۔ فرمایا: انسانوں نے ان طوق و سلاسل کو خود اختیار کیا اور صحیح بات پر عمل نہ کر سکے۔ اپنے لیے اور دوسروں کے لیے آزمائش کا باعث بنے، حاصل کچھ نہ ہوا۔

اس کے بعد صوفیاے کرام کے وظائف و اوراد اور ان کی ریاضتوں کے بارے میں فرمایا: کلمہ طیبہ کا ورد اور اس کے لیے خاص انداز اور جہتوں کو اختیار کرنا، اگلنا اور نگلنا، اگلنا یہ ہے کہ لا إله پڑھے تو تصور کرے کہ زمین کے ہر مقام پر کسی کو إله نہیں مانتا۔ لفظ إلا ھو زبان سے نکالے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو، یعنی غیر اللہ کو اگلنا اور اللہ تعالیٰ کے تصور کو نگلنا۔

بعض لوگوں نے یہ طریقہ اپنا رکھا ہے کہ جب الله ھو کہے تو رخ عرشِ معلیٰ کی طرف کرے اور دل کو بھی ادھر متوجہ کرے۔ فرمایا: میں ان طریقوں کا رد نہیں کرتا، بعض حضرات نے اس سے کچھ فوائد بھی حاصل کیے ہیں، لیکن سنت سے یا آثارِ صحابہ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان شرک سے بچے اور کتاب وسنت کے احکام پر کاربند ہو جائے۔ گناہوں کو چھوڑ دے، وہ یقیناً پاک صاف ہو جائے گا اور ان الفاظ کا مصداق بن جائے گا ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ وہ یقیناً کامیاب ہو گیا جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کر لیا اور نیکی کو اپنا لیا۔ اس کے بعد لوگوں کے سامنے اپنی پاکیزگی کا اظہار نہ کرنا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ جسے پاک صاف کر دے وہی پاک صاف ہو گا۔ ارشاد ہے: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾

رمضان المبارک سال بھر میں ایک ماہ کا ریفریشر کورس ہے، جس سے تزکیۂ نفس پوری طرح ہو جاتا ہے۔ ایک ماہ انسان روحانی ورزش کرے تو پھر اس پر قائم ہو جائے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے حوالے سے فرمایا: اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

ہم تک پہنچا ہے:

«مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَاناً وَّاحْتِسَاباً غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے یقین وخلوصِ نیت سے روزے رکھے، اس کے گزشتہ دور کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''

جب گناہ معاف ہو گئے تو وہ پاک ہو گیا۔ دوسرا فرمان یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک میں قیام کیا، نمازِ تراویح ادا کی اس کے بھی گناہ معاف ہوئے۔ تیسرا فرمان یہ ہے کہ «مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ» جس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا یعنی اعتکاف کیا تو اس کے بھی گناہ معاف ہو گئے۔ اس کا تزکیہ نفس ہو گیا۔ رمضان المبارک میں نیک اعمال کا اجر وثواب زیادہ ہوتا ہے، اسی خیال کے پیشِ نظر رمضان میں زکات ادا کی جاتی ہے۔ دور دراز سے غربا اور مدارس ومساجد کے سفیر آتے ہیں اور مالی امداد حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح مسلمان کا مال بھی پاک ہو گیا، کہ زکات نہ دینے والے کا مال پلید ہوتا ہے، مال ہی پاک نہیں ہوتا، بلکہ مال والے کو بھی پاک کرتا ہے:

﴿الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى﴾

انسان خطا کار ہے۔ روزے کی حالت میں بھی بھول چوک ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات معیار سے کم تر کام کرتا ہے، لغو سے اعراض نہیں ہوتا، اس کے لیے صدقۃ الفطر فرض کیا گیا اور وہ رمضان کے دوران کی لغویات سے بھی بری ہو گیا۔ رمضان المبارک میں خود حضور ﷺ کی سخاوت ''ریح مرسلہ'' کی طرح ہوتی تھی۔ یعنی تیز ہوا کی طرح خیرات کرتے تھے۔ ان تمام نیک اعمال کی ادائیگی سے پوری صفائی اور پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

ہلالِ عید نظر آ گیا۔ انسان جسم کی پاکیزگی کے لیے بیدار ہوتا ہے، غسل خانے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہوتا ہے، اپنے جسم کی ظاہری میل کچیل اتارتا ہے اور اجلا لباس زیبِ تن کرتا ہے۔ باطنی پاکیزگی تو اس کی رمضان المبارک کے اعمال سے مکمل ہو گئی تھی، غسل سے ظاہری طہارت وصفائی بھی ہو گئی۔

اب یہ سعید روح اہلِ خانہ کو ساتھ لے کر عید گاہ کی طرف چل پڑا ہے۔ یہ تو تھی تصویر ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ کی اور اب اس سے اگلی آیت پر عمل شروع ہوا۔ ﴿وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ﴾ یعنی اپنے رب کے نام کا ذکر کر رہا ہے۔ قدرے بلند آواز سے پکارتا ہے: اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر لا إله إلا اللّٰہ، واللّٰہ أکبر وللّٰہ الحمد یا یہ الفاظ اس کی زبان سے ادا ہوتے ہیں: اللّٰہ أکبر اللّٰہ أکبر کبیرا والحمد للّٰہ کثیرا وسبحان اللّٰہ بکرة واصیلا.

حال یہ ہے کہ ان خوش بخت افراد کو خوش آمدید کہنے کے لیے فرشتے گلیوں اور بازاروں میں موجود ہیں۔ ان کی خیریت کے لیے دعا کر رہے ہیں اور ان کا استقبال کیا جا رہا ہے۔

اب یہ اللہ کا بندہ عید گاہ میں پہنچ گیا ہے اور اللہ کا ذکر کثرت اور بلند آواز سے کر کے دوسرا حکم بجا لا رہا ہے اور وہ ہے: ﴿فَصَلّٰى﴾ یعنی نمازِ عید ادا کی۔ اس نماز کے لیے نہ تو اذان دے کر لوگوں کو آگاہ اور خبردار کیا گیا اور نہ قیامِ جماعت کے وقت کسی نے اقامت کہی۔ پھر اس قدر ہجوم کیسے اکٹھا ہو گیا۔ اللہ اکبر! آسمان میں ایک منظر اور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں: یہ اس قدر لوگ کیوں جمع ہوئے ہیں؟ فرشتے عرض کرتے ہیں: یہ اپنے گناہوں کی معافی اور جنت کے طلب گار ہیں۔ فرمان ہوتا ہے گواہ رہو میں نے ان کو معاف کیا اور ان کو جنت عطا کی۔

ان دو آیات کا مطلب مکمل ہو گیا۔ سورۃ الاعلیٰ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی جہاں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابھی تک رمضان اور تراویح کا سلسلہ نہیں تھا۔ اس کے باوجود امامِ تفسیر مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیات رمضان اور عید الفطر سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اگرچہ یہ ان اعمال کی فرضیت سے پہلے نازل ہو چکی تھیں۔

اب مولانا سید داؤد غزنوی صاحب تلاوت فرماتے ہیں: ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى﴾ کچھ بدنصیب ایسے ہیں کہ رمضان آیا گزر گیا، انھوں نے اپنی بخشش کے لیے کچھ نہ کیا۔ اس دنیا کی زندگی کو ترجیح دے کر مال کمانے میں لگے رہے، دن رات بس یہی دھن ہے کہ معیارِ زندگی کو بلند کر لیں۔ زیادہ سے زیادہ دولت سمیٹ لیں تاکہ up lift of living (زندگی کا معیار بہتر) ہو جائے۔ دوسرے انسانوں سے وہ برتر ہو جائیں، لیکن اس کوشش میں آخرت کو بھلا بیٹھے جو کہ ابدی زندگی ہے اور جس میں خیر و بہتری ہے۔ اس میں خیر بھی ہے اور ﴿وَّاَبْقٰى﴾ بھی ہے۔ ہمیشہ باقی رہنے والی۔

آخر میں فرمایا: مفسرینِ کرام نے لکھا ہے کہ یہ سورۃ یعنی سورۃ الاعلیٰ پہلے صحیفوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف میں درج تھی اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ ﴿قَدْ اَفْلَحَ﴾ سے ﴿وَّاَبْقٰى﴾ تک کے الفاظ ان کتابوں میں درج تھے۔

آخر میں مولانا غزنوی نے حافظ محمد یوسف صاحب کے لیے دعا کی اور مسجد کے لیے مکان وقف کرنے کے سلسلے کی تحسین کرتے ہوئے لوگوں کو ان کے اس عمل کی پیروی کی تلقین فرمائی۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مولانا غزنوی کا 1948ء کا ارشاد فرمودہ یہ خطبہ جمعۃ المبارک چودھری عبدالواحد گوندل نے 20 اپریل 2011ء کو قلم بند کیا اور 28 فروری 2014ء کو حافظ عطاء السلام کی وساطت سے مجھے موصول ہوا۔ اس کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متعلق گوجراں والا ہی کے اس فقیر کے دیرینہ دوست میر عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں:

''کسی بھلے زمانے کی بھلی باتیں سی یاد رہنا بھی ایک سعادت ہے، پھر انھیں محفوظ رکھنا اور تبلیغ کے لیے لکھنا بھی خاص عنایت من جانب اللہ ہے۔'' توفیق کے لیے دعا گو، میر عبدالرحیم (11-11-2008)

یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ ہفت روزہ الاعتصام گوجراں والا سے حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نے اگست 1949ء میں جاری فرمایا تھا اور اس کے ایڈیٹر مولانا محمد حنیف ندوی تھے۔ اس سے چار مہینے بعد فروری 1950ء میں مجھے بطور مدیر معاون گوجراں والا بھیجا گیا۔ میں 1952ء کے آخر تک وہاں یہ خدمت سرانجام دیتا رہا۔ پھر اخبار لاہور منتقل ہو گیا۔ قیامِ گوجراں والا کے زمانے میں وہاں کے جن بے شمار حضرات سے دوستانہ مراسم پیدا ہوئے، ان میں چودھری عبدالواحد گوندل اور میر عبدالرحیم شامل ہیں، جن سے کسی نہ کسی صورت میں رابطہ قائم رہتا ہے۔ اس دور کے دوستوں کی فہرست میں خواجہ محمد یوسف، محمد امین کھوکھر اور متعدد دیگر حضرات بھی شامل ہیں جن سے اس فقیر کی ملاقات رہتی ہے۔ میں شکر گزار ہوں کہ 64/65 سال قبل کے میرے یہ دوست مجھے یاد رکھتے ہیں۔ جزاھم اللّٰہ خیر الجزاء.

چند مزید واقعات:

اب حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے بارے میں چند مزید واقعات ملاحظہ ہوں:

❁ قبولیتِ دعا:

آج سے 65 سال پہلے 1968ء کی بات ہے کہ حافظ صاحب اپنے چند رفقا کی رفاقت میں جن میں آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار عبدالقیوم بھی شامل

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

تھے، جہادِ کشمیر کے لیے دریائے جہلم میں بذریعہ کشتی اسلحے کی پیٹیاں لے کر جا رہے تھے۔ ایک مقام پر پانی کا اتنا شدید ریلا آیا کہ کشتی الٹ گئی اور اسلحے کی پیٹیاں پانی کی تہہ میں چلی گئیں۔ یہ لوگ تو تیر کر دریا پار کر گئے، لیکن اسلحہ کا کچھ پتا نہ چلا، حافظ صاحب وہیں بیٹھ گئے اور اللہ سے رو رو کر دعا کرنا شروع کی اور فریاد کناں ہوئے کہ ہم اپنی دانست میں تیری راہ میں جہاد کے لیے نکلے تھے، لیکن جو اسلحہ کفار سے مقابلے کے لیے ہم لائے تھے وہ دریا میں غرق ہو گیا، اب تو ہی ہماری مدد کرنے والا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پانی کا زور ختم ہوا تو پیٹیوں کا ایک سرا نظر آیا اور پھر چند ساعتوں میں ساری پیٹیاں سامنے آ گئیں اور دریا سے نکال لی گئیں۔

تقوی شعاری:

حافظ صاحب کے فرزند ارجمند حافظ عطاء السلام اپنے متعلق بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک روز گکھڑ سے ریل پر سوار ہوئے اور بغیر ٹکٹ گوجراں والا آ گئے۔ دکان (سکول بک ڈپو) پہنچے تو حافظ صاحب تشریف فرما تھے۔ انھوں نے بتایا کہ بغیر ٹکٹ آیا ہوں۔ حافظ صاحب یہ الفاظ سنتے ہی طیش میں آ گئے اور بیٹے کو زور سے تھپڑ رسید کیا اور فرمایا: تم نے چوری کی ہے۔ اسی وقت انھیں دکان سے اٹھایا اور گوجراں والا کے اسٹیشن ماسٹر کے سامنے پیش کیا۔ فرمایا: یہ میرا بیٹا چور ہے۔ اس نے گکھڑ سے لے کر یہاں تک بغیر ٹکٹ سفر کیا ہے۔ ریلوے کے قانون کے مطابق اسے سزا دی جائے۔ اسٹیشن ماسٹر نے تو حافظ عطاء السلام کو چھوڑ دیا، لیکن حافظ صاحب نے باہر آ کر بیٹے سے کہا: گکھڑ کے دو ٹکٹ لو اور انھیں پھاڑ کر یہاں پھینک دو تاکہ محکمۂ ریلوے کا جو نقصان تم نے کیا ہے وہ پورا ہو جائے۔ یہ تھی حافظ صاحب کی تقوی شعاری۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

راقم الحروف پر شفقت:

ایک مرتبہ حافظ صاحب اس فقیر کو ملنے کے لیے گوجراں والا سے لاہور تشریف لائے، لیکن میں اس دن گاؤں چلا گیا تھا۔ حافظ صاحب ہمارے گاؤں پہنچ گئے۔ سخت گرمیوں کا موسم۔ اس زمانے میں بجلی بھی وہاں نہیں تھی۔ اتفاقاً اس وقت وہاں مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ بھی تشریف فرما تھے۔ میں ان دنوں ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی ادارت سے منسلک تھا۔ میں حافظ صاحب کو دیکھ کر حیران ہوا۔ فرمایا: آج صبح تم سے ملاقات کے لیے شدید جذبہ دل میں ابھرا۔ یہی جذبہ مجھے لاہور اور پھر یہاں لے آیا۔ وہ رات میرے پاس گاؤں میں رہے۔ صبح گوجراں والا چلے گئے۔ گرمی کے موسم میں میرے لیے اتنا سفر کیا۔ یہ مجھ پر ان کی شفقت تھی، جس کا اثر مجھ پر ہمیشہ رہا۔

عمل بالحدیث کا جذبۂ صادقہ:

حافظ صاحب قرآن و حدیث پر عمل کے بارے میں بہت سخت تھے اور نہایت نازک احساسات رکھتے تھے۔ اس کے خلاف ذرہ سی مداہنت بھی انھیں گوارا نہ تھی۔ قیامِ پاکستان کے بعد لاہور میں جماعتِ اسلامی کا دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی باقاعدگی سے جاری تھا اور حافظ صاحب بھی اپنے رفقاے کرام کے ساتھ یہی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔ جماعتِ اسلامی کا دفتر اچھرہ میں تھا اور حافظ صاحب کا مرکزِ تبلیغ تھا مغل پورہ کی مسجد توحید گنج۔

حافظ صاحب اور جماعتِ اسلامی والوں نے فیصلہ کیا کہ مشترکہ طور پر سلسلۂ دعوت جاری رکھا جائے۔ اس ضمن میں حافظ صاحب کی مولانا مودودی صاحب سے مشاورت ہوئی اور اس پر عمل شروع ہو گیا۔ اس اثنا میں حافظ صاحب کو مطالعہ کے لیے مولانا مودودی کی بعض کتابیں بھی دی گئیں۔ ان کتابوں میں ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں حدیث سے متعلق مولانا کا مضمون مسلکِ اعتدال بھی تھا، حافظ صاحب نے یہ مضمون پڑھا تو انھیں احساس ہوا کہ حدیث کی حجیت و استناد کے بارے میں مولانا کا موقف محدثین کے موقف سے ہٹا ہوا ہے۔ اب وہ یہ مضمون لے کر مولانا کی خدمت میں پہنچے اور اس باب میں ان سے سوال کیا۔ پہلے تو مولانا خاموش رہے، لیکن جب سوال کا جواب دینے پر اصرار کیا گیا تو فرمایا: یہ میری ذاتی رائے ہے۔

حافظ صاحب نے کہا ہمارا نقطہ نظر تو یہ ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن کو سمجھا ہی نہیں جا سکتا اور نہ اس میں ذاتی رائے کو اہمیت دی جاتی ہے، لیکن آپ کچھ اور ہی فرما رہے ہیں۔ اس صورت میں ہم آپ کے ساتھ نہیں چل سکتے۔ آپ کی راہ اور ہے، ہماری اور۔ ہم حدیث کی روشنی میں دعوت و تبلیغ کا کام کریں گے، آپ جس طرح جی چاہے کریں۔ ہمارا اور آپ کا اشتراک ختم!

ایک قصائی کا جنازہ:

چودھری عبدالواحد گوندل بتاتے ہیں کہ گوجراں والا میں ایک شخص مولا بخش پہلوان رہتے تھے جو قصائی برادری سے تعلق رکھتے تھے اور مسلکاً بریلوی تھے۔ بھیڑ بکریوں کی ان کی آڑھت تھی اور مالی اعتبار سے آسودہ حال تھے۔ آخر عمر میں وہ بیمار ہو گئے اور بیماری نے شدت اختیار کر لی۔ انھوں نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ میرا جنازہ کتابوں کی دکان والے مولوی صاحب پڑھائیں (اس سے سکول بک ڈپو کے مالک حافظ محمد یوسف گکھڑوی مراد تھے) مولا بخش قصائی کی وفات کے بعد ان کے بیٹے حافظ صاحب کی خدمت میں آئے اور باپ کی وصیت کے متعلق بتایا اور کہا کہ جب جنازہ گھر سے اٹھایا گیا تو ہم آپ کو جنازہ گاہ لے جائیں گے۔ حافظ صاحب نے فرمایا: تمھیں آنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ہی جنازہ گاہ پہنچ جاؤں گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جنازے کا وقت ہوا تو حافظ صاحب پہنچ گئے۔ انھوں نے اس قدر رقت آمیز انداز میں جنازہ پڑھایا کہ خود بھی روئے اور مقتدی بھی روتے رہے۔ حدیث میں جنازے کی جو دعائیں نبی ﷺ سے مروی ہیں، وہ سب نہایت خشوع وخضوع سے پڑھیں۔

جنازے کی نماز ختم ہوئی تو اعلان فرمایا کہ کوئی شخص یہاں سے نہ جائے، دفن کے بعد قبر پر پھر دعا کی جائے گی۔ چنانچہ قبر پر بھی رو رو کر طویل دعا کی۔ اس کے بعد ایک قصائی نے بلند آواز سے میت کے وارثوں سے کہا:

''او قصائیو! تہاڈے مولا بخش نوں مولا نے بخش دتا اے۔''

حافظ صاحب کا نمازِ جنازہ پڑھانے کا طریقہ گوجراں والا میں مشہور تھا اور مرنے والے کے وارثوں کی خواہش ہوتی تھی کہ اس کا جنازہ حافظ صاحب پڑھائیں۔

جنازے کے علاوہ لوگ اپنے بچوں کی نکاح خوانی کے لیے بھی ان کی خدمت میں آتے اور نکاح پڑھانے کی درخواست کرتے۔

❀ مولانا سلفی کا جنازہ:

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے 20 فروری 1968ء کو وفات پائی تو ان کا جنازہ بھی حافظ صاحب نے پڑھایا۔ گوجراں والا کی تاریخ کا یہ بہت بڑا جنازہ تھا۔ اس میں بے شمار علما وصلحا شامل تھے، لیکن جنازہ پڑھانے کی سعادت حافظ محمد یوسف صاحب کے حصے میں آئی۔ وہ حضرت مولانا سلفی کے بے حد عقیدت مند تھے۔ مولانا بھر پور جوانی میں 1921ء میں گوجراں والا تشریف لائے۔ اس شہر میں انھوں نے خطابتی، تدریسی اور تصنیفی اعتبار سے 47 سال خدمات سر انجام دیں، جن کے نتیجے میں وہاں کی فضا بالکل بدل گئی اور ہر سو توحید و سنت کا شامیانہ تن گیا۔ مولانا کی خدماتِ گوناگوں کی بنا پر گوجراں والا کا ہر فرد ان کا احترام کرتا تھا، وہ بھی ہر شخص کو اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مرتبے کے مطابق اکرام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

بہر حال یہاں عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ علما وصلحا کی کثیر جماعت کی موجودگی کے باوصف حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی نمازِ جنازہ حافظ محمد یوسف گکھڑوی صاحب نے پڑھائی۔ حافظ صاحب مرحوم کے فرزندِ گرامی حافظ عطاء السلام کا بیان ہے کہ مولانا کی وفات کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ ان کا جنازہ کون عالمِ دین پڑھائیں گے۔ اس کا پتا حضرت مولانا کی اہلیہ مرحومہ کو ہوا تو انھوں نے اپنے بیٹوں (پروفیسر محمد چودھری، حکیم محمد محمود سلفی اور محمد داؤد) کو بلا کر کہا کہ مولانا کی وصیت ہے کہ ان کا جنازہ حافظ محمد یوسف گکھڑوی پڑھائیں۔ مولانا کے بعد ان کے لائق فرزند بھی وفات پا گئے اور حافظ صاحب بھی اس دنیاے فانی سے رخصت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے کہ وہ ان سب کی مغفرت فرمائے۔

مولانا غزنوی کے مکتوباتِ سامی:

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، حافظ صاحب پر بڑی شفقت فرماتے اور ان کے اسلوبِ تقریر اور صالحیت پر بہت خوش تھے۔ اس کا اندازہ ان مکتوبات سے ہوتا ہے جو انھوں نے حافظ صاحب کے نام ارسال فرمائے۔ ان میں سے دو مکتوب مجھے حافظ عطاء السلام کی وساطت سے دست یاب ہوئے۔ ان میں سے ایک مکتوب 30 اکتوبر 1956ء کا تحریر فرمودہ ہے۔ اس مکتوب کے ارسال سے پہلے مولانا حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری چینیاں والی مسجد میں خطابت کا فریضہ سرانجام دیتے تھے اور پھر اس منصب سے مستعفی ہو گئے تھے۔ مولانا غزنوی نے حافظ محمد یوسف صاحب کو خط لکھا کہ وہ مسجد چینیاں والی میں خطابت کی ذمہ داری قبول کر لیں۔ مکتوب مندرجہ ذیل ہے:

اخی فی اللہ حافظ محمد یوسف صاحب!

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مسجد چینیاں والی سے حافظ ابراہیم صاحب اپنے مخصوص حالات کی بنا پر مستعفی ہو گئے ہیں، اب مسجد کے لیے خطیب کی اشد ضرورت ہے۔ میری طبیعت علیل ہے۔ کسی وقت میں خطبے کے قابل ہوتا ہوں، کسی وقت طبیعت اچانک خراب ہو جاتی ہے، اس لیے ایک خطیب کی ضرورت ہے۔ میری اور میرے دوستوں کی نظرِ انتخاب آپ پر پڑتی ہے۔ اگر آپ جمعہ پڑھا کر اگلے دن صبح درسِ قرآن مجید دے کر واپس تشریف لے جایا کریں تو بہت مناسب ہو گا۔ اس طرح آپ سے ملاقات کا بھی سلسلہ قائم ہو جائے گا اور کبھی کبھی میرا خطبہ بھی آپ سن سکیں گے اور میں اکثر آپ کے خطبوں سے مستفیض ہوا کروں گا۔

جواب کا منتظر ہوں۔ والسلام

داؤد غزنوی

30-10-1956

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ حافظ صاحب نے مولانا غزنوی کے اس مکتوبِ گرامی کا کیا جواب دیا، یہ البتہ حقیقت ہے کہ وہ کسی وجہ سے مسجد چینیاں والی میں خطابت کا سلسلہ شروع نہیں کر سکے۔

ایک مکتوبِ سامی اور ہے جو 20 دسمبر 1958ء کا رقم فرمودہ ہے۔ اس زمانے میں مولانا محمد اسحاق رحمانی (گوہڑوی) قصور کی جامع مسجد اہلِ حدیث کے منصبِ خطابت پر فائز تھے۔ پھر اس منصب سے علاحدہ ہو گئے تھے۔ ان کی علاحدگی کے بعد ایک جمعہ یا اس سے زیادہ حافظ صاحب کو پڑھانے کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا غزنوی نے ان کو خط لکھا کہ وہ مستقل طور پر قصور کی مسجد اہلِ حدیث میں جمعہ پڑھایا کریں۔ خط کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مکرمی مولانا حافظ محمد یوسف!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مجھے جماعت اہلِ حدیث قصور کے بعض احباب سے یہ معلوم کر کے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کے خطبۂ جمعہ کو بہت پسند کیا گیا اور وہاں کی جماعت کی دلی خواہش ہے کہ آپ اگر مستقل طور پر قصور تشریف لے آئیں تو مولوی اسحاق صاحب کے جانے سے جو جگہ خالی ہوئی ہے، اسے آپ پر کر سکتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ آپ گوجراں والا میں اپنا تجارتی کاروبار کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جو رزق مقرر کیا ہے وہ بہر حال آپ کو ہر جگہ ملے گا۔

قصور بھی ایک بہت اچھا قصبہ ہے، وہاں آپ اگر کوئی تجارتی کام کرنا چاہیں تو وہاں اس کے مواقع بھی ہیں، اس لیے میری دلی تمنا ہے کہ آپ قصور تشریف لائیں اور مستقل رہائش یہاں اختیار کر لیں۔ اپنے مواعظِ حسنہ اور تجارت کے لیے اہلِ قصور اور گردو نواح کے مسلمانوں کو محضوظ فرمائیں۔ آپ ماشاء اللہ ایمانی بصیرت رکھتے ہیں، آپ کو زیادہ اس بارے میں کہنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ جو رزق اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقرر کیا ہے، وہ بہر حال آپ کو عطا کرتا رہے گا۔ اس میں سے کوئی ایک دانہ بھی آپ سے چھین نہیں سکتا اور نہ کوئی ایک دانہ اس میں دے سکتا ہے۔ آپ اللہ کے دین کے لیے یہ تبدیلیِ مکان کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ کی ضرور مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ﴾ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: ﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ اس لیے امید کرتا ہوں کہ آپ میری اس درخواست کو قبول فرما کر قصور آنے کے پروگرام کو دوسری چیزوں پر ترجیح دیں گے۔

امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد مطلع فرمائیں گے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

والسلام

دعا گو

محمد داؤد غزنوی

20-12-1958

پہلے خط کی طرح اس خط کا جواب بھی ہمارے علم میں نہیں کہ حافظ صاحب نے کن الفاظ میں دیا، لیکن ان کے حالات اس قسم کے تھے کہ گوجراں والا کی سکونت ترک کر کے دوسری جگہ مستقل طور سے قیام کرنا ان کے لیے مشکل تھا، چنانچہ گکھڑ سے نقل مکانی کر کے وہ گوجراں والا آئے اور وہیں سکول بک ڈپو کے نام سے کام شروع کیا اور پھر اسی شہر میں زندگی گزار دی۔

اساتذہ گرامی:

حافظ صاحب نے جن اساتذہ گرامی سے دینی تعلیم حاصل کی، وہ مندرجہ ذیل حضرات تھے:

- حکیم محمد صادق، جو گکھڑ کے قریب ہی ایک گاؤں میں رہتے تھے۔
- مولانا سلطان احمد رحمہ اللہ، موضع نت کلاں۔ یہ محدث پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔
- مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ۔
- مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ۔
- مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ۔
- مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ۔

www.KitaboSunnat.com

حضرت مولانا محمد علی لکھوی سے انہوں نے 1932ء میں چنیاں والی مسجد

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(لاہور) میں کتبِ حدیث پڑھیں اور سند لی۔ مولانا لکھوی کا مسجد چینیاں والی کے مدرسے میں تشریف لے جانے اور طلبا کو پڑھانے کا پس منظر یہ ہے کہ مولانا داؤد غزنوی انگریزی حکومت کے خلاف کسی تحریک میں قید ہوئے تو انھوں نے مسجد کی انتظامیہ کی معرفت مولانا محمد علی لکھوی کو پیغام بھجوایا کہ وہ لاہور تشریف لے جائیں اور ان کی جگہ مسجد میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا کریں۔ مولانا محمد علی لکھوی نے جواب دیا: میں اس صورت میں وہاں جا سکتا ہوں کہ خطبہ جمعہ کے ساتھ ساتھ کتبِ حدیث کی تدریس کا سلسلہ بھی جاری کیا جائے۔ مولانا غزنوی اپنے آبائی مدرسہ غزنویہ (امرتسر) کے مہتمم تھے، انھوں نے وہاں پیغام بھجوایا کہ مدرسہ غزنویہ کے چند طلبا کو جو کتبِ حدیث پڑھتے ہیں، چینیاں والی مسجد میں بھیجا جائے، چنانچہ چھے یا سات طلبا مدرسہ غزنویہ سے آ گئے اور دو یا تین لاہور سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ کل دس طلبا تھے جن کے اسمائے گرامی درجِ ذیل ہیں:

- حافظ محمد سلیمان بھوجیانی
- مولانا عبدالودود (موضع ہڈاں والی، ضلع فیروز پور)
- مولانا عبدالواحد (سابق امام جامع مسجد اہلِ حدیث امین پور بازار فیصل آباد)
- حافظ محمد یوسف گکھڑوی
- سید زین العابدین (ان کا تعلق بھی غالباً فیصل آباد سے تھا)
- مولانا عبدالحلیم (بڑبن آزاد کشمیر)
- مولانا عبدالعزیز (کاتب)
- مولانا عبدالصمد بنگالی (میمن سنگھ)
- مولانا عبدالعظیم انصاری
- ایک صاحب اور تھے، جن کے نام کا علم نہیں ہو سکا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ حضرات 1351ھ میں حضرت مولانا محمد علی لکھوی سے چینیاں والی مسجد میں کتبِ حدیث پڑھتے تھے۔ مولانا لکھوی نے مولانا عبدالعظیم انصاری کو جو سندِ حدیث دی، اس پر 4 رجب 1351ھ لکھا ہے، عیسوی حساب سے یہ 3 نومبر 1932ء بنتا ہے، اسی زمانے میں دیگر طلبا کو سندیں دی گئیں۔

وفات:

حافظ محمد یوسف صاحب گکھڑوی سے متعلق بہت سی باتوں سے ہم مطلع ہو چکے ہیں۔ وہ ہر کارِ خیر میں ہر آن مستعد رہتے تھے۔ ان کی عام صحت بہت اچھی تھی۔ انھوں نے گوجراں والا میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ 18 اپریل 1980ء کو وہ سیڑھیوں سے گرے اور بائیں ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ان کے بیٹے حافظ عطاء السلام اس وقت دکان پر تھے، انھیں اطلاع دی گئی تو وہ فوراً گھر پہنچے۔ اللہ جانے حافظ صاحب کو کیا معلوم ہوا۔ عطاء السلام سے کہا: اب میرا آخری وقت آ پہنچا ہے۔ زندگی کے صرف پندرہ سولہ روز باقی ہیں۔

بیٹے نے تسلی دی اور کہا: یہ معمولی زخم ہے، ان شاء اللہ آپ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔

حافظ آباد میں ہڈی جوڑ کا ماہر ایک مشہور جراح تھا، اسے بلایا گیا۔ اس نے علاج کیا، لیکن کامیاب نہ ہوا۔ اس کے بعد انھیں میو ہسپتال داخل کرایا گیا۔ یہاں وہ صرف دو دن رہے۔ فرمایا: مجھے یہاں سے لے جاؤ۔ ''مجھے یہاں رہنے کی اجازت نہیں۔''

اب انھیں لاہور سے گوجراں والا لے آئے اور لوگوں کے مشورے سے راہوالی کے سی، ایم، ایچ میں داخل کرا دیے گئے۔ یہاں کا ڈاکٹر قادیانی تھا اور حافظ صاحب کے خلاف انتہائی تعصب رکھتا تھا۔ یہاں سے انھیں سی، ایم، ایچ راولپنڈی لے گئے، یہاں بھی کوئی تسلی بخش علاج نہ ہو سکا۔ بالآخر وہ 7 مئی 1980ء کو وفات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پا گئے، إنا للّٰه و إنا إليه راجعون.

میں ان دنوں ادارہ ثقافتِ اسلامیہ میں ریسرچ فیلو کی حیثیت سے تصنیفی خدمات سر انجام دیتا تھا۔ مجھے گوجراں والا سے ایک دوست نے ان کی وفات کی اطلاع دی اور جنازے کا وقت بتایا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ ریڈیو پر بھی ان کی وفات اور جنازے کے وقت کا اعلان کرانا تمھاری ذمہ داری ہے۔ چنانچہ میں نے ریڈیو پر اعلان کرایا اور جنازے میں شرکت کے لیے گوجراں والا پہنچا۔ ان کی وصیت کے مطابق جنازہ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نے پڑھایا۔ مولانا عبدالرشید مجاہد آبادی نیک اور متقی عالم دین ہیں۔ انھوں نے بے حد خشوع وخضوع کے ساتھ جنازہ پڑھایا۔

نرینہ اولاد:

حافظ صاحب کی اولاد چھے بیٹے اور پانچ بیٹیاں۔ ان میں سے دو بیٹیاں اور دو بیٹے وفات پا گئے تھے۔ ذیل میں چار بیٹوں کے نام پڑھیے اور مجھے اجازت دیجیے:

- حافظ عبدالسلام
- حافظ عطاء السلام عابد
- ضیاء السلام
- حافظ عبدالعلام

عبدالسلام نے نصف قرآن مجید یاد کیا تھا۔ پھر بیمار ہو گئے اور پورا قرآن حفظ نہ کیا جا سکا۔ آج کل اہلِ حدیث کی ایک جہادی تنظیم سے منسلک ہیں۔

عطاء السلام عابد نے سرکاری سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی۔ اپنی آبائی مسجد توحید گنج گکھڑ میں قاری ایاز محمد اور قاری صابر حسین سے قرآن مجید حفظ کیا۔ والد محترم کے ساتھ سکول بک ڈپو میں کام کرتے تھے۔ اب بھی اسی دکان میں ہیں، لیکن کام کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نوعیت کچھ بدل گئی ہے۔ والد ہی کی طرح صالح سرشت اور پابندِ شرع ہیں۔

ضیاء السلام ایف، ایس، سی اور انجینئرنگ کے ڈپلوما ہولڈر ہیں۔ آج کل بہ سلسلہ معاش سعودی عرب میں مقیم ہیں۔

حافظ عبدالعلام نے بی اے پاس کرنے کے بعد کچھ عرصہ لاہور میں میڈیسن کمپنیوں میں کام کیا، آج کل معاشی سلسلے میں لندن میں قیام پذیر ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انتیسواں باب

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی ایک علمی یادگار

(از حافظ ریاض احمد عاقب)

حافظ ریاض احمد عاقب مرکز ابن القاسم اسلامی ملتان میں بہ طور نائب شیخ الحدیث خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ صاحبِ تحقیق نوجوان ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی ایک اہم تصنیف حضرت مولانا عبدالتواب ملتانی کی سوانح حیات ہے، جس میں مولانا ممدوح کی علمی خدمات کا خوب صورت اسلوب میں احاطہ کیا گیا ہے۔

تصانیف کے علاوہ حافظ ریاض احمد عاقب کے رشحاتِ قلم جماعت اہلِ حدیث کے مختلف رسائل و جرائد میں بھی شائع ہوتے رہتے ہیں۔ انھوں نے چند دوستوں کی رفاقت میں ملتان سے سہ ماہی مجلّہ ''المنہاج'' جاری کیا ہے جو خالص علمی نوعیت کا مجلّہ ہے۔

ذیل میں مولانا احمد الدین گکھڑوی مرحوم و مغفور کے متعلق ان کے مختصر مگر اہم مضمون کا مطالعہ فرمایے، جس کا تعلق حدیث: ((مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ فَقِرَاءَةُ الْإِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ)) سے ہے۔

اصحابِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ سید بدیع الدین شاہ راشدی سندھی جماعت اہلِ حدیث کے ممتاز عالم دین، محدث، منجھے ہوئے مدرس، حاضر جواب مناظر، ماہر اسماء الرجال اور بلند آہنگ خطیب تھے۔ شاہ صاحب مرحوم کی چھوٹی بڑی عربی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تصانیف کی تعداد تقریباً ساٹھ ہے۔ ان تصانیف میں ایک تصنیف "المرآۃ لطرق حدیث من کان له إمام فقراء ۃ الإمام له قراء ۃ" ہے۔

علماے اہلِ حدیث اور علماے احناف میں برسوں سے یہ اختلاف چلا آ رہا ہے کہ سورۃ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا فرض ہے یا نہیں؟ علماے اہلِ حدیث کے نزدیک فرض ہے (جو کہ ادلہ کثیرہ کی رو سے برحق و راجح موقف ہے) اور علماے احناف کے نزدیک فرض نہیں ہے۔ احناف کی بڑی دلیلوں میں سے ایک حدیث: «من کان له إمام فقراء ۃ الإمام له قراء ۃ» ہے، انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ امام کی قرات مقتدیوں کے لیے کافی ہے۔ شاہ راشدی صاحب نے کتاب "المرأۃ" میں دلائلِ قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ اس روایت کے جتنے طرق ہیں وہ سب ضعیف ہیں جن سے مسئلے کا ثبوت ناممکن ہے۔

علامہ بدیع الدین راشدی نے اس کتاب میں پہلے تمام طرق کو جمع کیا ہے پھر ہر ہر طریق پر علمی و تحقیقی بحث کی ہے جو قابلِ تحسین ہے۔

شاہ صاحب نے یہ تصنیف بیس سال کی عمر میں ہی مکمل کر لی تھی، جو اپنے موضوع کی منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کو شاہ صاحب نے اپنے دور کے کئی علماے کرام و فضلاے عظام کے سامنے پیش کیا اور کئی علما نے اس پر تقاریظ ثبت کی ہیں جس سے کتاب کی اہمیت و افادیت مزید اجاگر ہو گئی ہے۔

وہ علماے کرام جنھوں نے اس کتاب پر تقاریظ تحریر کی ہیں، ان میں شاہ صاحب کے بڑے بھائی علامہ سید محبّ اللہ شاہ راشدی، مولانا محمد اسماعیل محدث سلفی، مولانا ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابو القاسم سیف بنارسی، حافظ عبداللہ روپڑی، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا عبدالحق محدث مکی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

بہاول پوری، مولانا عبدالرحیم پچھمی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی شامل ہیں۔

مولانا گکھڑوی ایک بلند پایہ خطیب، عمدہ مقرر اور حاضر جواب مناظر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک جید عالم دین اور راسخ فی العلم بزرگ تھے۔ انھیں اپنے عہد کے اقران میں ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ اسی لیے شاہ صاحب ایسے محقق دوراں نے مولانا گکھڑوی سے اپنی کتاب پر تقریظ لکھوائی، وہ تقریظ افادہ علم کے لیے قارئینِ کرام کے سامنے پیش کی جا رہی ہے جس سے مولانا موصوف کی علمیت پر رشک کرنے کو جی چاہتا ہے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی رقم طراز ہیں:

«فَإِنِّي رَأَيْتُ بَعْضَ الْمَوَاضِعِ مِنَ الرِّسَالَةِ الَّتِي أَلَّفَهَا السَّيِّدُ بَدِيعُ الدِّيْنِ فَوَجَدتُّهَا غَايَةَ التَّحْقِيقِ، مُفِيْدَةَ التَّدْقِيقِ، قَدْ جَمَعَ طُرَقَ الْحَدِيْثِ الَّذِي رُوِيَ عَنْ جَابِرٍ قِرَأَةَ وَذَكَرَ تَضْعِيْفَهَا وَعِلَلَهَا بِالتَّفْصِيلِ، وَحَقَّقَهَا كَالْبُخَارِيِّ وَالْبَيْهَقِيِّ بِالدَّلِيْلِ»

”میں نے سید بدیع الدین شاہ کے رسالہ کی بعض جگہوں کو بغور دیکھا تو میں نے اس رسالہ میں عجیب وغریب، فائدہ مند تحقیق پائی جس میں (مولف) نے حدیث ”من كان إمام فقرأة الإمام له قرأة“ کے تمام طرق کو جمع کر دیا ہے جو سیدنا جابر اور دوسرے راویوں سے مروی ہے۔ انھوں نے حدیث کے تمام طرق کی وجہ تضعیف وعلل کو تفصیلی طور پر ذکر کیا ہے۔ اور امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرح انھوں نے تمام طرق کی مدلل تحقیق کی ہے۔“

اس تقریظ سے مولانا گکھڑوی کی علمیت اور عبقریت اور عربی زبان میں مہارت بالکل عیاں ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سابقہ ادوار میں ہمارے علمائے کرام عربی زبان لکھنے اور بولنے میں مہارت رکھتے تھے، تاریخ کے اوراق میں اس کی کافی مثالیں موجود ہیں۔ آج کل ہمارے دور میں علمائے کرام کا عربی زبان کی طرف رجحان بہت کم نظر آتا ہے۔ خال خال ایسے علمائے کرام ملتے ہیں جو عربی زبان میں ما فی الضمیر بیان کرنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ہمارے طلبہ کا ذوق اس بارے میں صفر ہے۔ مدارس و مراکز کے مدرسین عظام اور اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ میں عربی زبان کا اعلیٰ ذوق پیدا کریں، کیوں کہ یہ ہمارے دین، قرآن، محمد عربی ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اصحابِ جنت کی زبان ہے۔

الغرض مولانا گکھڑوی کی اپنے معاصرین میں علمیت و قابلیت مسلم تھی تو اس لیے شاہ صاحب نے موصوف سے تقریظ لکھوائی جس سے مولانا رحمہ اللہ کا مقام و مرتبہ واضح ہو جاتا ہے۔

نوٹ: شاہ صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "المرآۃ" غیر مطبوع ہے، ہمارے شیخ مولانا ارشاد الحق اثری کے ایما پر میرے دو ساتھیوں (مولانا حافظ سرور الٰہی اور مولانا حافظ عطاء الرحمٰن) نے اس کتاب کی تصحیح و مراجعت کا فریضہ سرانجام دیا ہے، اس کا مسودہ مرکز التربیۃ الاسلامیۃ فیصل آباد میں محفوظ ہے۔[1]

مولانا گکھڑوی مرحوم کے عزیز دوست مولانا نور حسین گرجاکھی نے میلاد کی تردید میں ایک رسالہ "آسمانی گولہ بر بدعتی ٹولہ" تصنیف کیا تھا، جس پر مولانا احمد دین

[1] اس کتاب کی کبھی طباعت کی نوبت بھی آئے گی یا یہ مسودہ محفوظ ہی رہے گا، جس پر ماشاء اللہ دو اہلِ علم نے "تصحیح و مراجعت کا فریضہ سرانجام دیا ہے" اور اس پر تقریظیں لکھنے والے حضرات عرصہ ہوا، اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر عالمِ آخرت میں جا چکے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گکھڑوی نے مندرجہ ذیل اشعار میں اظہارِ خیال فرمایا:

واہ وا عجب رسالہ لکھیا میرے یار پیارے
بدعت وال نبی (ﷺ) دے منکر سارے چُن چُن مارے
عجب جواب مدلل دِتا میں کچھ فرق نہ پایا
مشرک بدعتیاندا اُس نے خوب بوتھاڑ اُڈایا[1]

---

[1] آسمانی گولہ بر بدعتی ٹولہ (ص: 33)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تیسواں باب

مولانا محمد رفیق سلفی

مولانا احمد الدین گکھڑوی اور حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے لائق شاگردوں میں سے ایک شاگرد مولانا محمد رفیق سلفی تھے، جو 1936ء میں ضلع امرتسر میں پیدا ہوئے۔ جاٹوں کی ڈھلوں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد رفیق بن اللہ دتا بن اللہ بخش بن خدا بخش بن حسن بن دین۔

مولانا محمد رفیق کے دادا اللہ بخش اور پڑدادا خدا بخش کا شمار اپنے عہد کے علمائے دین میں ہوتا تھا۔ تقسیمِ ملک کے زمانے (اگست 1947ء) میں یہ لوگ اپنے وطن سے نکلے اور لاہور کے ایک مقام ''رام گڑھ'' میں مقیم ہوئے، جسے اب ''مجاہد آباد'' کہا جاتا ہے۔ اس وقت یہ چند گھروں پر مشتمل چھوٹی سی بستی تھی۔ اہلِ حدیث کی وہاں کوئی مسجد نہ تھی، البتہ اس کے قریب مغل پورہ میں مسجد توحید گنج کے نام سے اہلِ حدیث کی مسجد تھی، جو حافظ محمد یوسف گکھڑوی مرحوم کی کوشش سے بنائی گئی تھی اور اس کے منصبِ خطابت پر مولانا حافظ اسماعیل ذبیح (متوفی 2 مئی 1975ء) فائز تھے۔

ترکِ وطن کے وقت محمد رفیق کی عمر گیارہ سال تھی اور یہ چوتھی جماعت میں پڑھتے تھے۔ قرآن مجید اپنے والد ماجد سے گاؤں میں پڑھ لیا تھا، چند ابتدائی دینی کتابیں بھی ان سے پڑھ لی تھیں۔ اب یہ لاہور آئے تو مغل پورہ کی مسجد توحید گنج میں حافظ اسماعیل ذبیح کے حلقہ شاگردی میں شامل ہوئے۔ بہ الفاظِ دیگر پاکستان میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حافظ صاحب ممدوح ان کے اولیں استاذ تھے۔ اسی مسجد میں قاری محمد ابراہیم صاحب سے بعض درسی کتابیں پڑھیں۔ بعد ازاں مختلف اوقات و مقامات میں حافظ محمد یوسف گکھڑوی، مولانا احمد الدین گکھڑوی، مولانا عبداللہ میر پوری، مولانا نذیر احمد اور مولانا خالد گرجاکھی سے اکتسابِ علم کرتے رہے۔ آخر میں کتبِ تفاسیر و احادیث کے لیے حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم و مغفور کی بارگاہِ فضیلت میں حاضری دی اور ان کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد انھیں مولانا محمد رفیق سلفی کہا جانے لگا۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ پاکستان آنے کے بعد انھوں نے جس اہلِ علم سے دینیات کی تعلیم کا آغاز کیا تھا، ان کا نام بھی اسماعیل اور جن عظیم المرتبت شخصیت سے دینیات کی انتہائی کتابیں پڑھیں اور سندِ فراغت لی، ان کا اسمِ گرامی بھی اسماعیل۔ دونوں اساتذہ کرام نے تقریر و خطابت میں بڑی شہرت پائی اور شاگرد بھی اس میدان میں نام ور ہوئے۔ تینوں استاذ و شاگرد اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم

حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی ان حروف کے راقم عاجز کے عالی قدر استاذ تھے اور مولانا حافظ محمد اسماعیل ذبیح مخلص بزرگ دوست۔ افسوس ہے مولانا محمد رفیق سلفی سے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔

مولانا محمد رفیق سلفی کا دورِ طالبِ علمی ہی سے مناظرانہ ذہن تھا۔ مختلف مذاہب کے لوگوں کے ساتھ ان کے مناظرے ہوتے رہے، یہاں ان کے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرنے کو جی چاہتا ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ ابتدا ہی سے وہ حاضر دماغ اور حریف پر گرفت کی پوری صلاحیت رکھتے تھے۔

شرح اس متن کی یہ ہے کہ یہ جامع مسجد توحید گنج گکھڑ میں حافظ محمد یوسف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گکھڑوی کے حلقۂ شاگردی میں شامل تھے اور حافظ صاحب کا حکم تھا کہ کوئی طالب علم کسی جماعت کے جلسے میں نہیں جا سکتا۔ کوئی گیا تو اسے سزا دی جائے گی۔

گکھڑ کے بریلوی حضرات کی مسجد میں مولانا عبد الغفور ہزاروی کے شاگرد مولانا عبد الصبور ہزاروی امامت و خطابت کے منصب پر فائز تھے۔ وہ ستائیسویں رمضان کو تقریر کے لیے اپنے استاذ مولانا عبد الغفور ہزاروی کو دعوت دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ محمد رفیق صاحب بھی چند طالب علموں کو ساتھ لے کر ان کی تقریر سننے کے لیے چلے گئے۔ مولانا عبد الغفور ہزاروی نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہابی آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں اور ہم حنفی بیس رکعت پڑھتے ہیں۔ اگر قیامت کے روز اللہ کے دربار میں بیس رکعت تراویح پڑھنا صحیح ثابت ہو گیا تو وہابی بارہ رکعت کہاں سے لائیں گے اور اگر آٹھ ثابت ہو گئیں تو بارہ رکعت ہمارے کسی اور کام آ جائیں گی۔

مولانا عبد الغفور ہزاروی کے اس فقہی نکتے پر لوگ بہت خوش ہوئے اور بڑی نعرے بازی ہوئی ..... محمد رفیق نے ان کے نام رقعہ بھیجا کہ وہابی اس یقین کے ساتھ آٹھ رکعت تراویح پڑھتے ہیں کہ یہی صحیح ہے، لیکن آپ اس شک میں مبتلا ہیں کہ تراویح بیس ہیں یا آٹھ اور اللہ کے دربار میں بیس صحیح قرار پائیں یا آٹھ؟ جب کہ نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ 29 شعبان کو اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو شک کی بنا پر روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ یعنی یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ اگر دوسرے دن روزہ نہ ہوا تو ہمارا یہ نفلی روزہ ہو گا اور اگر چاند ہوا تو اس روزے کو رمضان کے روزوں میں شامل کر لیا جائے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شک میں روزہ رکھے، اس نے ابو القاسم (ﷺ) کی یعنی میری نافرمانی کی۔ جب روزے کے بارے میں شک سے متعلق نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے تو آپ کا آٹھ یا بیس تراویح میں شک کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلہ کیوں جاری ہے؟ یہ بھی نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کے ذیل میں آتا ہے۔ رقعے میں محمد رفیق نے لکھا تھا کہ اس کا جواب دیا جائے، لیکن مولانا عبد الغفور ہزاروی نے رقعہ پڑھا اور یہ کہہ کر جیب میں ڈال لیا کہ میں نے مناظرہ کرنا چھوڑ دیا ہے۔

رقعہ نویس محمد رفیق نے رقعے پر اپنا پتا بھی لکھا تھا، اس لیے شہر میں چرچا ہو گیا کہ اہلِ حدیث مدرسے کے ایک طالب علم نے مولانا عبد الغفور سے سوال پوچھا اور وہ اس کا جواب نہ دے سکے۔ بات حافظ محمد یوسف صاحب تک بھی پہنچ گئی، انھوں نے طلبا سے دریافت کیا کہ رات تم میں سے جلسے میں کون گیا تھا؟ رفیق صاحب نے کہا: میں گیا تھا۔ ان کے ساتھ جو طلبا گئے تھے، انھوں نے بھی اقرار کر لیا۔ رفیق صاحب نے کہا کہ ان سب کو میں لے کر گیا تھا، اس لیے صرف مجھے سزا دی جائے۔ حافظ صاحب نے فرمایا: مدرسے کے قانون کی سب نے خلاف ورزی کی ہے، اس لیے سزا میں سب برابر ہوں گے۔

اس کے بعد جب ان کی خدمت میں سارا واقعہ بیان کیا گیا تو جلسے نہ سننے کی پابندی ختم کر دی گئی۔

طالب علمی کے زمانے ہی میں یہ خطابت کے میدان میں آ گئے تھے۔ ضلع گوجراں والا کے ایک گاؤں پنا کھہ میں ایک صاحب پیر مراد علی شاہ کی مسجد میں وہ کافی عرصہ جمعہ پڑھاتے رہے۔ پھر ٹھٹھہ چھینا کی مسجد میں خطیب مقرر کر لیے گئے۔ بعد ازاں موضع راہ والی میں جی ٹی روڈ پر ان کی کوشش سے مسجد کے لیے جگہ خریدی گئی۔ اس کا سنگِ بنیاد پیر کے روز 2 دسمبر 1963ء کو رکھا گیا۔ سنگِ بنیاد کے لیے وہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کی خدمت میں گئے، لیکن انھیں کوئی ایسی رکاوٹ پیش آئی کہ وہ تشریف نہ لے جا سکے اور حافظ محمد یوسف گکھڑوی کو سنگِ بنیاد رکھنے کا حکم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ اس کے بعد جلد ہی وہاں مسجد تعمیر ہوگئی اور جمعہ و جماعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اس مسجد میں مولانا محمد رفیق سلفی تا دمِ حیات پورے پچاس برس خدمتِ خطابت و امامت سرانجام دیتے رہے۔ یہاں انھوں نے دینیات کی تعلیم کے لیے مدرسہ بھی جاری کیا، جس میں بیرونی طالب علم بھی تعلیم حاصل کرتے تھے اور مقامی بھی۔ اس مدرسے میں ہمارے عزیز دوست جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے لائق مدرس، ماہنامہ ''ترجمان الحدیث'' کے مدیر اور متعدد کتابوں کے مصنف مولانا حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی کئی سال خدمتِ تدریس پر مامور رہے۔ مولانا محمد رفیق سلفی روزانہ نمازِ فجر کے بعد درسِ قرآن بھی دیتے تھے۔ درسِ قرآن کا پہلا دور تیرہ (13) سال میں اور دوسرا سترہ (17) سال میں ختم ہوا۔ تیسرا دور جاری تھا کہ وہ وفات پا گئے۔

اب راہ والی میں چھے یا سات مسجدیں ہیں اور اللہ کے فضل سے نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ بچوں کی تعلیم کا سلسلہ بھی ان مسجدوں میں جاری ہے۔ راہ والی کے قرب و جوار کے دیہات ترگڑی، تلونڈی کھجور والی، بلے والا، منڈیالا وڑائچ، لوہیاں والا وغیرہ میں مولانا محمد رفیق سلفی نے کتاب وسنت کی خوب اشاعت کی۔ ان مقامات میں وہ پیدل بھی جاتے اور سائیکل پر بھی ان کی آمدورفت رہتی۔ وہ اس نواح کے مشہور خطیب اور بہت بڑے مناظر تھے۔ انھوں نے خطابت و امامت کا کبھی کوئی پیسا نہیں لیا، نہ تبلیغ کے سلسلے میں کہیں آمدورفت کا کسی سے وصول کیا۔ ان کا فرنیچر وغیرہ کا کاروبار تھا اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا۔

انھوں نے مولانا خالد گرجاکھی، مولانا عبد الرحمٰن عتیق، شیخ محمد اکرام اور دیگر حضرات کی رفاقت میں ضلع گوجراں والا کے مختلف مقامات میں توحید وسنت کی تقریری صورت میں تبلیغ کی۔ شیخوپورہ، سرگودھا، چکوال اور ایبٹ آباد کے دیہات وقصبات

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں بھی وعظ کیے۔ اللہ نے ان کی زبان میں اثر رکھا تھا اور لوگ ان کے وعظ سے بہت متاثر ہوتے تھے۔

وہ مبلغ دوستوں کے ساتھ تبلیغ کے لیے گلیات وغیرہ بھی گئے۔ اس علاقے کے مختلف مقامات میں میاں فضل حق مرحوم اور ان کے مرحوم و مغفور فرزند نعیم الرحمٰن کی کوشش سے متعدد مساجد کی تعمیر ہوئی اور لوگوں نے کتاب وسنت کی راہ اختیار کی۔ حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی اور ان کے رفقائے کرام کی تبلیغی جدوجہد سے بھی اس نواح کے لوگ متاثر ہوئے۔

مولانا محمد رفیق سلفی نے 1967ء میں اپنے استاذِ گرامی حافظ محمد یوسف گکھڑوی کے ساتھ بہ سلسلہ وعظ وتبلیغ حیدر آباد اور کراچی کا سفر بھی کیا اور وہاں مختلف اجتماعات میں تقریریں کیں۔

اس کے بعد 1981 میں وہ حکیم عبدالرحمٰن آزاد مرحوم کے ساتھ صوبہ سندھ کے شہروں نواب شاہ، سکھر، میر پور، حیدر آباد اور کراچی گئے اور ہر جگہ بڑے بڑے مجمعوں میں تقریریں کیں۔ ایک مرتبہ وہ مولانا حافظ عبد اللہ شیخوپوری کے ساتھ کراچی گئے۔ وہاں سب مسالک کے لوگوں کی دو روزہ مشترکہ کانفرنس تھی، جس میں اہلِ حدیث، دیوبندی اور شیعہ مقررین نے تقریریں کیں۔ حافظ عبداللہ شیخوپوری اور مولانا محمد رفیق سلفی دونوں جماعت اہلِ حدیث کے ممتاز مقرر تھے اور ان کا حلقہ سامعین بڑا وسیع تھا۔

مولانا رفیق سلفی مناظر بھی تھے اور مناظرے کا فن مولانا احمد الدین گکھڑوی سے سیکھا تھا۔ اس فن میں وہ مولانا حافظ عبد القادر روپڑی سے بھی متاثر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کو یہ اپنے دور کے بہت بڑے مناظر قرار دیتے ہیں اور واقعی یہ بہت بڑے مناظر تھے۔ موضوع مناظرہ سے کامل معلومات کے علاوہ بنیادی بات مناظر کی حاضر جوابی ہے۔ میں نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کا مناظرہ بھی سنا ہے اور حافظ عبدالقادر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کا بھی۔ بے شبہہ اس فن میں یہ بزرگ بے حد مہارت رکھتے تھے۔ حافظ عبدالقادر روپڑی نے ''سلطان المناظرین'' کے لقب سے شہرت پائی، لیکن وہ خود مولانا احمد الدین گکھڑوی کو ''استاذ المناظرین'' کہا کرتے تھے۔

بہرکیف مولانا محمد رفیق سلفی معروف مناظر تھے۔ انھوں نے مرزائیوں، شیعوں، عیسائیوں کے ساتھ بھی مناظرے کیے اور بعض موضوعات پر علماے احناف سے بھی ان کے مناظروں کا سلسلہ جاری رہا اور اللہ نے ان کو کامیابی سے نوازا۔

صبر و ضبط کے باب میں بھی مولانا محمد رفیق سلفی کا مقام بڑا بلند تھا۔ ان کے ایک لائق بیٹے حافظ عتیق الرحمٰن تھے۔ وہ 8 اگست 1991ء کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ کسی سفاک نے ان کو گولی ماری اور وہ نماز میں میں شہید ہو گئے۔ یہ بہت بڑا حادثہ تھا جو مولانا ممدوح کو پیش آیا۔ جوان بیٹے کی اچانک موت پر صبر سے کام لینا نہایت مشکل ہے، لیکن مولانا نے اس الم ناک موقعے پر انتہائی صبر و ضبط کا مظاہرہ کیا۔ شہید کی ماں نے بھی اس حادثے کو بڑے صبر اور حوصلے سے برداشت کیا۔ باقی رشتے داروں اور افرادِ خانہ نے بھی ضبط و تحمل سے کام لیا۔

مولانا نے فرمایا: ''حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو بھی مسجد میں شہید کیا گیا تھا اور جب انھیں شہید کیا گیا، وہ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ میرے بیٹے کو بھی مسجد میں شہید کیا گیا اور اس وقت شہید کیا گیا جب وہ صبح کی نماز پڑھا رہا تھا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی دوسری رکعت تھی اور حافظ عتیق الرحمٰن کی بھی دوسری رکعت تھی۔''

مولانا محمد رفیق سلفی اس دن ایک عزیز کی وفات پر لاہور گئے تھے۔ ان کی عدم موجودگی میں ان کے یہ صاحب زادے نماز پڑھا رہے تھے۔ دوسری رکعت کا آخری سجدہ کر کے اٹھے ہی تھے اور ان کی زبان سے ابھی اللہ کا مبارک نام نکلا ہی تھا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہ کسی دشمن نے گولی کا فائر کیا اور گولی حافظ صاحب کے کندھے لگ کر جسم کے اندر ہی رہ گئی۔ دشمن نے دوسری گولی چلائی تو وہ حافظِ قرآن کو لگنے کے بجائے لکڑی کی اس رحل کو لگی، جس میں قرآن رکھا ہوا تھا۔ وہ رحل کی لکڑی کو چیر کر قرآن کے دوسری طرف نکل گئی اور کلام اللہ کے اوراق پھٹ گئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہ اس قرآن کو سامنے رکھ کر درس دینا چاہتے تھے۔

وہ 1965ء میں پیدا ہوئے اور 1991ء میں اللہ کے دربار میں پہنچ گئے۔ کل چھبیس برس عمر ہوئی۔ إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.

ان کی شہادت کے بعد لوگوں نے مولانا سے احتجاجی مظاہرہ کرنے اور جلوس نکالنے کے لے کہا تو فرمایا: اس کی نہ ضرورت ہے اور نہ اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔ اس قسم کے مظاہروں اور جلوسوں سے کبھی کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اس سے سڑکوں پر لوگوں کی آمدورفت رک جاتی ہے اور وہ پریشان ہوتے ہیں۔ ہم اس قسم کا کوئی کام نہیں کریں گے جس سے لوگوں کو تکلیف پہنچے۔

مولانا محمد رفیق سلفی بھی 21 اگست 2013ء کو وفات پا گئے۔

إنا للّٰہ و إنا إلیہ راجعون.

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکتیسواں باب

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی وفات پر تعزیتی قراردادیں

آج سے 37 سال قبل کی یہ چند تعزیتی قراردادیں بھی پڑھ لیجیے۔ یہ قراردادیں لکھنے اور ان کی وفات پر تقریریں کرنے اور ان کا غائبانہ جنازہ پڑھنے والے حضرات میں سے معلوم نہیں اب کوئی صاحب زندہ ہیں یا نہیں۔ بہر حال یہ بھی تاریخ کا ایک ورق ہے جو پیشِ خدمت ہے۔

مسجد توحید گنج کی قرارداد:

آہ! علم کا چراغ بجھ گیا!

جماعت اہلِ حدیث کی روح رواں شخصیت، قابلِ قدر خطیب اور مایہ ناز مبلغ و مناظر مولانا احمد الدین گکھڑوی کی وفات پر جامع اہلِ حدیث مسجد توحید گنج گکھڑ میں زیرِ صدارت مولانا عبدالواحد ایک ہنگامی تعزیتی اجلاس ہوا، جس میں مولانا مرحوم کی خدمات کو سراہا گیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی گئی۔ مولانا مرحوم دین حنیف کے خادم اور مسلک اہلِ حدیث کے شیدائی اور اس کے بے باک مبلغ تھے۔ انھوں نے ساری زندگی اسلام کی حقانیت کو واضح اور ثابت کرنے میں گزار دی۔ ان کی تقریری (جس میں مناظرات خصوصاً شامل ہیں) وتحریری خدمات مسلّم ہیں۔ مولانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میدانِ مناظرہ کے شہسوار تھے۔ ہر مناظرے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو کامیابی دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دولتِ علم سے مالا مال کیا تھا۔

یہ اجلاس ان کی وفات کو ناقابلِ تلافی المیہ تصور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

ناظم مسجد توحید گنج اہلِ حدیث گکھڑ

وفاتِ حسرت آیات:

مناظرِ اسلام حضرت مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی رحمہ اللہ کی دائمی جدائی ہمارے لیے انتہائی رنج والم کا باعث ہے، جمعے کے دن مدرسہ دارالحدیث کے مدرس حضرت مولانا محمد علی صاحب کوٹ کبیری نے ان کی سیرت پر خطبہ دیا اور ان کی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ مولانا نے کہا کہ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کی وفات سے علمائے اہلِ حدیث کی صف میں جو خلا پیدا ہوا ہے، اس کا پُر ہونا ناممکن ہے اور کہا کہ مولانا مرحوم مناظرِ اعظم بھی تھے اور کامیاب مبلغ و مقرر بھی۔ ان کے دلائل ایک ایٹم کی حیثیت رکھتے تھے۔ مولانا محمد علی نے ان کے کچھ مناظرے بھی عوام کو سنائے۔ انھوں نے کہا کہ مرحوم کی زندگی کا مشن اسلام کی خدمت اور مذہبِ حقہ پر طاغوتی حملوں کا جواب دینا تھا۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزائے خیر دے، کروٹ کروٹ ان پر رحمت کے پھول برسائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ عنایت فرمائے۔ نماز جمعہ کے بعد مولانا مرحوم کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔

محمد صدیق (ناظم شعبہ نشر و اشاعت کوٹ کبیر)

موت العالِم موت العالَم:

مورخہ 21 جون بروز جمعرات بعد از نمازِ عشا جمعیت طلبا مدرسہ دارالحدیث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محمودیہ کوٹ کبیر کا ایک ہنگامی اجلاس منعقد ہوا، جس میں مناظرِ اسلام، عالم بے بدل حضرت مولانا احمد دین صاحب گکھڑوی رحمہ اللہ کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کیا گیا اور ان کی وفات کو جماعت کے لیے ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ مولانا مرحوم نے اپنی پوری زندگی اسلام کی خدمت میں صرف کر دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات قبول فرمائے اور انھیں اپنی رحمت ومغفرت سے نوازے۔

محمد یٰسین کوٹ کبیری

ناظم جمعیت طلباے مدرسہ دارالحدیث محمودیہ کوٹ کبیر

ایک ناقابلِ تلافی نقصان:

مناظرِ اسلام مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ کی وفات کو آزاد کشمیر کے جماعتی حلقوں میں شدت سے محسوس کیا گیا اور ان کی وفات کو جماعت کے لیے ایک ناقابلِ تلافی نقصان قرار دیا گیا۔ راقم نے ایک خطبے میں ان کی جماعتی ومسلکی خدمات اور ان کی علمی ومناظرانہ سرگرمیوں کو خراج تحسین پیش کیا اور جمعے کے بعد نمازِ جنازہ غائبانہ ادا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جماعت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

سید عبدالحی شاہ (خطیب مرکزی اہلِ حدیث)

یہ مولانا مرحوم کی وفات پر تعزیت کی چند قراردادیں اور خبریں ہیں جو اخبار ''الاعتصام'' میں شائع ہوئیں اور ہمارے علم میں آئیں۔ معلوم نہیں کہاں کہاں ان کی وفات پر اظہارِ حزن وملال کیا گیا ہوگا اور کس کس بزرگ نے تعزیتی تقریریں کی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلة إحياء التراث العلمي

للإمام

النواب محمد صديق حسن خان القنوجي رحمه الله

مجموعہ رسائلِ عقیدہ

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ

(۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)

تسہیل و تخریج

حافظ عبد اللہ سلیم حافظ شاہد محمود

دار أبي الطيب
للنشر والتوزيع

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سلسلة إحياء التراث العلمي

للإمام

النواب محمد صديق حسن خان القنوجي رحمه الله

مجموعہ علومِ قرآن

تالیف

نواب سید محمد صدیق حسن خان رحمہ اللہ

(۱۸۳۲ء — ۱۸۹۰ء)

تسہیل و تخریج

حافظ عبداللہ سلیم ● حافظ شاہد محمود

المکتبۃ الرحمانیۃ

دار ابی الطیب

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

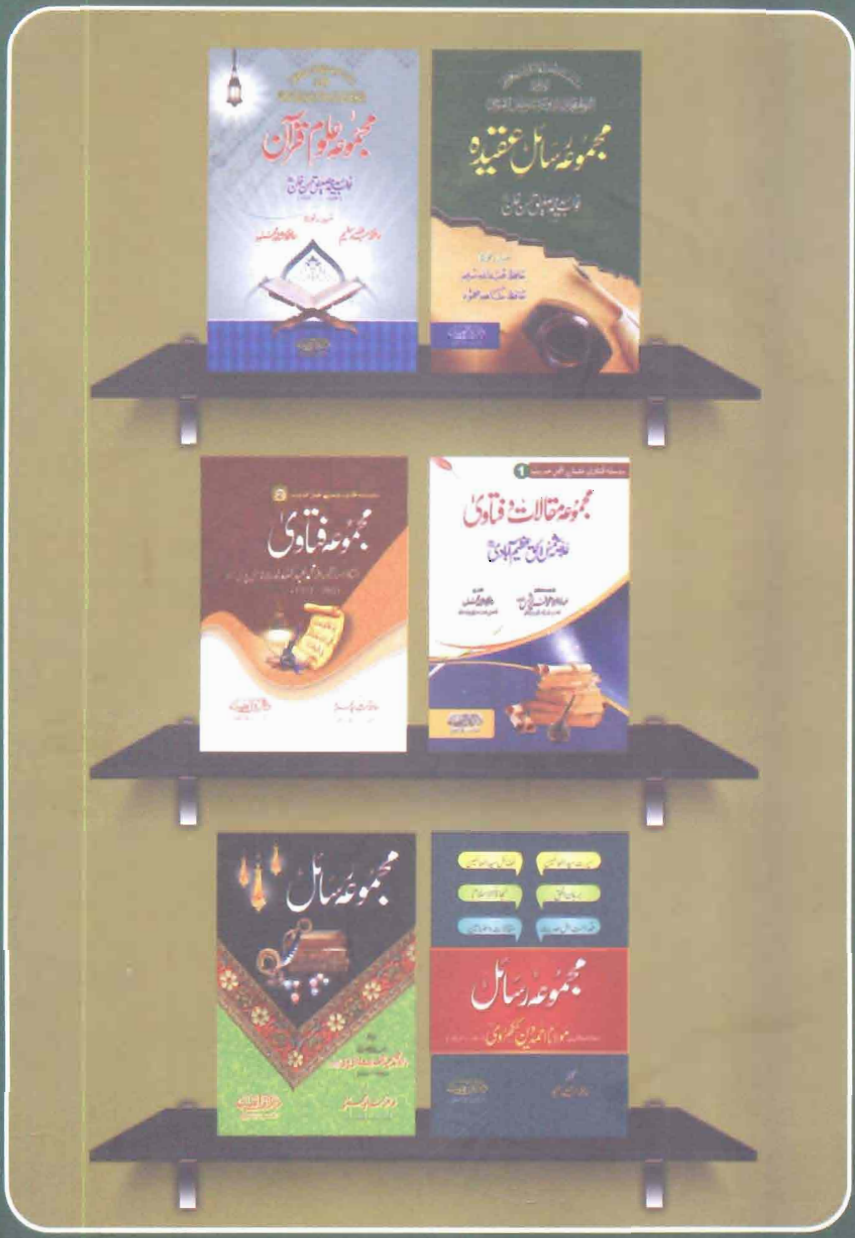

دار ابی الطیب
للنشر والتوزیع

گلی نمبر 5 گوجرانوالہ 055-3823990